حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے

مرتب وتدوین

ایم اسماعیل

شاکر پبلی کیشنز لاہور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے

مرتب وتدوین

ایم اسماعیل

شاکر پبلی کیشنز

اردو بازار لاہور

فون: 042-37240084

=/300 روپے

فہرست

عدل کسے کہتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں

اسلام عدل و انصاف کا بڑا حامی ہے۔ اس کے نزدیک دوستی اور دشمنی، رنگ ونسل، رشتہ داری و اجنبیت، امارت و غربت اور دین و مذہب انصاف کی راہ میں حائل نہیں۔ پھر اسلام کا عدل زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ سورہ نحل آیت 90 میں ارشاد ہے، ترجمہ"بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح سورہ حجرات آیت 9 میں انصاف کا ذکر کیا گیا ہے: ترجمہ:"انصاف کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" سورہ نساء کی آیت 58 میں ارشاد ہے ترجمہ"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔" اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے"اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔ بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

بعثت انبیاء کا مقصد

انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد جہاں لوگوں کو اللہ کا پیغام سمجھانا ہوتا ہے وہاں ان کا ایک فریضہ لوگوں کو عدل فراہم کرنا بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر عدل و انصاف کی تلقین کی گئی ہے جن کا ذکر اوپر دیا گیا ہے۔ ان تمام ارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے عدل و انصاف پر اتنا زور دیا ہے کہ اسے کسی حالت میں قبول نہیں کیا جا سکتا جب تک اپنے باہمی تنازعات میں رسول اللہ ﷺ کو فیصلہ کن حیثیت نہ دیں اور اس کے فیصلے کے سامنے سرتسلیم خم نہ کر دیں بلکہ اس کے فیصلے کے خلاف دل میں بھی کوئی ملال محسوس نہ کریں۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے

رسول کی‘‘اس طرح قرآنی احکامات کی روشنی میں آپ ﷺ کی حیثیت خلیفۃ اللہ کی تھی۔ آپ ﷺ انتظامیہ کے سربراہ، چیف جسٹس اور افواج کے سپریم کمانڈر بھی تھے۔آپ ﷺ تمام اختیارات کے مالک تھے۔لیکن ان اختیارات کا استعمال اور فیصلہ اپنی مرضی کی بجائے احکامات خداوندی کی روشنی میں کرتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الشوریٰ میں اسلامی ریاست کا پورا نظام شورائیت کے اصولوں پر چلانے کا حکم دیا ہے۔اس لئے رسول اللہ ﷺ ریاست کے اختیارات حاصل ہونے کے باوجود امور سلطنت میں اکابر صحابہ سے مشورہ کرلیا کرتے تھے۔مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اجلاس مسجد نبوی میں منعقد ہوا کرتے تھے جس میں ہر مسلمان شریک ہوتا تھا اور مشورے دے سکتا تھا۔یہ مشورے صرف ان امور کے بارے میں طلب کئے جاتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔رسول اللہ ﷺ ان مشوروں کو قبول یا مسترد کرنے کے مجاز تھے۔البتہ جن امور کے بارے میں قرآن میں احکامات موجود نہ ہوتے تھے رسول خدا ﷺ ازخود قانون نافذ کرتے تھے۔وہی ان کا فیصلہ اور حکم ہوتا تھا۔جس کو ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو حکم حضور دیں اسے مان لیا جائے اور جس سے رک جانے کا کہا جائے وہاں سے رک جائیں۔

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جب ہم تفکر کرتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے بغیر زندگی کے نقشے کو صحیح ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی زندگی کو اس وقت ترتیب دے سکتا ہے جب قرآن حکیم کے بیان کردہ مطالب اور مفہوم کو سمجھ کر اللہ کے ساتھ،اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اپنی عملی زندگی میں سمولے۔

قرآن حکیم نے اطاعتِ رسول ﷺ اور اطاعت اللہ عزوجل کے لیئے دو انداز اختیار کیے ہیں خدا نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے اور کہیں صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی کا ذکر کیا ہے۔

آئیے اُن آیات کا مطالعہ کریں جن کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا اور ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے۔

''کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا''۔ (آل عمران)

''مومنو! خدا اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اگر کسی بات میں اختلاف پیدا ہو تو اگر خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول اور اپنے اولی الامر کے حکم کی طرف رجوع کرو۔'' (النساء)

''ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سن رہے ہو'' (الانفال)

''مومنو! خدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرماں برداری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو'' (محمد)

''اور خدا اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرنے ہو خدا اس سے باخبر ہے'' (مجادلہ)

''اور خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے''۔

یہ وہ آیات مبارکہ ہیں جن میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کو یکساں ضروری قرار دیا

گیا ہے یعنی جس طرح خالق کائنات اللہ کی اطاعت ضروری ہے بالکل اسی طرح اللہ کے فرستادہ بندے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے۔ درج ذیل آیات مبارکہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی دراصل دین کی اساس اور بنیاد ہے۔

''جو شخص رسول کی پیروی کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی پیروی کی''

(النساء)

''اور ہم نے جو بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔'' (النساء)

''لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' (آل عمران)

''تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آن پڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔'' (النور)

''آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں گے اور جو آپ فیصلہ کردیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہو بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔'' (النساء)

آیات مذکورہ سے جو نکات اور مفہوم واضح ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

☆ کسی بھی مسئلہ میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہوسکتے ہیں

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جزو ایمان بنالیا جائے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ خداوند قدوس کی اطاعت ہے ہر پیغمبر اس لئے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

☆ محبت الٰہی صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

☆ جولوگ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

☆ ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

خاندان نبوی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے تھے۔ خدا کے حکم کے مطابق حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر کعبہ کی تعمیر کی اور شہر مکہ کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے یہاں بے آب وگیاہ صحرا کے بغیر کچھ نہیں تھا۔ قدرت نے اس میں ایسی کشش پیدا کی کہ بہت جلد خانہ کعبہ سارے عرب کا مذہبی مرکز بن گیا۔ شہر مکہ نے ترقی شروع کردی اور قبیلہ بنو جرہم نے اس کے جوار میں سکونت اختیار کرلی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کی آپ کی بارہ اولادیں تھیں جو نہایت سرعت سے بڑھیں۔ جب بخت نصر شاہ بابل نے حملہ کیا تو آلِ اسماعیل کی طاقت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور خانہ کعبہ کی تولیت بنو جرہم کے ہاتھ میں

چلی گئی وہ ایک مدت تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ یہاں تک کہ تیسری صدی عیسوی میں بنوخزاعہ نے اس سے یہ اعزاز چھین لیا۔

حضرت اسماعیلؑ کی ایک شاخ سے ایک نامور شخص فہر نے جنم لیا۔ اس کا لقب ''قریش'' تھا۔ اس نسبت سے اس کی نسل قریشی کہلائی۔ پانچویں صدی عیسوی میں اس کی نسل سے قریش کا تاریخی شخص قصی پیدا ہوا اس زمانہ میں قریش کی حالت خراب ہو رہی تھی وہ حجاز کے مختلف گوشوں میں منتشر تھے اور خانہ کعبہ کی تولیت بنوخزاعہ کے قبضے میں تھی۔ قصی نے بنوکنانہ کی مدد سے بنوخزاعہ کو حرم سے نکالا۔ اس بعد قریش کو جمع کر کے مکہ میں آباد کیا اور وہاں ایک چھوٹی سی ریاست قائم کی۔ اس دن سے قریش کو عرب میں سیاسی اور مذہبی اہمیت حاصل ہوئی۔

قصی کے بعد اس کی پشت سے ہاشم بڑے عالی مرتبت بزرگ تھے۔ انہوں نے کوشش کر کے قیصر و نجاشی کی حدود سلطنت میں قریش کے تجارتی مال کو محصول سے مستثنیٰ کرایا۔ اور عرب قبائل سے معاہدے کئے کہ وہ قریش کے کاروان تجارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ سارے عرب میں ان کی سخاوت کا چرچا تھا۔ ان کے بعد ان کے لڑکے عبدالمطلب حرم کے متولی ہوئے۔ ان کے زمانے میں ابرہمہ حاکم یمن نے مکہ پر حملہ کیا مگر اس کی ساری فوج تباہ ہوگئی۔ آپ نے چاہ زمزم کو جواٹ کر گم ہوگیا تھا۔ دوبارہ صاف کرایا۔ آپ کے دس لڑکے تھے ان میں حضرت عبداللہؓ کی شادی قبیلہ زہرہ کے سردار وہب بن مناف کی صاحب زادی حضرت آمنہؓ سے کر دی گئی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد سفر شام سے واپسی پر مدینہ کے مقام پر حضرت عبداللہ نے وفات پائی۔

ظہور قدسی

حضرت عبداللہؓ کی وفات کے چار ماہ بعد حضرت آمنہؓ کے ہاں شہنشاہ کونین آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ موجودہ دور کی تحقیقات کے مطابق تاریخ ولادت سوموار 12 ربیع الاول مطابق 20 اپریل 571ء ہے۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو یتیم عبداللہؓ (حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیدائش پر بے پناہ خوشی ہوئی۔ انہوں نے آپؐ کا نام محمدؐ رکھا۔

رضاعت

عرب میں دستور تھا کہ شہر کے رؤسا اور شرفا شیر خوار بچوں کو اطراف کے دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ وہ بدوؤں میں پل کر فصاحت و جوانمردی کے جوہر پیدا کرسکیں۔ اس بنا پر سال میں دو مرتبہ دیہات سے عورتیں آیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپؐ کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد قبیلہ ہوازن کی چند عورتیں مکہ معظمہ آئیں۔ ان میں خاندان بنوسعد کی ایک خاتون حلیمہ سعدیہؓ بھی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کردیا گیا۔ دو سال بعد حلیمہؓ آپؐ کو مکہ میں لائیں مگر چونکہ اس زمانہ میں مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دوبارہ واپس بھیج دیا۔ اس طرح مزید تین برس تک آپؐ صحرا میں پرورش پاتے رہے۔

شیر خوارگی میں انصاف

حضرت بی بی حلیمہؓ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ آئی تاکہ شیر خوار بچوں کو تلاش کرسکوں۔ قحط سالی کا دور

تھا۔ ہمارا گزارہ مشکل سے ہوتا تھا۔ ہم اپنے بچے کے ساتھ تمام رات فاقہ کی وجہ سے نہیں سوتے تھے اور میرے بیٹے کو میرے پستانوں میں اتنا دودھ بھی نہ ملتا تھا وہ اسے پیتا۔ ہمارے حالات بہتر نہ تھے۔

مکہ مکرمہ میں آنے کا مقصد امراء کے نوزائیدہ بچوں کو گود لینا تھا۔ تاکہ انہیں گود لے کر ان کی پرورش کی جائے اور بچوں کی پرورش کے صلے میں دی گئی رقم سے اپنے گھر کا انتظام بہتر طریقہ سے چلایا جاسکے۔

بی بی حلیمہؓ فرماتی ہیں میں اپنی گدھی پر سوار ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں دیر سے پہنچی۔ میرے ساتھ آنے والی دیگر عورتوں نے امراء کے بچوں کو گود لے لیا تھا۔ میرے پاس میرا بیٹا بھی تھا۔ جب ہم مکہ مکرمہ آئے۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتایا گیا۔ کہ آپ کے والدؓ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ میں نے خالی واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر گئی تاکہ بچے کو دیکھ سکوں اور اسے گود لے سکوں۔ میں نے کیا دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صوف کے پارچہ میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پشت مبارک پر آرام فرما رہے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر حسین دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں رکاوٹ بننے کی کوشش نہ کی بلکہ انہیں دیکھتی رہی۔ میں آہستہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آئی اور اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ پر رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور تبسم فرمایا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ ایک نور کا ہالہ بلند ہوا جو آسمان تک بلند ہوتا چلا گیا اور اس وقت میں اس نور کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا

اور میں آپ ﷺ کو اپنی دائیں چھاتی دے دی اور آپ ﷺ نے جتنا چاہا اس میں سے دودھ پیا۔ میری چھاتی جو خشک ہو چکی تھی، اس میں دودھ اتر آیا تھا۔ پھر میں نے بائیں چھاتی آگے کی مگر آپ ﷺ نے اس دے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ (سیرت حلیمہؓ جلد اول)

آمنہؓ اور عبدالمطلب کا انتقال

جب آنحضرت کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو حضرت آمنہؓ کو ساتھ لے کر اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئیں۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابواء میں پہنچیں تو ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ چھ سال کی عمر میں ماں کی محبت سے محروم ہو گئے۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے آنحضرت ﷺ کو اپنے دامن تربیت میں لے لیا۔ انہیں آپ سے غیر معمولی محبت تھی اور ہمیشہ آپ کو ساتھ رکھتے تھے۔ لیکن دو سال بعد عبدالمطلب نے بھی 82 برس کی عمر میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی مشفق دادا کا جنازہ اٹھا تو آپ بھی ساتھ تھے اور فرط محبت سے روتے جاتے تھے۔

ابوطالب کی کفالت اور سفر شام

حضرت عبداللہؓ اور ابوطالب ماں جائے بھائی تھے۔ اس لئے آپ کے دادا نے مرنے سے پیشتر آپ کو ابوطالب کے سپرد کیا۔ ابوطالب نے انتہائی محبت سے آپ کی پرورش کی۔ اور آنحضرت ﷺ کو اپنی اولاد سے بھی عزیز تر رکھا ابوطالب تجارت پیشہ تھے اور سال میں ایک دفعہ شام کا تجارتی سفر اختیار کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کی عمر بارہ سال کے قریب تھی تو آپ کے چچا نے حسب معمول سفر کا ارادہ کیا جب وہ چلنے

لگے تو آنحضرت ﷺ محبت کے جوش میں ان سے لپٹ گئے اس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جب یہ قافلہ بصریٰ میں پہنچا تو بحیرا نامی ایک عیسائی راہب جو علم و فضل میں ممتاز تھا نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر پیشگوئی کی کہ آپ سید المرسلین ہوں گے۔

حرب فجار اور حلف الفضول

اسی زمانے میں قریش اور قیس کے قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی چونکہ یہ لڑائی ان مہینوں میں لڑی گئی جن میں لڑنا جائز نہیں تھا اس لئے اسے حرب فجار کہنے لگے۔ قریش کی صف میں آنحضرت ﷺ بھی شریک ہوئے مگر آپ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس لڑائی کا خاتمہ صلح پر ہوا۔

ہر وقت کی خانہ جنگیوں سے بہت سے معقول انسان تنگ آچکے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی تحریک سے بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم نے مل کر معاہدہ کیا جس کی رو سے طے پایا کہ وہ جنگ و جدل سے گریز کریں گے اور غریبوں کی امداد اور مظلوموں کی حمایت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ بھی اس معاہدے میں شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں بھی اکثر اس معاہدے پر پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ چونکہ اس معاہدہ کے سربراہوں کے ناموں کے الفاظ میں فضل کا مادہ مشترک تھا اس لئے اس کا نام حلف الفضول مشہور ہو گیا۔

مورخین لکھتے ہیں جس وقت یہ عہد کیا جا رہا تھا رسول اللہ ﷺ بھی اس موقع پر موجود تھے اور چونکہ یہ ایک ایسا عہد تھا جس میں مظلوموں کی اعانت کی جانی مقصود تھی چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اس عہد کی حمایت کی۔ آپ ﷺ اس عہد کے متعلق فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ

''میں بنی جدعان کے مکان پر جس عہد نامے میں شریک ہوا اگر اسے معاہدہ سے انحراف کے بدلہ میں مجھے سرخ اونٹ بھی پیش کئے جائیں تو بھی اس معاہدے سے انحراف مجھے پسند نہیں ہے'' (سیرت حلیمہ ؓ جلد اول)

حضرت خدیجہ ؓ سے شادی کا فیصلہ

سن شعور کو پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا آبائی طریقہ اکتساب اختیار کیا اور تجارت شروع کر دی۔ آپ کے حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ اور مالدار لوگ عموماً اپنا سرمایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر کے منافع میں شریک ہو جایا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دیانت اور راستبازی سے اس کام کو سرانجام دیا کہ آپ زمانہ جاہلیت میں بھی امین کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔

حضرت خدیجہ ؓ قریش کی ایک نہایت شریف النفس اور مالدار بیوہ تھیں۔ آپ کے پاکیزہ اخلاق کے پیش نظر آپ کو طاہرہ کا لقب دیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق اور دیانت کا شہرہ سن کر حضرت خدیجہ ؓ نے آپ سے درخواست کی کہ میرا مال تجارت لیکر شام کو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسروں سے دگنا معاوضہ دینے کا وعدہ کیا۔ حضرت خدیجہ ؓ نے فرمایا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا سامان تجارت کی غرض سے لے کر ملک شام جائیں میں اپنا مال لے جانے کا جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت اور دیانت کی بدولت اس سے دوگنا معاوضہ دوں گی۔''

چنانچہ آپ نے ان شرائط کو منظور فرما لیا اور سامان تجارت لے کر بصری

تشریف لے گئے۔ سفر میں حضرت خدیجہ ؓ کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا۔ واپسی پر قافلے نے مرالظہران کے نزدیک قیام کیا اور اس قافلے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میسرہ سے کہا:

''تم کسی کو خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس بھیجو تاکہ وہ انہیں قافلے کے آنے کی اطلاع دے''

میسرہ نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دینے کی غرض سے روانہ کرنا چاہا تو ابوجہل نے میسرہ سے کہا۔

''یہ ابھی بچے ہیں اور اگر تم گئے تو ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں راستہ بھول جائیں؟''

میسرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہیں بچے دکھائی دیتے ہیں مگر وہ عقل میں پختہ ہیں''

رسول اللہ ﷺ قافلے سے جدا ہو کر ام المومنین حضرت خدیجہ ؓ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور حضرت سیدہ خدیجہ ؓ نے آپ ﷺ کو ایک خط دیا اور آپ ﷺ قافلے کی جانب روانہ ہوئے مگر راستہ میں آپ ﷺ کو اونٹ پر اونگھ آ گئی اور اونٹ راستہ سے جدا ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا وہ اونٹ کی مہار پکڑ کر اسے سیدھے راستے پر ڈال دے چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ ﷺ کو واپسی پر دیر ہو گئی تو ابوجہل نے میسرہ سے کہا۔

''میسرہ! تو نے میری بات نہ سنی اور اب دیکھ لو محمد (ﷺ) راستہ بھول گئے ہیں''

میسرہ نے ابوجہل کی بات سنی تو غمگین ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کچھ دیر بعد واپس لوٹے اور آپ ﷺ نے

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خط میسرہ کو دیا اور یوں ابوجہل کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

رسول اللہ ﷺ نے بصریٰ میں سامان تجارت فروخت کیا اور مکہ مکرمہ واپس روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت بالا خانے میں موجود تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہر میں داخل ہوتے دیکھا اور اس وقت ایک بادل رسول اللہ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو طبیعت میں ایک بے چینی پیدا ہوئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سفر میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق دریافت کیا۔ میسرہ نے سفر میں پیش آنے والے عجیب وغریب واقعات اور راہب نسطورا کی باتوں کے متعلق بتایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے غلام میسرہ کی باتیں سنیں تو آپؓ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عزت وتکریم پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے غلام میسرہ کی باتیں سنیں تو آپ رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو کہ تورات اور انجیل کے عالم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے میسرہ کی بتائی ہوئی باتیں انہیں بتائیں تو ورقہ بن نوفل کہنے لگے۔

”اگر یہ حقیقت ہے تو یہ تورات اور انجیل میں مذکور اس آخری نبی کی جانب اشارہ ہے اور وہ نبی یقیناً محمد (ﷺ) ہی ہیں۔“

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب ورقہ بن نوفل کی باتیں سنی تو دل میں رسول اللہ ﷺ سے شادی کی خواہش پیدا ہوئی۔

مورخین لکھتے ہیں ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ سے قبل ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی اور عتیق بن عائد مخزومی سے ہو چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا ان دونوں کی موت کے بعد قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے آنے والے رشتوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اگرچہ عمر میں آپ رضی اللہ عنہا سے چھوٹے تھے مگر رسول اللہ کی عادات واطوار اور اخلاق نے آپ رضی اللہ عنہا کے دل میں جگہ بنالی تھی چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کے قلب میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا جو کہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کی زوجہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی عادات واطوار کے متعلق دریافت کیا۔ پھر حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا بنت امیہ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں ہے ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شادی کی بات رسول اللہ ﷺ سے خود کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''میرا اور تمہارا کیا جوڑ ہوسکتا ہے؟ تم قریش کی امیر خاتون ہو اور میں قریش کا ایک یتیم شخص ہوں''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ کے شادی کے پیغام کے متعلق اپنے چچا جناب ابو طالب اور خاندان کے دیگر معتبر لوگوں سے مشورہ کیا اور تمام خاندان والوں نے بلا چوں چرا اس رشتہ کو قبول کرلیا جناب ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

''تم ان سے ضرور نکاح کرو اس سے لوگوں کی نظروں میں تمہاری عزت میں اضافہ ہوگا اور بھلائی کے کام جو تم کرتے ہو اس میں تمہیں کامیابی ہوگی''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ

حضور کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا جناب ابو طالب کے اس جواب کے بعد یہ رشتہ قبول فرمالیا۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر ابو طالب اور خاندان کے دیگر روسا حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا جس کا ترجمہ ذیل ہے۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بنایا۔ اس نے ہمیں معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ بنایا۔ اس نے ہمیں علم و حکمت والا گھر عطا فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور یہ ایسا گھر ہے جو امن والا ہے۔ اس نے ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ یہ ایسا جوان ہے جس کا موازنہ قریش کے کسی دوسرے فرد کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا اگرچہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو کیا ہوا مال تو ڈھلنے والی اور بدل جانے والی شے ہے۔ تم میرے بھتیجے کی قرابت اور محبت کو خوب جانتے ہو۔ وہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بنت خولد سے نکاح کرتا ہے اور مہر بیس اونٹ مقرر کیا گیا ہے۔ میرے بھتیجے کا مستقبل نہایت شاندار ہے اور یہ بلند مرتبہ کا حامل ہوگا''

جناب ابو طالب خطبہ پڑھ چکے تو ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے اور انہوں نے ذیل کا خطبہ دیا۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں وہ فضیلت عطا کی جس کا ذکر جناب ابو طالب نے کیا۔ بے شک ہم عرب کے سردار ہیں اور کوئی بھی قبیلہ

ہماری فضیلت سے انکار نہیں کرتا۔ بے شک ہم لوگوں نے آپ کے ساتھ رشتہ کرنے کو پسند کیا۔ اے قریش! تم گواہ رہو کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بنت خولد کو ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہؓ کے نکاح میں دیا۔"

روایات میں آتا ہے کہ جب ورقہ بن نوفل خطبہ ارشاد فرما چکے تو عمرو بن اسد جوام المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ کے سرپرست تھے جناب ابوطالب نے ان سے کہا وہ اس کی توثیق کریں جس پر عمرو بن اسد کھڑے ہو کر کہا:

"اے قریش! گواہ رہنا کہ میں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے کیا"

شادی کے وقت آنحضرت کی عمر 25 جبکہ حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 سال تھی۔ عمر کے تفاوت کے باوجود یہ شادی نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ نے ساری عمر نہایت محبت، عقیدت اور وفا شعاری سے آپ کی خدمت سرانجام دی اور عہد نبوت کی ابتدائی تکالیف میں نہایت ثابت قدمی کے ساتھ آپ کو سکون و اطمینان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطن سے دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں مگر دونوں صاحب زادے کم سنی میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

تعمیر کعبہ اور حجر اسود کی تنصیب کا فیصلہ

خانہ کعبہ کی عمارت نشیب میں واقع تھی اس لئے بارش کے پانی سے اسے نقصان پہنچتا رہتا تھا۔ 605ء میں قریش نے یہ فیصلہ کیا کہ از سر نو مستحکم عمارت تعمیر کرنی چاہیے۔ اتفاق سے انہی دنوں جدہ کی بندرگاہ پر ایک تجارتی جہاز ٹوٹ گیا۔ قریش اس کے تختے خرید لائے اور کعبہ کی تعمیر نو شروع ہو گئی۔ سارے قبائل اس کام میں شریک

تھے۔ جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو سخت جھگڑا پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہر شخص کو اس شرف کے حصول کی خواہش تھی۔ یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص دوسرے دن صبح سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو گا اسے ثالث تسلیم کر لیا جائے گا۔ قدرت خداوندی سے دوسرے دن سب سے پہلے حضور کریم ﷺ کو خانہ کعبہ میں موجود پایا گیا۔

امین ﷺ کو دیکھتے ہی سب کو اطمینان ہوا اور آپ کو ثالث مان لیا گیا۔ قبائل کے سب لوگوں ان الفاظ میں تعریف کرتے ہوئے کہا:

"محمد (ﷺ) صادق اور امین ہیں اور ہم ان کے فیصلے کو تسلیم کریں گے"

آپ ﷺ نے اس شرف میں سب کی شمولیت کے لئے یہ ترکیب نکالی کہ تمام قبائل کا ایک ایک نمائندہ طلب کیا۔ بعد ازاں ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود رکھ دیا۔ اور قبائل سرداروں کو کہا کہ چادر کو اٹھا کر موقع پر لے آئیں۔ پھر آپ ﷺ نے حجر اسود کو دست مبارک سے نصب کر دیا۔ اس طرح ایک طرف ایک خطرناک فتنہ دب گیا اور دوسری طرف خانہ خدا جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی اس کی تکمیل پیغمبر آخر الزماں کے ہاتھوں سر انجام ہو گئی۔

طلوع اسلام

آغازِ نبوت

حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ ﷺ کافی حد تک فکر معاش سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ اگرچہ آپ ﷺ نے شغل تجارت جاری رکھا اور اس سلسلے میں متعدد سفر اختیار کئے تاہم اب آپ ﷺ زیادہ وقت غور فکر میں گم رہنے لگے۔ آپ ﷺ کی

روح کسی نا معلوم چیز کے لئے ہر وقت بے چین رہتی تھی۔ مکہ معظمہ سے تین میل کی مسافت پر ایک غار واقع تھا جسے غار حرا کہتے تھے۔ اکثر آپ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے کر اس غار میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز وہاں قیام فرما رہتے۔ اس گوشہ عافیت میں آپ شب و روز مصروفِ عبادت رہتے اور آپ پر مراقبہ و استغراق کی کیفیت طاری رہتی یہاں تک کہ آپ کو الہامی خواب نظر آنے لگے اور جو کچھ خواب میں دیکھتے وہی واقعات پیش آجاتے۔

ایک روز جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر چالیس سال تھی، اسی غارِ حرا میں فرشتہ غیب سے نظر آیا اور آپ پر قرآنی سورۃ کی آیات "اقراء باسم ربک الذی خلق" نازل کیں۔ آپ گھر تشریف لائے تو اصلاح عالم کے کارِ عظیم کی ذمہ داری اور جلال ایزدی کے شدید احساس کی وجہ سے آپ کے جسم پر کپکپی طاری تھی اور آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ میرے جسم پر چادر ڈال دو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیوی سیدہ خدیجہؓ نے سارا واقعہ سنا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے عم زاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو اس وقت ضعیف العمر اور نابینا تھا۔ وہ شروع سے ہی اہل عرب کے بے ہودہ عقائد اور غلط رسوم و رواج سے متنفر تھا اور دین حق کی تلاش میں متعدد مقامات پر مارا مارا پھرتا رہا اور آخر کار عیسائیت کا پیرو کار بن گیا۔ یہ وہ آدمی تھا جس نے انجیل مقدس کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا وہ انجیل اور توریت کا فاضل بھی تھا۔ اس نے سب ماجرا سن کر جواب دیا۔

"یہ وہی ناموس ہے جو اس سے پہلے موسیٰ بن عمران پر اترا تھا۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس امت کے نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھٹلایا جائے گا۔ تکلیفیں پہنچائی جائیں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خارج البلد کر دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنگ کی

جائیگی۔کاش! میں اس وقت زندہ رہا تو ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرونگا۔"

التوائے وحی

اس واقعہ کے بعد چھ ماہ تک نزول وحی کا سلسلہ منقطع رہا اس عہد کو فطرہ الوحی (وحی کا رک جانا) کہتے ہیں۔اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محزون ہوئے اور خودکشی کے ارادے سے پہاڑ کی طرف چل دیئے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو ایک آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر نگاہ اٹھائی تو جبرائیل امین کو زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر متمکن پایا۔انہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضطرب گھر لوٹے اور گھر والوں کو کہا مجھے لحاف اڑھا دیجئے مجھے لحاف اڑھا دیجئے۔گھر والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لحاف اڑھا دیا۔(علمائے حق نے ارادہ خودکشی کو منصب نبوت کے خلاف قرار دیا ہے اور اسے بے چینی اور اضطراب کی کیفیت کہا ہے۔)

تبلیغ کا حکم

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چادر اڑھا دی گئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یایھا المدثر O قم فانذر O و ربك فکبر O وثیابك فطھر O والرجز فاھجر O

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بزرگی بیان کرو اور پاکیزہ کپڑے پہنئے اور ناپاکی (بتوں کی پرستش) سے دور رہئے۔

اس کے بعد وحی کا سلسلہ پھر سے جاری ہو گیا۔

خفیہ تبلیغ

بعثت کے بعد تین سال تک آپ نے خفیہ تبلیغ کو قرین مصلحت سمجھا، اس دوران میں آپ ﷺ نے نہایت احتیاط کے ساتھ پیغام حق کو صرف ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جو محرم راز، معتمد اور ہم مجلس تھے۔ چنانچہ عورتوں میں سے آپ کی حرم محترم حضرت خدیجہؓ، مردوں میں آپ کے قدیم ہم راز و ہمدم حضرت ابو بکرؓ بچوں میں آپ کے پروردہ حضرت علیؓ اور غلاموں میں سے آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ وہ پہلے خوش نصیب تھے جنہیں آپ ﷺ کی دعوت حق پر لبیک کہنے کا شرف حاصل ہوا۔

مکہ کے معززین میں حضرت ابو بکرؓ کا بہت اثر و رسوخ تھا چنانچہ آپ کی تبلیغ سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ جیسے مقتدر صحابہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اسلام کا حلقہ اثر وسیع تر ہوتا چلا گیا اس دور میں جن دیگر حضرات نے ایمان قبول کیا ان میں عمارؓ، حبابؓ، سعید بن زیدؓ، ارقمؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابو عبیدہ اور صہیبؓ وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

اعلان حق

اسلام ایک عالمی دعوت تھی اس لئے اب سرور عالم کو خدا کی طرف سے حکم ہوا "فاصدع بما تومر" پس تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے واشگاف کہہ دے۔ اس پر آنحضرت ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور قریش کو آواز دی۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے میری قوم! اگر میں تم سے کہوں اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر موجود ہے اور تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟

قریش نے یک زبان ہو کر کہا:

''ہاں! ہم اس بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں صادق اور امین پایا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے قریش کی بات سنی تو فرمایا:

''میں تمہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور دعوت حق دیتا ہوں اگر تم لوگ ایمان لے آئے تو فلاح پاؤ گے اور اگر ایمان نہ لائے تو عذاب الٰہی تم پر نازل ہوگا''

مورخین لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر تمام قریش طیش میں آ گئے اور آپ ﷺ کے چچا ابولہب لوگوں کو بھڑکا کر وہاں سے لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو واپس لوٹتے دیکھا تو حضرت علیؓ جو اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ تھے ان سے فرمایا:

''ابولہب نے جلدی کی، تم ایک دعوت کا انتظام کرو جس میں تم بنی عبدالمطلب کو دعوتِ عام دو''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں بنی عبدالمطلب کو مدعو کیا گیا۔ اس دعوتِ طعام میں سیدنا حمزہؓ، سیدنا عباسؓ کے علاوہ جناب ابو طالب اور ابولہب نے بھی شرکت کی۔ آپ ﷺ نے اس دعوتِ طعام کے بعد بنی عبدالمطلب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے بنی عبدالمطلب! تمہارے پاس اہل عرب سے کوئی بھی ایسا شخص آج تک نہیں آیا ہوگا جو مجھ سے بہتر کسی چیز کی تمہیں دعوت دے اور میں رب تعالیٰ

کی قسم کھا کر کہتا ہوں اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے منصب نبوت پر فائز کیا ہے۔ ایک دن ہمیں موت آن لے گی اور مرنے کے بعد ہمیں زندہ کیا جائے گا، پھر ہمارے اعمال کا حساب ہوگا اور نیکی کا بدلہ نیکی ہے جبکہ برائی کے بدلہ میں عذابِ خداوندی مقدر ہوگا۔ اے بنی عبدالمطلب! تم جانتے ہو میں ناتواں ہوں اور مجھے تمہاری حمایت اور مدد کی ضرورت ہے تم میں سے جو بھی میری مدد کے لیے کھڑا ہوگا وہ میرا بھائی ہوگا پس تم میں سے کون ہے جو میری اس دعوت کو قبول کرے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس خطاب کے بعد بنی عبدالمطلب نے منہ موڑ لیا اور کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کے لئے تیار نہ ہوا۔ اس موقع پر حضرت علیؓ جو کم سن تھے اور ناتواں تھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلاشبہ میں کم سن ہوں، کمزور ہوں مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کروں گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اے علی (رضی اللہ عنہ) تو میرا بھائی اور وارث ہے''

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول)

جناب ابوطالب اور وفد قریش

اسلام کی ترقی بتدریج جاری تھی اور مسلمانوں کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی۔ جوں جوں اسلام کی طاقت بڑھتی جاتی تھی، مشرکین مکہ کی مخالفت تیز تر ہوتی جاتی تھی۔ تاہم شروع شروع میں انہوں نے صلح صفائی سے بات چیت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ معززین قریش کا ایک وفد ابو طالب کے پاس آیا اور اس سلسلے میں گفتگو کی، جب اس کا کوئی اثر برآمد نہ ہوا تو آنحضرت ﷺ کی تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں تو عتبہ، شیبہ، ولید، ابو جہل اور ابو سفیان جیسے روسا کا وفد دوبارہ ابو طالب کے پاس آیا اور یہاں تک دھمکی دی کہ یا تو تم بیچ سے ہٹ جاؤ یا تم بھی میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ جناب ابو طالب نے اب محسوس کیا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ اس لئے رسولِ اکرم ﷺ سے یوں مخاطب ہوئے۔

"جان عم! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ ان کے واحد سہارے کے قدم بھی متزلزل ہو رہے ہیں تو آبدیدہ ہو گئے مگر شانِ نبوت سے لبریز ہو کر فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں کامیاب ہو جاؤں یا اسی راہ میں قربان ہو جاؤں"

اس جواب سے آپ کے چچا اس قدر متاثر ہوئے کہ کہا:

"جاؤ میں کسی حالت میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا"

اس زمانے میں مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو کئی قسم کے لالچ دینے کی کوشش بھی کی۔ مشہور رئیس مکہ عتبہ آپ کے پاس آیا اور مکہ کی ریاست، کسی بڑے گھرانے کی شادی، مال و دولت وغیرہ کی پیش کش کی۔ اس کے جواب میں سرور عالم ﷺ نے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ عتبہ دم بخود ہو کر سنتا رہا۔ اور اس قدر متاثر ہوا کہ واپس جا کر قریش کو مشورہ دیا کہ آپ کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے اور زیادہ تعرض نہیں کرنا چاہیئے۔

مظلوموں کی دادرسی کا فیصلہ

مورخین کے مطابق ابوجہل اسلام دشمنی مین پیش پیش تھا اور اس نے بہت سے مواقع پر اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا۔ ابوجہل نہ صرف مسلمانوں کا دشمن تھا بلکہ وہ کاروباری معاملات میں بھی دھوکہ اور فریب کیا کرتا تھا اور اس کے دھوکہ اور فریب کا نشانہ وہ زائرین بھی بنتے تھے جو حج کے لئے یا عمرہ کی غرض سے خانہ کعبہ آتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ قبیلہ زبید کا ایک شخص آیا اور قریشی سرداروں کی محفل کے پاس گیا اور کہنے لگا۔

''اے گروہ قریش! کیا جب کوئی راہ گیر یا کوئی تاجر تمہارے علاقہ میں آتا ہے تو تم اسے اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہو؟''

جب وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھ پر کس نے ظلم کیا؟ وہ بولا میں نے اپنے اونٹوں میں سے تین بہترین اونٹ یہاں فروخت کیے اور انہیں ابوجہل نے خریدا اور اس نے مجھے ان اونٹوں کی اصل قیمت سے کم تہائی قیمت لگائی اور اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا اور وہ جانتا تھا چونکہ وہ یہاں کا سردار ہے لہٰذا میں اسے کچھ نہیں کہوں گا اور اس نے مجھ پر ظلم کیا اور میرے اونٹوں کا دام خراب کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تمہارے اونٹ کہاں ہیں؟ وہ بولا یہیں خزورہ کے مقام پر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو ہمراہ لیا اور اس جگہ پہنچے اور دیکھا وہ اونٹ واقعی بے حد قیمتی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ سودا کیا اور اسے اچھی قیمت پر اونٹ خرید لئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تینوں اونٹوں میں سے دو

اونٹ فروخت کر دئیے اور ان کی قیمت بنو عبدالمطلب کی بیواؤں میں تقسیم فرمادی۔ ابوجہل جو اس وقت وہاں موجود تھا وہ خاموشی سے سب دیکھتا رہا اور آپ ﷺ کے رعب و دبدبہ کے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ آپ ﷺ ابوجہل کے پاس آئے اور فرمایا۔

''عمرو! اگر تم نے آئندہ ایسی کوئی حرکت کی تو میں تمہارے ساتھ سختی سے پیش آؤں گا۔''

ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ کا سخت کلام سنا تو نادم ہو کر کہنے لگا میں آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ پھر جب آپ ﷺ وہاں سے واپس لوٹ گئے تو امیہ بن خلف اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے ابوجہل سے کہا تم تو محمد ﷺ کے ہاتھوں رسوا ہو گئے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تم ان کی پیروی کرنا چاہتے ہو؟ ابوجہل بولا میں مر کر بھی ایسا نہیں کروں گا اور تم نے میری جو کمزوری دیکھی وہ اس لئے تھی کہ ان کے دائیں بائیں میں ایسے لوگ دیکھتا تھا جو ہاتھوں میں نیزے لیے ان کی حفاظت فرما رہے تھے اور اگر میں اس وقت ان کی بات نہ مانتا تو وہ مجھے یقینا مار ڈالتے۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت عمرؓ کا ایمان لانا، تاریخ اسلام کا بہت بڑا واقعہ ہے آپ بڑے صاحب شکوہ اور تشدد پسند تھے اور مسلمانوں پر سختیاں کیا کرتے تھے مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو غصے میں آ کر خود آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا اور تلوار سونت کر چل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے راستے میں ان کی ملاقات اپنے خاندان کے ایک معزز شخص نعیم بن عبداللہ سے ہوئی نعیمؓ مسلمان ہو چکے تھے۔

انہیں جب حضرت عمرؓ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو کیونکہ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا۔ وہ اس وقت قرآن حکیم کی تلاوت کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی آہٹ پا کر خاموش ہوگئیں آپ نے گھر میں داخل ہو کر بہن اور بہنوئی کو خوب پیٹا مگر بہن کی جرأت اور استقامت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ مجھے بھی قرآن کریم سناؤ۔ آپ کی بہن نے قرآن پاک کے اجزا سامنے رکھ دیئے۔ چند آیات کا پڑھنا تھا کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر بے ساختہ کلمہ شہادت جاری ہوگیا۔ اسی حالت میں سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ خود آگے بڑھے اور دامن پکڑ کر فرمایا۔ عمر کس ارادے سے آیا ہے؟ نبوت کی پر جلال آواز سے حضرت عمرؓ کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور عرض کیا ''ایمان لانے کے لئے۔'' آنحضرت ﷺ کے منہ مبارک سے اللہ اکبر کے الفاظ نکلے اور صحابہ کرام نے جوش عالم میں اس نعرے کو دہرایا۔

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے پہلے مسلمان اعلانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے مگر انہوں نے اسلام کا اعلان کیا اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حرم میں نماز ادا کی۔

حضرت حمزہؓ رسول کریم ﷺ کے چچا تھے۔ عمر کے حوالے سے دو برس بڑے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے۔ ان کا مشغلہ شکار تھا۔ ایک دن شکار سے لوٹے تو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے نہایت گستاخانہ انداز میں گفتگو کی ہے اس پر وہ غصے میں آپے سے باہر ہوگئے۔ اور ابوجہل کے پاس جا کر کہا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اگرچہ انہوں نے یہ فقرہ جذبات کی رو میں بہہ کر کہا تھا لیکن بعد میں تہ دل سے اسلام قبول کر لیا۔

معاشرتی مقاطعہ

سیدنا حمزہؓ اور سیدنا عمرؓ فاروق جیسے بہادر اور نڈر شخصیات اسلام قبول کر چکے تھے۔ جو کفار مکہ کے لئے ناکامی کا باعث بنے۔ اب وہ مسلمانوں کو مرعوب کرنے میں بالکل ناکام ہو چکے تھے۔ ان کے علی الرغم مسلمان حبشہ میں امن وسکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر معظمہ میں ان کا حلقہ اثر دن بدن وسیع ہوتا جا رہا تھا، اس لئے اب تمام قبائل نے مل کر فیصلہ کیا کہ اگر بنو ہاشم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کریں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ رشتہ ناطہ، لین دین، خرید وفروخت وغیرہ کے تمام تعلقات منقطع کر دیے جائیں اور ان سے کسی قسم کا رابطہ نہ رکھا جائے یہ معاہدہ خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا۔

جب حالات اس حد تک بگڑ گئے تو ابو طالب نے مدافعت کے لئے ضروری سمجھا کہ پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی جو انہی کے نام شعب ابی طالب کہلاتی تھی میں پناہ لیں۔ چنانچہ اسلام کے ماننے والے اور بنو ہاشم وہاں چلے گئے۔ اس کے بعد متواتر تین برس تک ان پر مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے کہ انہیں حیطہ تحریر میں لانے سے قلم عاجز ہے۔ انہوں نے پتے کھا کھا کر بسر اوقات کی۔ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کا نالہ و فریاد گھاٹی سے باہر صاف سنائی دیتا تھا۔ اہل مکہ میں بعض مخیر خفیہ کچھ پہنچا دیتے تھے۔ اسی پر سب کا گزارہ تھا بالآخر نبوت کے دسویں سال کفار میں بعض معقول اور معتدل انسانوں نے اس سنگ دلی کے خلاف آواز بلند کی۔ وہ حضرات یہ تھے۔

ہشام بن عمرو، زبیر بن امیہ، مطعم بن عدی اور دیگر، خانہ کعبہ میں گئے۔ زبیر جو جناب عبدالمطلب کے نواسے تھے انہوں نے قریش کے دیگر سرداروں کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا:

''یہ کہاں کا انصاف ہے ہم لوگ تو عیش و آرام کی زندگی بسر کریں اور بنی ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بلبلاتے رہیں۔ اللہ کی قسم! جب تک اس ظالمانہ معاہدہ کو ختم نہیں کیا جائے گا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔''

ابو جہل نے جب یہ تقریر سنی تو غصہ سے بولا:

''تم اس معاہدہ کو ہرگز ہاتھ نہیں لگاؤ''

زبیر نے ابو جہل کو للکارا تو ابو جہل خاموش ہو گیا۔ ابوالبختری نے ابو جہل سے کہا ''ہم پہلے بھی اس ظالمانہ معاہدے کے حق میں نہ تھے اور اب اس کے پابند بھی نہیں ہیں''

روایات میں آتا ہے کہ تین سال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا جناب ابو طالب کو بلایا اور ان سے فرمایا:

''جو معاہدہ مشرکین نے تحریر کیا تھا اسے دیمک چاٹ گئی ہے۔''

جناب ابو طالب نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنی تو حیرانگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ تین سال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں نہیں گئے تھے اور نہ وہاں سے کوئی انہیں ملنے آتا تھا۔ جناب ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔

''بھتیجے! تمہیں یہ بات کس نے بتائی؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں درست کہتا ہوں۔ ابو طالب بولے ''بھتیجے! تو صحیح کہتا ہے اور تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سچ بولا ہے۔

پھر جناب ابو طالب گھاٹی سے نکلے اور چند افراد کے ہمراہ خانہ کعبہ پہنچے۔ قریش کے لوگ سمجھے کہ شاید معافی مانگنے اور ہماری شرائط کو تسلیم کرنے آئے ہیں۔

جناب ابوطالب نے جاتے ہی ان سے کہا۔

''وہ اس معاہدہ کو لے آئیں کیونکہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔''

جناب ابوطالب کی بات سن کر قریش کے لوگ خانہ کعبہ میں گئے اور جب اس معاہدے کو کھول کر دیکھا تو اسے واقعی دیمک چاٹ چکی تھی۔ مشرکین مکہ اور قریش کے سردار ابھی بھی رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے کو تیار نہ تھے وہ کہنے لگے۔

''یہ ضرور محمد (ﷺ) کا کوئی جادو ہے۔''

معاہدہ شعب ابی طالب کو چونکہ دیمک چاٹ چکی تھی اس لئے شعب ابی طالب میں محصوری کے یہ تین سال ختم ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں آ کر دوبارہ آباد ہوئے جبکہ منصور بن عکرمہ جس نے یہ معاہدہ تحریر کیا تھا اللہ عزوجل نے اس کے ہاتھ شل کر دیئے۔ ((مدارج النبوۃ جلد دوم ۶۹ تا ۷۱)

مظلوم مسلمانوں کو حبشہ بھیجنے کا فیصلہ

جب قریش کے مظالم کی رفتار تیز تر ہوتی چلی گئی اور ارض پاک پیروان اسلام کے لئے تنگ کر دی گئی تو سرور عالم ﷺ نے محسوس کیا کہ ایسی فضا میں مسلمانوں کے لیے فرائض اسلام کا آزادی سے بجالانا ممکن نہیں اس لئے آپ نے نبوت کے پانچویں سال ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ یہ ملک عربوں کے لئے غیر مانوس نہیں تھا اور وہاں کا بادشاہ نجاشی مذہباً عیسائی تھا اور نہایت رحمدل اور انصاف پسند مشہور تھا۔ چنانچہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا ایک قافلہ حبشہ روانہ ہوگیا۔ اس میں حضرت عثمانؓ معہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ کے جو آنحضرت ﷺ کی صاحب زادی تھیں بھی

شامل تھے۔اس کے علاوہ مہاجرین حبشہ میں حضرت زبیرؓ۔حضرت جعفرؓ،عبدالرحمن بن عوفؓ مصعب بن عمیرؓ عبداللہ بن مسعودؓ کے نام قابل ذکر ہیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں مسلمانوں کا پہلا قافلہ کامیابی کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر بیاسی مرد اور اکتیس عورتوں کے دوسرے قافلے نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اور اس قافلے کے سربراہ حضرت جعفر طیارؓ تھے۔مسلمان حبشہ میں نہایت آسودگی زندگی بسر کر رہے تھے اور انہیں حبشہ میں اپنے مذہبی یا مالی امور میں کسی قسم کی پریشانی کا کوئی سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔پھر قریش مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان حبشہ میں نہایت مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنا ایک وفد شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا جس نے شاہ حبشہ کو قریش کی جانب سے تحائف پیش کئے اور کہا۔

''ہمارے کچھ نادانوں نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو ترک کر کے نیا مذہب اختیار کر لیا ہے اور ہمارے امراء نے ہمیں انہیں واپس لانے کے لئے بھیجا ہے''

نجاشی نے کہا''جب تک حقیقت مجھ پر آشکار نہ ہو گی انہیں تمہارے حوالے ہرگز نہ کروں گا۔''

مورخین لکھتے ہیں نجاشی نے حضرت جعفر طیارؓ سے دین اسلام کے متعلق پوچھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اللہ عزوجل نے ہم اپنا فضل کیا اور ہم میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمائے اور وہ عالی نسب اور امین ہیں۔انہوں نے ہمیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور ہم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اللہ عزوجل ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے پس ہم اللہ عزوجل کا کوئی شریک نہیں ٹھہراتے ،نماز پڑھتے ہیں اور وعدوں کو پورا کرتے

ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور جب ہم نے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تو ہماری قوم ہمارے خلاف ہوگئی اور انہوں نے ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے جس کے بعد بالآخر ہم ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔"

مورخین کے بیان کے مطابق نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے قرآن پاک سنانے کی فرمائش کی۔ آپ نے چند آیات ہی تلاوت کی تھیں کہ نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا یہ کلام اور انجیل ایک ہی چراغ کے دو پرتو ہیں۔ نجاشی نے سفیروں سے کہا کہ مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔

عمرو بن العاصؓ کو ایک اور ترکیب سوجھی۔ دوسرے دن نجاشی سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس پر مسلمان دوبارہ بلوائے گئے۔ حضرت جعفرؓ نے حق گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا، حضرت عیسیٰ خدا کے بندے پیغمبر اور روح اللہ ہیں۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا، خدا کی قسم حضرت عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ پادری جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا خیال کرتے تھے بہت برہم ہوئے مگر نجاشی نے ان کی پرواہ نہ کی اور قریش کی سفارت کو ناکام لوٹنا پڑا۔

دوسری ہجرت حبشہ

حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد 83 تک پہنچ چکی تھی کہ وہاں ایک افواہ پھیل گئی کہ تمام اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے سب نے خوش ہو کر مکہ معظمہ کی راہ لی مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی قریش کو اپنی سفارت کی ناکامی کا بہت افسوس تھا اس لئے انہوں نے واپس آنے والوں پر بہت زیادہ سختی شروع کر دی اب واپس جانا

بھی آسان کام نہیں تھا کیونکہ قریش مزاحم ہوتے تھے تاہم دوبارہ 102 مسلمانوں نے جن میں 83 مرد 30 عورتیں شامل تھیں ملکی حبشہ کی سکونت اختیار کی۔

حضرت خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کی وفات

معاشرتی مقاطعہ کی جانکاہ مصیبت سے رہائی پانے کے بعد سرور عالم ﷺ کو دو عظیم صدموں سے دو چار ہونا پڑا۔ یعنی ایک ہی سال میں آپ کے مشفق و محسن چچا ابو طالب اور آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔ دنیاوی طور پر یہ دو ہی آنحضرت ﷺ کے ایسے سہارے تھے جن سے غمگساری اور پشت پناہی کی اُمید کی جاسکتی تھی۔ آپ کے چچا نے نہایت پامردی اور عزم و استقلال سے ہر قدم پر آپ کا ساتھ دیا تھا۔ اب ان دونوں کے اُٹھ جانے کے بعد کفار کو کسی کا لحاظ نہیں تھا۔ انہوں نے نہایت بے باکی سے آنحضرت ﷺ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور ان کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے اسلام کا یہ سخت ترین زمانہ تھا اسی لئے رسول اکرم ﷺ اس کو عام الحزن یعنی رنج کا سال کہا کرتے تھے۔

سفر طائف جانے کا فیصلہ

جب نبوت کی صدائے حق دس گیارہ برس کی مسلسل جدو جہد کے باوجود بھی مکہ کے شقی القلب انسانوں کو متاثر نہ کر سکی تو سرور عالم ﷺ نے مناسب سمجھا کہ پیغام حق کو دوسرے لوگوں کے گوش گزار کیا جائے چنانچہ آپ حضرت زید بن حارث کے ہمراہ طائف کو روانہ ہوئے۔ یہ شہر مکہ سے چالیس میل دور واقع ہے جس کی آب و ہوا نہایت

خوشگوار اور زمین زرخیز ہے یہ شہر بھی مکہ کی طرح روسا اور عمائد عرب کا مسکن تھا۔ آنحضرت ﷺ مختلف سرداروں سے ملے مگر ہر جگہ حوصلہ شکن جواب ملا۔ یہ لوگ اہل مکہ سے بھی دو قدم آگے تھے۔ انہوں نے بازاری غنڈوں کو اکسایا اور جب حضور کریم سرکار دو عالم ﷺ کا اس طرف سے گزر ہوا تو انہوں نے دونوں اطراف سے پتھروں کی بارش کر دی۔ تالیاں بجائیں اور بدزبانی کی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک زخمی ہو گیا اور جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے ہمراہ زخمی حالت میں ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ مکرمہ کے مشہور شخص عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ دونوں وہاں موجود تھے اور وہ دونوں اگرچہ کافر تھے مگر آپ ﷺ کو یوں زخمی حالت میں دیکھ کر سوچنے اور مدد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے ایک نصرانی غلام عداس کے ہاتھوں انگوروں کا ایک خوشہ آپ ﷺ کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ آپ ﷺ نے جب بسم اللہ پڑھ کر وہ انگور نوش فرمائے تو عداس نے حیرانگی سے کہا۔

''یہاں کے لوگ یہ کلمہ نہیں پڑھتے''

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارا وطن کون سا ہے؟ وہ بولا میں نینویٰ کا باشندہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو حضرت یونس علیہ السلام کا شہر ہے اور وہ بھی میری طرح نبی تھے۔ عداس نے آپ ﷺ کی بات سنی تو آپ ﷺ کے قدموں کا بوسہ لیا اور اسلام قبول کر لیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ یوم احد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آپ ﷺ پر آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوم عقبہ یعنی جب میں نے طائف کا سفر کیا تھا اور جب میں نے

انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے مجھ پر پتھر برسائے۔ میں وہاں سے چل پڑا تو میں نے دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے سلام کیا اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں تو طائف جو دو پہاڑوں کے مابین واقع ہے میں ان دو پہاڑوں کو ملا کر انہیں کچل دوں۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا۔

''میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا اور مجھے امید ہے اللہ عزوجل ان کی آئندہ نسل میں ایسے لوگ ضرور پیدا فرمائے گا جو اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' (مدارج النبوۃ جلد دوم)

بیعت عقبہ

12 نبوی میں مدینہ سے سات افراد عقبہ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پر بیعت کرتے ہوئے اقرار کیا کہ وہ نہ تو چوری کریں گے اور نہ زنا، نہ شرک کریں گے اور نہ ہی اپنی اولادوں کو زندہ دفن کریں گے اور نہ ہی کسی پر بہتان تراشی کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حکم صدق دل سے مانیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ طیبہ کی جانب سفر کرنے کا حکم دیا تاکہ اس علاقے کو نور حق سے منور کریں۔

13 نبوی میں مدینہ سے پچھتر نفوس جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ حق پڑھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ

تشریف لانے کی دعوت بھی دی اور یقین دلایا کہ وہ آپ ﷺ کی حفاظت اپنے اہل خانہ سے بھی زیادہ کریں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے آپ ﷺ سے یہ وعدہ بھی لیا کہ مستقبل میں جب مکہ فتح کرلیا جائے گا تو بھی رسول اللہ ﷺ مدینہ میں قیام فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے بھی ان سے وعدہ فرمایا کہ بہت جلد ان کی خواہش پوری کردی جائے گی۔

غزوہ بدر اور ارشاد باری تعالیٰ

تعداد کے لحاظ سے مسلمان صرف تین سو تیرہ، ستر اونٹ اور صرف دو گھوڑے۔ جبکہ ان غازیوں کے پاس صرف چھ یا نو زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ صحت اور تندرستی کے حوالے سے کمزور اور نڈھال جسم، پیوندوں والے کپڑے. بہت تھوڑی مقدار میں کھجوریں اور پانی۔ مگر قوت ایمانی سے بھرپور تھے۔

اسکے برعکس کفار کی فوج ایک ہزار جنگجو افراد پر مشتمل، ہزار سے زیادہ اونٹ، دو سو سے زیادہ گھوڑے۔ ہر سپاہی لوہے کی زرہوں میں غرق، ہر ایک کے پاس تلوار، صحت بہت اچھی اور راشن بھی، جس میں گوشت، روٹی اور ستو وغیرہ تھے۔ ظاہری طور پر اگر دیکھا جائے تو مسلمانوں کو شکست ہونی چاہئے تھی لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ اگر ایمان کی سطح (جو صحابہ کرام نے حاصل کی) اللہ کے مطلوبہ معیار پر پوری اترے تو اللہ پاک اپنی غیبی مدد کے ذریعے فرشتے بھیج کر بھی فتح ایمان والوں ہی کو دیتے ہیں خواہ تعداد و اسباب کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ پاک نے اس مدد (جو بدر کے مقام میں فرمائی) کا ذکر قرآن مجید میں بھی فرمایا۔

ترجمہ: اور بے شک اللہ نے تمہاری مدد بدر میں کی اور تم کچھ نہ تھے۔ پس اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکر گزاری کرو۔ (آل عمران ۱۲۳)

اس غزوہ سے ہمیں تین اہم سبق ملتے ہیں۔

پہلا سبق

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دکھادیا کہ تعداد ہتھیاروں اور اسباب سے فتح نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح ہوتی ہے۔ اللہ کی مدد اعمال سے منسلک ہے اور اعمال کا تعلق ایمان سے ہے، اگر ایمان مکمل ہوگا تو اعمال (اللہ کے احکام کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں پر پورا کرنا) نکلیں گے اور ان پر اللہ کی مدد آئے گی۔

دوسرا سبق اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشورہ قبول کرنا

بدر میں چونکہ کفار پہلے پہنچے تھے۔ انہوں نے جنگی حکمت عملی کے تحت اچھی جگہ کا چناؤ کر لیا تھا اور مسلمان بعد میں آئے۔ ریت اتنی نرم تھی کہ اونٹوں کے پاؤں اس میں دھنس جاتے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ جو مقام مسلمانوں کی پوزیشن کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ کیا وہ وحی کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق مشورہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مشورے کے نتیجے میں آنے والی رائے کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اور ایک دوسری جگہ منتخب کر لی گئی۔ اس کے بعد اللہ نے احسان کا معاملہ فرمایا اور بارش ہوگئی۔ جس سے ریتلا علاقہ بہت سخت ہوگیا۔ اس کے علاوہ وافر مقدار میں مسلمانوں کو مل گیا، جس سے وضو اور غسل کا انتظام ہوگیا اور اس کے برعکس کفار جو پختہ اور نشیبی زمین میں تھے۔ اس میں اُن کے جانور دھنسنے شروع ہوگئے۔ ان کو سخت پریشانی اُٹھانا پڑی۔ اس رحمت والی بارش کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

ترجمہ: اور آسمان سے تم پر پانی برس رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے تم پاک کرے۔ (انفعال ۱۱)

تیسرا سبق

جنگ 17 رمضان 2 ھ میں ہوئی۔ ماہ رمضان میں مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں لہٰذا ماہ رمضان کی آمد مسلمانوں کے لئے باعث برکت ہوئی۔ اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

قریش کی جاسوسی کا فیصلہ

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں انتظامات کے بعد مدینہ منورہ سے نکلے اور بدر کی جانب چل دیئے اور مقام صفراء پر پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے دو لوگوں کو بھیجا کہ وہ خبر لائیں قریش کا قافلہ کہا پہنچا ہے؟ (زرقانی جلد اول)

رسول اللہ ﷺ کی خبر ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) کو بھی ہوگئی تھی اور ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) نے ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ وہ قریش کو اس کی خبر دے اور خود راستہ بدل کر سمندر کی جانب چلا گیا۔ ضمضم بن عمرو غفاری مکہ مکرمہ پہنچا اور اس نے اپنا گریبان چاک کرلیا اور چلانے لگا۔

”ہمارے سامانِ تجارت کو مسلمانوں نے روک رکھا ہے اور وہ اسے لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا تم اپنے ہتھیار اٹھاؤ اور جلدی چلو“

مشرکین مکہ نے جب یہ خبر سنی تو ان کا سکون غارت ہوگیا اور وہ جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ ابولہب جو ان دنوں بیمار تھا وہ اپنی بیماری کی وجہ سے ان کے ساتھ نہ ہوا۔ عمرو بن حضرمی کی موت کا واقعہ چونکہ ابھی تازہ تھا اس لئے ہر مشرک اس

جوش وخروش کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہو رہا تھا کہ وہ عمرو بن حضرمی کا بدلہ لے گا۔ مشرکین مکہ کے سردار روزانہ دس دس اونٹ ذبح کرتے تھے تاکہ لشکر کے کھانے کا انتظام ہو اور مشرکین مکہ کے لشکر کی سربراہی عتبہ بن ربیعہ کے ہاتھ تھی۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) چونکہ ضمضم بن عمرو غفاری کو بھیجنے کے بعد راستہ بدل چکا تھا اور جب وہ محفوظ مقام پر پہنچ گیا تو اس نے مشرکین مکہ کو ایک خط لکھا۔

''ہم لوگ بحفاظت ہیں لہٰذا تم لوگ بھی اب گھروں کو واپس لوٹ جاؤ''

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کا یہ خط جب سردارانِ قریش کو ملا تو انہوں نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا مگر ابوجہل اس موقع پر بگڑ گیا اور کہنے لگا۔

''ہم بدر جائیں گے تاکہ عرب کے دیگر قبائل پر اور مسلمانوں پر ہمارا رعب و دبدبہ قائم ہو'' (مدارج النبوۃ حصہ دوم)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لے جانے کا فیصلہ

مورخین لکھتے ہیں حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا 2ھ میں بیمار ہوئیں اور اس وقت رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔

''اپنی بیوی کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں رہو''

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کے ہمراہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ منورہ چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں شامل نہ ہونے کا غم تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے فتح بدر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو بشارت دی۔

''عثمان (رضی اللہ عنہ)! تم بھی بدر میں شمولیت کرنے والوں میں سے ہو۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت میں سے بھی حصہ دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال

مسلمانوں کو غزوہ بدر میں فتح نصیب ہوئی اور اسی روز حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں فتح کی خوشخبری سنانے مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین میں مشغول تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیٹی کے وصال کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے حد غمزدہ ہوئے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

غزوہ بدر کے قیدیوں کے متعلق فیصلہ

غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کے ستر کے قریب افراد کو قیدی بنایا گیا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحویل میں دے دیا اور ان میں سے کچھ کو بعد میں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

روایات میں آتا ہے جب قیدیوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیوں میں اکثر کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ہے انہیں مناسب فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے تاکہ جو فدیہ ان سے حاصل ہو

اس سے مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانے میں مدد ملے اور ہم اس فدیہ سے اپنے جنگی اخراجات کو بھی پورا کر سکیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری رائے حضرت ابوبکرؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتی میری رائے میں ان سب کے سر قلم کر دیئے جائیں تاکہ مشرکین کو علم ہو سکے کہ ہمارے دلوں میں کفار کے لئے نرم گوشہ موجود نہیں۔ ہماری اس سختی کو دیکھ کر ان کی کمر ٹوٹ جائیگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ

مورخین لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے ان دونوں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات سنی تو خاموشی سے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے اور فرمایا:

"اللہ عزوجل نے بعض لوگوں کے دل بہت نرم کئے ہیں اور وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہے اور بعض کے دلوں کو سخت کیا ہے اور وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی مثال ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی اے اللہ! جو میری بات مان لے وہ میرے ساتھ ہے جو میرا انکار کرے تو اس کو بھی بخش دے اور تو ہی رحم فرمانے والا ہے۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! تیرا حق ہے اور یہ تیرے بندے ہیں چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو بخش دے اور تیرا قول

غالب اور حکمت والا ہے۔

اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی مثال نوح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! روئے زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رہنے دے۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے عزوجل کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! ان کے مال تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ دردناک عذاب دیکھے بغیر تجھے ماننے والے نہیں۔"

آپ سرکار نے فیصلہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو مقدم رکھا اور متعدد قیدیوں کو مناسب فدیہ کے عوض رہا کر دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ

جنگ بدر کے موقع پر مشرکین نے حضرت سیدنا عباسؓ کو قیدی بنا لیا۔ آپؓ کو اذیت دی گئی۔ رسیوں سے باندھا گیا۔ تکلیف کی وجہ سے حضرت عباس کراہ رہے تھے۔ ان کی تکلیف کی وجہ سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین اور بے قرار رہے۔ رات کو آرام نہیں کر سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دوسرے دن مسجد میں تشریف لائے۔ بے چینی کے اثرات چہرے پر نمایاں تھے۔ کسی صحابی نے بے سکونی کی وجہ پوچھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"میرے چچا کو رسیوں سے انتہائی سختی سے باندھا گیا ہے اور وہ کراہ رہے ہیں"

یہ سن کر ایک صحابی گئے اور ان کی رسیاں ڈھیلی کر دیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا:

"تم سب کے ساتھ ایسا ہی کرو"

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس ؓ کا فدیہ دے کر آپ کو قید سے رہائی دلوائی۔

(اسد الغابہ جلد پنجم صفحہ نمبر 185)

ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کے متعلق فیصلہ

جنگ بدر میں ابو العاص ؓ قیدی بنا لیے گئے۔ ابو العاص ؓ آپ سرکار ﷺ کی صاحب زادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حضرت سیدہ زینب ؓ کو جب حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے قید کی خبر ملی تو آپ ؓ نے اپنا ہار جو والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بوقت شادی آپ ؓ نے اپنی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بطور تحفہ عطا کیا تھا وہ ہار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ اس کے بدلہ میں حضرت ابو العاص ؓ کی رہائی عمل میں آ سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہار دیکھا تو آپ ﷺ کو اپنی محبوب بیوی یاد آ گئیں۔ آپ ﷺ کے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو ان کے عزیز و اقارب تھے انہوں نے فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلوائی۔

حضور کریم کے آنسو اور صحابہ کرام

''یہ میری بیوی اور تمہاری ماں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا ہار ہے یہ ہار میری بیٹی کے پاس میری بیوی کی نشانی ہے اگر تم کہو تو میں اس ہار کو لوٹا دوں اور ابولعاص (رضی اللہ عنہ) کا فدیہ یہ ہوگا کہ وہ مکہ مکرمہ واپس جاتے ہی میری بیٹی کو صحیح سلامت مدینہ منورہ میرے پاس بھیج دیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کیا اور پھر حضرت ابو العاص ؓ کو اس شرط پر رہا کیا گیا وہ مکہ مکرمہ جا کر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو

مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو حضرت ابوالعاصؓ کے ہمراہ بھیج دیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے مکہ مکرمہ کے نواح میں قیام کیا اور حضرت ابوالعاصؓ نے حسب وعدہ اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ حضرت سیدہ زینبؓ کو ان کے پاس بھیج دیا جہاں سے حضرت زید بن حارثہؓ نے حضرت سیدہ زینبؓ کو ہمراہ لیا اور مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔

غزوہ اُحد

کفار کی فوج تین ہزار پیادہ اور مکمل طور پر ہتھیاروں سے لیس افراد پر مشتمل تھی۔ دوسو زرہ پوش گھڑسوار اور اشعار پڑھ پڑھ کر بدر کے انتقام کی آگ کو بھڑکانے کے لئے گانے والیاں ساتھ لائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی کفار کے پاس بہت سا جنگی سازو سامان تھا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جن میں عین جنگ کے وقت یہودیوں کا تقریباً چار سو افراد پر مشتمل دستہ میدان چھوڑ کر چلا گیا۔ اس طرح مسلمان صرف چار سو پیادہ اور پچاس گھڑسوار باقی بچے، حضور پاک ﷺ نے اُحد پہاڑ کو پشت میں رکھا۔ پشت پر اور بائیں طرف ایک (Dominating Feature) پہاڑی تھی۔

حضور پاک ﷺ نے اس پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی زیر کمان پچاس تیر اندازوں کو متعین فرمایا اور حکم دیا کہ گو لڑائی میں فتح بھی ہو جائے تو وہ اس جگہ سے نہیں ہٹیں گے۔ سخت زوردار جنگ کے بعد کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بدحواسی کے عالم میں بھاگنا شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کے لشکر میں سے کچھ نے کفار کا پیچھا شروع کر دیا اور کچھ نے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ چند صحابہؓ حضور پاک ﷺ کے قریب موجود تھے۔ پہاڑی پر عبداللہ بن جبیرؓ کے زیر کمان جو تیر کمان جو تیرانداز حضور پاک ﷺ

نے متعین کیے تھے۔انہوں نے غلط فہمی کی بناء پر عبداللہ بن جبیرؓ کے کہنے کے باوجود یہ کہا کہ ہمارے لیے حکم اس پوزیشن پر فتح تک تھا۔اب تو ہم نے جنگ جیت لی ہے اور جگہ چھوڑ کر میدان جنگ میں مال غنیمت کی طرف چلے گئے۔خالد ولید نے اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کو اس جگہ سے نیچے اترتے دیکھا تو پہاڑی کا چکر لگا کر عقب سے حملہ کر کے عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند باقی ماندہ ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اس پہاڑی پر حملے نے کفار کے لیے شکست کے نقشے کو بدل دیا۔

غزوہ احد میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا جبکہ بائیس کفار جہنم واصل ہوئے۔رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے والے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جانثاری کا ثبوت دیا اور آپ سرکار ﷺ کی حفاظت فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں غزوہ اُحد کے بارے میں فرمایا:

وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن اللہ ولیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا

ترجمہ: اور جو نقصان تمہیں اس لڑائی کے دن پہنچا وہ اللہ کے حکم سے تھا اور اس لئے تھا تاکہ دیکھے کہ تم میں کون ایمان والا ہے اور کون منافق''

اُحد پہاڑ کی پشت پر ایک دستہ تعینات کرنے کا فیصلہ

جب لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ایک دستہ کے ہمراہ احد پہاڑ کی پشت پر تعینات کر دیا۔ اس دستہ کی تعیناتی کا مقصد دشمن کی ممکنہ حملہ کو روکنا تھا۔ابتدائی مراحل میں مجاہدین نے

مشرکین کی کمر توڑ دی یہاں تک کہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے کی فکر میں تھے۔ بلکہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اسلامی لشکر میں چند لوگ ایسے موجود تھے جنہوں نے چند روز پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے جب مشرکین کو میدانِ جنگ سے بھاگتے دیکھا تو مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔

سعدی کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ غزوہ احد کے موقع پر مشرکین سے مقابلہ کیلئے نکلے اور آپ ﷺ نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں کے ساتھ پہاڑ کی جڑ پر متعین کیا اور پھر جب باقاعدہ جنگ شروع ہوئی تو مشرکوں کے علمبردار طلحہ بن عثمان نے میدان میں نکل کر لشکر اسلام کو للکارا اور کہا۔

''تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ہمیں جہنم واصل کرو گے اور اگر ہم نے تمہیں شہید کیا تو تم جنت میں جاؤ گے پس تو کون مرد ہے جو مجھے جہنم واصل کرے یا پھر خود جنت میں چلا جائے۔''

اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے فرمانے لگے۔

''قسم ہے پروردگار کی، میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تجھے جہنم میں نہ پہنچادوں یا پھر تیری تلوار کے وار سے خود جنت میں نہ پہنچ جاؤں''

یہ کہتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ اس کا پاؤں کٹ گیا۔ اس بنا پر اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ اس نے آپؓ کو اپنی اور اللہ عزوجل کی قرابت کا واسطہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضرت علیؓ سے یوں مخاطب ہوئے۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ) تم نے اسے چھوڑ دیا؟''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا

''جب اسکی شرمگاہ کھل گئی تو اس نے مجھے اللہ عزوجل اور اپنی قرابت کا واسطہ دیا چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا'' (تاریخ طبری جلد دوم)

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں جو دستہ احد کی پہاڑ کی پشت پر تعینات کیا گیا تھا یہ سمجھتے ہوئے کی ہم فتح یاب ہو چکے ہیں۔ اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان کی سربراہی میں مشرکین کے ایک دستہ نے مسلمانوں پر پشت سے حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہو گئے۔ ان شہادتوں کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوش و خروش میں کمی واقع ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے انہوں نے مشرکین پر تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیئے اور انہیں ہندہ کے غلام حبشی نے شہید کر دیا۔

اس غزوہ میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جبکہ دشمن کے بائیس کفار مارے گئے اور واصل جہنم ہوئے۔ رسولِ کریم کی حفاظت کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنی جان نثاری کا ثبوت دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

اللہ عزوجل نے سورہ آل عمران میں غزوہ اُحد کے بارے میں فرمایا:

وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا۔

''اور نقصان تمہیں اس لڑائی کے دن پہنچا وہ اللہ کے حکم سے تھا اور وہ اس لئے تھا تاکہ دیکھے کہ تم میں سے کون ایمان والا اور کون منافق ہے''

مقتولین اُحد کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ

روایات میں آتا ہے غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے شہید ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو حضرت عمرؓ کفار پر ٹوٹ پڑے اور پھر اس دوران خبر ملی رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں تو آپؓ دیگر جانثاروں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کو لے کر ایک محفوظ جگہ منتقل ہو گئے۔ اس دوران ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے اونچی آواز میں کہا:

''اے گروہِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا:

کچھ دیر بعد کوئی جواب نہ پا کر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے اونچی آواز میں پکارا:

''اے گروہ محمد (ﷺ) کیا تم میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہم) ہیں؟''

اس مرتبہ پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کچھ دیر بعد پھر بولا۔

''ضرور یہ لوگ مارے گئے ہیں''

حضرت عمرؓ فاروق نے اس کی ہرزہ رسائی سن کر پکارے

''اے دشمن خدا! ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں''

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے یہ سنکر پکارا ہبل بلند ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے پکارے:

''اللہ عزوجل بلند و برتر ہے''

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر کہا:

''معرکہ احد، معرکہ بدر کے برابر ہو گئی یعنی ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا''

حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمانے پر پکارا:

''نہیں ابوسفیان! یہ برابری نہیں کیونکہ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں''

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے جب حضرت عمر فاروقؓ کی بات سنی تو گھوڑا دوڑاتے ہوئے بھاگ گئے (اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ 648)

کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا فیصلہ

کعب بن اشرف یہودی تھا اور یہود کے امراء میں شمار ہوتا تھا اور یہودی علماء اور مذہبی پیشواؤں کو اپنے مال سے تنخواہ دیتا تھا۔ یہ شاعر ہونے کے ناطے یہودیوں کے علاوہ دیگر قبائل عرب میں اثر و رسوخ کے حوالے سے بہت ہی مشہور تھا۔ سرداران قریش جو غزوہ بدر میں مارے گئے تھے ان کی یاد میں کعب بن اشرف نے ایک مرثیہ بھی لکھا تھا جسے سن کر مشرکین مکہ میں ماتم کی لہر دوڑ گئی تھی۔

ایک دفعہ کعب بن اشرف ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے ملا جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں مسلمانوں سے غزوہ بدر کا بدلہ لینے کے لئے اُبھارا اور ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کانہ کعبہ بھی گیا اور غلافِ کعبہ پکڑ کر عہد لیا کہ مسلمانوں سے غزوہ بدر کا انتقام لیا جائے گا۔

کعب بن اشرف مکہ مکرمہ سے واپس لوٹا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا رہا کعب بن اشرف کی یہ تمام قبیح حرکات اس امن معاہدہ کی خلاف ورزی تھی۔ وہ معاہدہ جو آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔ صحابہ کرام ایک مدت تک اس کی یہ گستاخیاں برداشت کرتے رہے۔ ایک دن حضرت محمد بن مسلمہ،

حضرت ابو نائلہ، حضرت عباد بن بشر، حضرت حارث بن اوس اور حضرت ابع عبس رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف کے گھر گئے اور اس کے قلعہ نما گھر کے پھاٹک پر چڑھ کر اندر گئے اور اسے قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

اس واقعہ میں حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ تلوار کی نوک سے زخمی ہو گئے تھے آپ ﷺ نے حضرت حارث بن اوس کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا تو حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کا زخم اسی وقت درست ہو گیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد دوم)

دعثور کے متعلق فیصلہ

ربیع الاول 3 ہجری کو حضور کریم ﷺ کو خبر ملی کہ نجد کے مشہور بہادر دعثور بن الحارث محاربی نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس ضمن میں اس نے ایک لشکر بھی تیار کر لیا ہے۔ خبر ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے چار سو صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر آئے تاکہ اس کا مقابلہ کیا جا سکے۔

جب دعثور بن الحارث محاربی کو اس کی خبر ہوئی کہ حضور کریم ﷺ مقابلے کے لئے صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے باہر آ گئے ہیں۔ مقابلہ کرنے کی بجائے اس نے اپنے لشکر کو پہاڑوں پر چڑھ جانے کی ہدایت کی۔ پہاڑوں پر چڑھ جانے والوں میں سے ایک سپاہی ''حبان'' نامی پکڑا گیا۔ جس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی دوران بارش ہوئی آپ ﷺ بارش کے دوران بھیگ گئے کپڑے خشک کرنے کے لئے آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے تاکہ کپڑے خشک ہو جائیں۔

پہاڑ کی بلندی سے کفار نے رسول اللہ ﷺ کو تنہا دیکھا تو دعثور بن الحارث کو اطلاع کر دی۔ دعثور بن الحارث موقع کو غنیمت جانتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اترا تلوار کو نیام سے نکالا حضور کریم ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ حضور کریم ﷺ سے مخاطب ہوا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا:

''میرا اللہ مجھے بچائے گا''

آپ کی یہ بات سنتے ہی اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ اس قدر گھبرایا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپ نے اسکی تلوار اُٹھائی اور اس سے فرمایا اب تجھے کون بچائے گا؟

دعثور بن الحارث نے اسی طرح کانپتے ہوئے کہا کوئی بھی نہیں۔ چونکہ آپ رحمت العالمین ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر ترس آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

دعثور بن الحارث آیا تھا لڑنے کے لئے، رسول اللہ کا عفو دیکھا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ واپس جا کر اپنے ہی لشکر کو دین کی تعلیم دینی شروع کر دی۔

(زرقانی علی المواہب جلد دوم)

غزوہ خندق

کفار پورے ساز و سامان کے ساتھ تھے اور یہودیوں کو ساتھ ملا کر دس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے تو مسلمانوں کو بھی خبر پہنچ گئی۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر سنتے ہی صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کیا۔ حضرت سلیمانؓ فارسی نے مشورہ دیا کہ جب وقت تھوڑا ہو اور تیاری بھی نامکمل ہو تو ''فارس میں'' ہم بجائے کھلے میدان کے خندقیں کھود کر شہر کی حفاظت کرتے ہیں۔

خندق کی کھدائی کا فیصلہ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا مشورہ

رسول اللہ ﷺ کو کفار کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا اس موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔

"غزوہ احد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا درست نہ ہوگا اور ہمیں شہر کے اندر رہ کر دفاع کرنا چاہئے اور شہر کے گرد خندق کھودنی چاہئے تا کہ کفار کے لشکر کا راستہ روکا جاسکے اور شہر میں داخلے کا صرف ایک راستہ رکھا جائے جبکہ باقی تمام راستوں پر پانچ گز گہری خندق کھودی جائے۔"

حضور پاک نے اس مشورے کو پسند فرمایا اور مدینہ کی جس رخ سے حملہ ہوسکتا تھا اس طرف سے خندق کھودنی شروع کردی۔ مسلمانوں نے بھوک برداشت کرنے کے لئے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ سخت سردی کے باوجود تن کے کپڑے ناکافی تھے۔ زمین کھودنے کے لیے کدالیں بھی ناکافی تھیں۔ حضور پاک ﷺ خود بھی خندق کی کھدائی میں شامل ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کو تین تین دن سے فاقے تھے۔ دشمن کا سخت خطرہ تھا۔ خندق کو عبور کرنے کی کئی کوششیں کی گئیں لیکن مسلمانوں نے اللہ کی مدد سے سب کو ناکام بنادیا۔ ان مشکلات کے باوجود مسلمانوں نے اللہ کی شرطیہ مدد حاصل کرنے والے عمل یعنی نماز کو قائم رکھا اور آج بھی وہاں چھ مساجد تقریباً سو سو گز کے فاصلے پر موجود ہیں۔ وہاں پر مختلف ٹولیوں کی جماعت حضور پاک ﷺ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت علی المرتضیٰؓ وغیرہ کراتے تھے۔ اس غزوہ کے دوران جب صحابہ کرامؓ بھوک

یا خوف کی بات کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ دعائیں پڑھنے کا حکم دیا۔

اللّٰھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذبك من شرورھم

ترجمہ: اے اللہ بے شک ہم تجھ کو ان کے سامنے ڈھال بناتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اللھم استر عوراتنا و امن روعاتنا

ترجمہ: اے اللہ تو ہماری کمزوریوں کو چھپا لے اور ہمارے ڈر اور خوف کو امن و امان دے دے۔

آخر مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مخلوق ہوا کو استعمال کیا۔ زبردست آندھی آئی جس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے۔ خیموں میں آگ بھی لگ گئی۔ کھانے کے برتن بھی اُڑ گئے۔ اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اتنا خوف ڈال دیا کہ محاصرہ اُٹھا کر واپس مکہ چلے گئے۔

حضرت جابرؓ کی دعوت طعام

خندق کھودنے کے دوران حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم اطہر پر پتھر بندھے دیکھے تو دل غم سے بھر آیا۔ آپ سے گھر جانے کی اجازت چاہی جو آپ نے عطا کر دی۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں گھر چلا گیا۔ جاتے ہی بیوی سے کہا۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین دن سے فاقہ کرتے دیکھا ہے اور اب مجھ سے برداشت نہیں ہوا، کیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟"

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں وہ بولی ایک صاع جو کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے کہا تم وہ جو پیش کر آٹا گوندھو، میں گھر میں موجود بکری کا بچہ ذبح

کر کے اس کا گوشت بناتا ہوں۔گوشت تیار کرنے کے بعد میں نے بیوی کو کہا کہ تم سالن تیار کرو۔میں رسول اللہ ﷺ کو لے کر آتا ہوں۔میری بیوی نے کہا تم چند لوگوں کو آپ ﷺ کے ہمراہ لانا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ کھانا کم ہو اور میں رسوا ہو جاؤں۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں میں واپس آیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آہستہ سے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے گھر ایک صاع جو اور ایک بکری کا بچہ تھا میں نے کھانا تیار کروایا۔آپ ﷺ ساتھ چلیں اور چند صحابہ کرام کو بھی ہمراہ لے لیں جو یہ کھانا تناول فرمائیں آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا:

''اے خندق والو! جابر (رضی اللہ عنہ) نے دعوت کی ہے سب آؤ اور اس دعوت میں شریک ہو''

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چل دیئے۔رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جب تک میں نہ آؤں تم کسی کو کھانا نہ دینا۔پھر آپ تشریف لائے۔گوندھے ہوئے آٹے میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا اب روٹی پکواؤ اور ہانڈی چولہے سے نہ اُتارنا۔پھر کیا ہوا؟

''میں سالن ڈال ڈال کر دیتا رہا روٹیاں پکتی رہیں صحابہ کرام تناول فرماتے گئے۔تقریباً ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کھانا پیٹ بھر کر کھایا۔ہانڈی جوش مارتی رہی۔روٹی پکتی رہی۔صحابہ کرام کھاتے گئے۔آٹا بدستور اسی طرح رہا۔ہانڈی میں سالن بدستور موجود تھا۔ہانڈی چولہے پر جوش مار رہی تھی۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وہ کہہ رہی ہے کہ:

''ہے کوئی اور کھانے والا ؟''

بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ

روایات میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق کے بعد گھر تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل فرماتا ہے آپ ﷺ اپنے ہتھیار نہ کھولیں کیونکہ بنی قریظہ کا معاملہ ابھی باقی ہے"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت اعلان کروا دیا کہ کوئی بھی شخص نماز عصر ادا نہ کرے یہاں تک کہ ہم بنی قریظہ پہنچے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک دستہ کے ہمراہ مقدمہ الجیش پر مقرر فرمایا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے لشکر اسلام کا جھنڈا بنی قریظہ کے سامنے گاڑ دیا۔ بنی قریظہ جو اچانک لشکر اسلام کے آنے کا سن کر قلعہ بند ہو گئے تھے انہوں نے قلعہ کی چھتوں پر چڑھ کر گالی گلوچ شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس دوران بنی قریظہ پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے قلعہ کے محاصرے کا حکم دے دیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ پچیس روز کے محاصرے کے بعد بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی انہیں زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کے سپرد کیا جائے وہ جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذؓ جو کہ غزوہ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے انہیں بنو قریظہ بلایا گیا اور انہوں نے فیصلہ کیا بنی قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کا مال و اسباب کو ضبط کر لیا جائے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ فیصلہ اس روشنی میں کیا کہ بنی قریظہ نے غزوہ خندق میں کفار اور دیگر یہودی قبائل کو پندرہ سو تلواروں، تین سو زرہیں، دو ہزار

نیزے اور پندرہ سو ڈھالیں فراہم کی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ایک خندق کھودی گئی جہاں مردوں کو ایک ایک کرکے لایا جاتا اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم ان کی گردنیں اُڑاتے جاتے تھے۔ان مردوں میں حی بن اخطب بھی شامل تھا جسے حضرت علیؓ مارا۔(سیرت ابن ہشام جلد دوم)

بنی سعد کے متعلق فیصلہ

6ھ میں بنی سعد جو فدک کے گردونواح میں واقع تھے انہوں نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ مل کر سازش کی مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی جائے۔رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو سو مجاہدین کے ہمراہ بنی سعد کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور ہدایت فرمائی رات کو سفر کرنا اور دن میں قیام کرنا۔

حضرت علیؓ مدینہ منورہ سے نکلے اور فدک وخیبر کے درمیان غمج نامی چشمہ پر پہنچ گئے جہاں آپؓ نے ایک آدمی کو گرفتار کیا اور اس سے بنی سعد کی جنگی تیاریوں کے بارے میں دریافت فرمایا۔اس شخص نے پہلے تو انکار کیا مگر جب اس پر سختی کی گئی تو اس نے اس بات کا قرار کیا۔

"میں بنی سعد کا جاسوس ہوں اور خیبر کے یہودیوں کے پاس جنگ کی صورت میں معاملات طے کرنے گیا ہوا تھا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جان بخشی کا وعدہ کرتے ہوئے اس سے بنی سعد کی عسکری قوت کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر آپؓ نے بنی سعد کی بے خبری میں ان پر بڑا حملہ کر دیا جس سے بنی سعد منتشر ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ

وہاں سے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں اپنے لشکر کے ہمراہ ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ بنی سعد کو منتشر کرنے سے خیبر کے یہودی جو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اگر وہ مدینہ منورہ پر حملہ کریں تو بنی سعد ان کی مدد کریں گے مگر ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ (طبقات ابن سعد جلد اول)

معاہدہ حدیبیہ اور عمرہ کا ارادہ

مہاجرین کو وطن چھوڑے ہوئے چھ سال گزر چکے تھے۔ وطن، یہاں وہ پل کر جوان ہوئے تھے کی محبت انہیں بے چین کئے ہوئے تھی۔ کعبہ کی خواہش ان کے دلوں میں مچل رہی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذیقعد 6 ہجری کو صحابہ کے جلو میں زیارت کعبہ کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا اس لئے قربانی کے ستر اونٹ جن میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا ساتھ لے لئے تاکہ قریش مکہ کو جنگ کی بدگمانی نہ ہو۔ مسلمانوں نے تلوار کے سوا اپنے تحفظ کے لئے کچھ نہ لیا۔ (ابن سعد جلد اول 438)

حدیبیہ میں قیام کا فیصلہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ پر پہنچ کر نماز ظہر کے بعد احرام باندھا اور قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قلاوے ڈالے اور قربانی کی علامت کے طور پر کوہان کی داہنی جانب زخم لگائے۔ قریش مکہ کو مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے تمام حلیف قبائل کو بلدح کے مقام پر جمع کر لیا۔ انہوں نے خالد بن ولید بروایت دیگر عکرمہ بن ابو جہل کو دو سو گھوڑ سواروں

کے ساتھ کراع انعیم تک آگے بھیج دیا۔ مسلم جاسوس بسر بن سفیان نے قریش کی جنگی تیاریوں کی خبر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وادی عفان میں دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے اسلحہ منگوا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ راستہ چھوڑ دیا جس پر مشرکین جمع تھے اور دشوار گزار پہاڑی راستے ہوتے ہوئے حدیبیہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلے پر ایک کنواں تھا۔ جس کے ساتھ ایک میدان تھا جسے اس کنوئیں کی نسبت سے حدیبیہ کہا جاتا تھا۔ (چاہ حدیبیہ میں پانی نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور حکم دیا اسے کنوئیں میں گاڑ دیا جائے جب ایسا کیا گیا تو پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور کنواں پانی سے بھر گیا۔ قریش کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدیبیہ میں پہنچ جانے کا علم ہوا تو وہ مکہ کے دفاع کے لئے واپس پلٹے انہوں نے مسلمانوں کو حرم میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے مصمم ارادہ کر لیا۔

بدیل بن ورقاء کی سفارت

قبیلہ خزاعہ جو مسلمانوں کا حلیف تھا کا سردار بدیل بن ورقاء خزاعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قریش کے عزائم اور جنگی تیاریوں سے مطلع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔ محض زیارت بیت اللہ مقصود ہے لڑائی نے پہلے ہی قریش کا کس بل نکال کر کمزور کر دیا ہے اگر پسند کریں تو ہم ایک مدت کے لئے ان سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں اور وہ دوسرے کے مقابلے میں میری مزاحمت ترک کر دیں اگر وہ اس پر راضی نہیں تو خدا کی قسم میں اپنے اس مقصد کے لئے آخری دم تک لڑوں گا یہاں تک کہ میری جان چلی جائے یا

خدا اپنے کام کو نافذ کر دے۔"

عروہ بن مسعود کی سفارت

قریش نے عروہ مسعود کو سفیر بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

"کیا تم پہلے اپنی ہی قوم کا استیصال کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم سے پہلے کسی عرب نے ایسا کیا ہے کہ اپنی جڑ کاٹی ہو اور اگر معاملہ الٹ ہوا تو تمہارے ساتھی تم کو دشمن کے نرغے میں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عروہ کو جواب دیا:

"ہمارا ارادہ ہرگز لڑنے کا نہیں تاہم اگر قریش نے لڑائی ہم پر مسلط کی تو ہم اپنی مدافعت میں ضرور جنگ کریں گے ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔"

عروہ جب بات کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا تو مغیرہ بن شعبہؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حفاظت کے فرائض پر مامور تھے تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارے۔ عروہ کی سفارت ناکام ہوئی لیکن احترام نبوی کا نقش اس کے دل میں بیٹھ چکا تھا اس نے وہاں جا کر قریش کو اسطرح کہا:

"میں نے نجاشی حبشہ، قیصر روم اور کسریٰ ایران کے دربار دیکھے لیکن میں نے کسی بادشاہ کی اپنوں میں وہ عزت نہیں دیکھی جو محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں جب وہ تھوکتے ہیں تو صحابہ زمین پر نہیں گرنے دیتے اور اپنے بدن پر مل لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کی بجا آوری کرتے ہیں جب محمدؐ وضو کرتے ہیں تو پانی زمین پر گرنے سے قبل صحابہ تبرک سمجھ کر ہاتھوں پر لیتے اور منہ اور آنکھوں پر مل لیتے ہیں

ان کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا ادب اور تعظیم ہے کہ تیز نظر سے انہیں نہیں دیکھتے اس لئے میری رائے ہے کہ جو انہوں نے پیش کی ہے مان لو۔"

بیعت رضوان

گفت و شنید کو آگے بڑھانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو قریش کے پاس بھیجنا چاہا لیکن انہوں نے معذرت چاہی اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے وہاں جانے میں جان کا خوف ہے کیونکہ میرے خاندان کا کوئی فرد مکہ میں نہیں جو میری حمایت کرے۔"

مزید براں قریش جانتے ہیں کہ میں اس کا سخت دشمن ہوں اور وہ مجھ پر برہم ہیں۔ اگر آپ عثمان بن عفانؓ کو بھیج دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ وہ مجھ سے زیادہ عزت اور اثر رکھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمانؓ کو اشراف قریش کے پاس روانہ کیا تاکہ انہیں بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ ان کا مقصد بیت اللہ کے اکرام و جلال اور زیارت کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت عثمانؓ اپنے ایک عزیز اباں بن سعید کی پناہ میں ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) اور دیگر قریش کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دیا۔ سرداران قریش نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہو لیکن وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سال ہمارے شہر میں داخل ہونے نہیں پائیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ کریں میں بھی طواف نہیں کرتا۔ اس پر قریش نے حضرت عثمانؓ کو اپنے ہاں روک لیا۔ ان کے مکہ میں قیام کی طوالت کے باعث اور قریش کے دشمنانہ رویہ کے پیش نظر مسلمانوں میں حضرت عثمانؓ کی شہادت افواہ پھیل

گئی۔ اس خبر کو سن کر آپ نے فرمایا:

''جب تک میں دشمن سے فیصلہ کن لڑائی نہ لڑوں یہاں سے نہیں جاؤنگا''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوش انتقام میں حدیبیہ کے میدان میں ببول کے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر مسلمانوں سے بیعت لی اسے بیعت رضوان اور بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے۔

بیعت اس امر کی لی گئی کہ قصاص عثمانؓ کے لئے جنگ کرنا پڑی تو مسلمان آخری دم تک ثابت قدم رہیں گے اور کسی حالت میں بھی بھاگیں گے نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا دایاں ہاتھ قرار دے کر ان کی جانب سے بیعت کی۔ جد بن قیس انصاری کے سوا سب مسلمانوں نے بیعت کی۔ صحابہ نے جس جذبہ اطاعت اور جاں نثاری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرام کا یہ والہانہ جذبہ بہت پسند آیا۔ اس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: (اے پیغمبر) اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ بعد میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط ثابت ہوئی اور حضرت عثمانؓ بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔

معاہدہ حدیبیہ

1۔ تیرے نام سے اے اللہ!

2۔ یہ معاہدہ محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے اور انہوں نے یہ سمجھوتہ کیا ہے کہ:

i۔ ہر دو فریق دس سال تک باہم کوئی لڑائی نہیں کریں گے امن و امان سے

رہیں گے اور کسی پر دست درازی نہیں کریں گے۔

ii۔ یہ کہ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں میں سے جو حج یا عمرے یا تجارت کے لئے مکے آئے گا تو اس کی جان و مال کو امان ہو گا۔ اور قریش کا جو شخص تجارت کیلئے شام یا مصر (بروایت دیگر عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینے سے گزرے تو اسے جان و مال کا امان حاصل ہو گا۔

iii۔ قریش کا جو آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اور اگر محمد (ﷺ) کے ہمراہیوں میں سے کوئی شخص قریش مکہ کے پاس چلا آئے گا تو وہ واپس نہیں کیا جائیگا۔

iv۔ قبائل عرب کو اختیار حاصل ہو گا کہ وہ چاہیں تو مسلمانوں کو حلیف بن جائیں یا قریش سے معاہدہ کر لیں۔ اس معاہدہ کی رو سے بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے اور بنو بکر قریش عہد و عقد میں شامل ہو گئے۔

v۔ مسلمان اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس چلے جائیں گے اگلے سال عمرہ کریں گے، اپنے ساتھ صرف تلوار لائیں گے وہ بھی نیام میں ہو گی۔ مسلمان مکے میں تین دن قیام کریں گے۔

vi۔ یہ کہ ہم میں باہم ہر طرح سینے بند رہیں گے اور نہ تو خفیہ کسی دوسرے کی مدد کی جائے گی نہ علانیہ خلاف عہد دعا کریں گے۔

vii۔ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے پایا ہے (یعنی حدیبیہ میں) اور ان کو ذبح کر دیا جائیگا اور ان کو ہمارے پاس مکہ میں قربانی کے لئے نہیں لایا جائے گا۔

viii۔ اور صراحت کی جاتی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان حقوق اور واجبات برابر ہوں گے۔

صلح نامہ حضرت علیؓ نے تحریر کیا لیکن دوران تحریر بدمزگی پیدا ہوتی رہی۔ حضرت علیؓ نے دستاویز کے آغاز میں بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم لکھا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ میں نہیں جانتا کہ رحمن کون ہے باسمک اللھم لکھوائیں جو ہم عرب ہمیشہ لکھتے رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی لکھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا ھذا ماصلح علیہ محمد رسول اللّٰہ (یہ وہ معاہدہ جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل سے صلح کی) سہیل پھر معترض ہوا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ سے جنگ کیوں کرتے لہٰذا اپنا نام محمدؐ بن عبداللہ لکھوائیں آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ محمدؐ بن عبداللہ لکھو۔

مراجعت مدینہ

تحریر کے مکمل ہونے کے بعد اس پر بطور گواہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور محمود بن مسلمہ نے اور مشرکین کی طرف سے عبداللہ بن سہیل بن عمرو اور مگرز بن حفص نے دستخط کیے۔

اس کے بعد آپ نے قربانی دی سر منڈویا اور حرام کھول دیا۔ صحابہ کرام نے بھی ضروری مناسک کے بعد احرام کھول دیئے۔ آپؐ نے حدیبیہ میں بیس دن قیام فرمایا اور اس کے بعد مدینہ کی طرف روانگی اختیار کی۔ اس عرصہ میں صحابہ کرام میں معاہدہ حدیبیہ کی شرائط پر بحث ومباحثہ ہوتا رہا۔ بعض ان شرائط پر مطمئن تھے اور بعض بظاہر ان شرائط پر مطمئن نہ تھے۔ مدینہ جاتے ہوئے راستہ میں سورہ فتح نازل ہوئی اور اس صلح کو فتح متین قرار دیا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی نہیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عمر (رضی اللہ عنہ) میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا:

''کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا:

''پھر آپ ﷺ نے دین کے معاملے میں ہم پر ذلت کیوں گوارا کی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتا وہ میری مدد ضرور فرمائے گا''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا:

'' یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کریں گے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں نے کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے؟''

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انشاء اللہ تم ضرور بیت اللہ شریف کا طواف کرو گے''

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لے گیا اور ان سے وہی سوال پوچھے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا۔

''عمرؓ (رضی اللہ عنہ) یاد رکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تم بھی ان کا دامن پکڑے رکھو اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق پر ہیں''

ابو جندل کا واقعہ

معاہدہ کی تحریر لکھی جا رہی تھی کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو پابہ زنجیر وہاں پہنچ گیا وہ اسلام لا چکے تھے اس جرم کے پاداش میں مصائب جھیل رہے تھے۔ سہیل نے ابو جندل کو دیکھ کر تحریر کو ادھورا چھوڑ دیا اور آگے بڑھ کر ابو جندل کے منہ پر طمانچہ مارا اور گردن پکڑ کر اسے دھکے دیتا ہوا قریش کی طرف پلٹانے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گویا ہوا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے اور تمہارے درمیان معاملہ طے ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس پر ابو جندل نے چلا کر کہا اے مسلمانو! مجھے مشرکین کے حوالے نہ کرو بڑی ردوقدح کے بعد ابو جندل کو سہیل کے حوالے کرنا پڑا اور آپ نے فرمایا ابو جندل خدا تیری کشائش کیلئے کوئی سبیل نکال دے گا۔

حضرت ابو جندلؓ کے متعلق فیصلہ

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابو جندل فیصلہ کے دوران بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے آئے۔ جسے دھکے دیئے گئے۔ سہیل بن عمرو جو ابو جندل کا باپ تھا حضور سے

مخاطب ہوا۔

''معاہدہ پر دستخط سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے ابو جندل کو میرے پاس واپس کر دیں''

رسول اللہ نے فرمایا:

''ابھی فریقین کے دستخط نہیں ہوئے اور جب دستخط ہوں گے تب یہ معاہدہ نافذ العمل ہوگا''

یہ سن کر سہیل بن عمرو بولا:

''میں یہ معاہدہ نہیں کروں گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم اپنے پاس سے اجازت دے دو میں ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھ لوں گا۔''

سہیل بن عمرو بولا۔

''میں ایسی کوئی اجازت نہیں دوں گا''

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے جب اپنے باپ کی بات سنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے زخم دکھائے اور فریاد کرتے ہوئے کہا۔

''میں پھر سے مشرکین کے پاس بھیجا جا رہا ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا

''تم صبر کرو اللہ عزوجل جلد تمہارے لئے اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے کوئی سبب پیدا فرمائے گا اور ہم چونکہ معاہدہ کر چکے ہیں اس لئے بدعہدی کرنا صحیح نہیں ہے''

حضرت ابو جندل ؓ نے حضور کریم ﷺ کی بات سنی تو مکہ مکرمہ واپس لوٹ گئے۔ (صحیح بخاری جلد دوم)

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ

معاہدہ حدیبیہ کے بعد جو صحابی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مکہ مکرمہ سے فرار ہو کر مدینہ منورہ آئے وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھے۔ مشرکین مکہ نے اپنا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ سے فرمایا:

''تم جانتے ہو ہمارا اور مشرکین کا معاہدہ ہوا ہے۔ لہٰذا تم اس معاہدہ کی وجہ سے ان کے ساتھ چلے جاؤ''

حضرت ابو بصیر ؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے ان کافروں کے حوالے کرتے ہیں اور یہ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی اطاعت چھوڑ دوں اور اللہ عزوجل کو ایک تسلیم نہ کروں''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل جلد تمہاری رہائی کا سبب پیدا فرمائے گا''

اللہ عزوجل کی مہربانی اور حضور کریم کے فرمان کا پورا ہونا

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ کے وفد کے حوالے کر دیا گیا اور جب یہ وفد آپ ؓ کو لے کر مقام ذوالحلیفہ پہنچا تو آپ ؓ نے ایک کافر سے کہا۔

''تمہاری تلوار بہت اچھی ہے''

اس کافر نے حضرت ابو بصیرؓ کی تعریف پر اپنی تلوار آپؓ کو دکھائی اور آپؓ نے اسی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ اس کے ساتھی نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ ڈر کر بھاگا اور مسجد نبوی ﷺ میں جا کر ہانپنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو اس سے یوں خوف زدہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے تمام واقعہ رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا۔

اسی دوران حضرت ابو بصیرؓ ننگی تلوار لیے مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ آپ نے حضور کریم ﷺ سے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاہدہ کے رو سے آپ ﷺ کی ذمہ داری پوری کر دی، مگر اللہ عزوجل نے مجھے ان کے چنگل سے نجات دلا دی۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ یہ دیکھ کر کہ حضور نے خفگی کا اظہار کیا ہے۔ آپؓ وہاں سے بھاگ گئے اور ساحل سمندر کے پاس ایک مقام ''عیص'' میں مقیم ہوئے۔

اسی طرح حضرت ابو جندلؓ نے اپنی زنجیر کاٹی، اور وہ بھی اسی مقام پر ان سے آملے۔ یوں آہستہ آہستہ جو بھی مسلمان، مشرکین مکہ کے چنگل سے فرار ہوتا وہ مقام عیص پر پناہ لے لیتا۔ اس طرح مقام عیص پر جمع ہونے والے مسلمانوں کی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔

مشرکین کا خط حضور کریم ﷺ کے نام

مقام عیص کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے مشرکین کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشرکین کے تجارتی

سامان کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پھر مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مکتوب بھیجا جس میں لکھا تھا کہ ہم معاہدہ حدیبیہ کی اس شرط کو ختم کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان مکہ مکرمہ سے فرار ہو کر مدینہ منورہ آئے گا تو اسے دوبارہ ان کے حوالے کیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان فرار ہو کر مدینہ منورہ آئے تو آپ ﷺ کو اجازت ہے کہ اسے اپنے پاس رکھ لیں چنانچہ معاہدہ حدیبیہ کی اس شرط کے خاتمہ کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب لکھا۔

''تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ آجاؤ''

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ کا مکتوب ملا تو آپ رضی اللہ عنہ پر اس وقت حالت نزع طاری تھی۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس طرح کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت ابو جندل ؓ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مقام عیص پر ہی مدفون کیا اور اس جگہ بطور یادگار ایک مسجد بھی تعمیر کی۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ 271 تا 272)

غزوہ خیبر اور آپ ﷺ کے فیصلے

خیبر ایک نہایت زرخیز نخلستان کے کنارے یہودیوں کی آبادی تھی۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً دو سو میل ہے۔ عرب میں یہودیوں کی نو آبادیوں میں سے یہ سب سے زیادہ اہم تھی۔ یہاں انہوں نے متعدد قلعے تعمیر کیے تھے جن میں قموص، ناعم، سالم، قصارہ، مریطہ وغیرہ خاص طور پر مشہور تھے۔ مدینہ کا جلاوطن قبیلہ بنو نضیر بھی یہاں آ کر آباد ہو گیا تھا اور اس وقت خیبر میں بیس ہزار کے قریب مسلح سپاہی

موجود تھے۔

اس وقت یہود خیبر سارے ملک عرب میں قریش مکہ کے بعد اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ جنگ احزاب انہی کی اشتعال انگیزی کا ایک کرشمہ تھا۔ اس میں ناکامی کے بعد بھی انہوں نے اپنی ریشہ دوانیاں جاری رکھیں، یہاں تک کہ ان کے سردار نے اپنے ہم عہد قبیلہ غطفان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کردی۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن رواحہ ؓ کو تحقیق حالات کے لئے بھیجا۔ انہوں نے یہود کی تمام تدبیروں کا پتہ لگایا اور آکر اطلاع دی کہ اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل کی امداد سے ایک لشکر گراں تیار کرلیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن روحہ ؓ کو تیس آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ انہوں نے اسیر سے آکر کہا کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تمہیں دے دی جائے گی۔ یہ پیغام سن ک اسیر بھی تیس آدمیوں کی جماعت کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس کے دل میں بدعہدی کا خیال پیدا ہوا اور اس نے عبداللہ بن رواحہ ؓ کو قتل کرنا چاہا۔ اس پر مسلمان اس پر ٹوٹ پڑے اور لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ جس میں ایک کے سوا باقی یہودی کام آئے۔ اس واقعہ کے بعد جانبین میں اعتماد نہ رہا۔ خیبر کے یہودیوں نے سلام کو اپنا سردار مقرر کیا اور مرکز اسلام پر حملہ کرنے کا عزم کرلیا۔ عبداللہ بن ابی جسے منافقوں کا سردار کہنا حقیقت ہے۔ اس نے یہودیوں کو حملہ کرنے پر اکسایا اور زیادہ شہ دی اس نے انہیں لکھا کہ مسلمان بالکل کمزور ہیں ان کے مقابلے میں ہمت نہ ہارنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیاری

آنحضرت 7 ہجری کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے آپ کے جلو میں 200 سو سواروں اور چودہ سو پیادوں فوج تھی۔ تین علم تھے جو حضرت علیؓ، حباب بن منذرؓ اور سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھے۔ جبکہ ازواج میں سے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو اپنے ہمراہ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے جنگی منصوبے کے مطابق مقام رجیع پہنچ کر چھاونی ڈالی۔ یہ مقام غطفان کی آبادی اور خیبر کے درمیان میں ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بنو غطفان نے دیکھا کہ خود ان کا گھر خطرے میں ہے تو وہ یہود کی امداد کو نہ آسکے۔ خیبر پہنچ کر مسلمانوں نے سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا۔ اس قلعے میں یہود کا رسد اور ساز و سامان جمع تھا۔ اس کی فتح کے بعد دوسرے قلعے بھی یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے لیکن قلعہ قموص کے محاصرے نے طول کھینچا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ کئی روز کے محاصرے اور تابڑ توڑ حملوں کے باوجود قلعہ قموص فتح نہیں ہو رہا تو آپ نے اعلان کیا:

"کل میں جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھوں قلعہ فتح کرے گا"

رسول اللہ کا فرمان سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی جھنڈا اسے عطا ہو۔ اگلے دن جمعہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد دریافت کیا۔

"علی (رضی اللہ عنہ) اس وقت کہاں ہے؟"

حضرت علیؓ جو ابھی تک آشوب چشم کے مرض میں مبتلا تھے اور اسی وجہ سے جنگ میں عملی طور پر حصہ بھی نہ لے سکے تھے انہیں بلایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا:

''علی (رضی اللہ عنہ) کیسے ہو؟''

حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنکھیں دکھتی ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

''علی (رضی اللہ عنہ) میرے پاس آؤ''

حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور اسے حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ آپؓ کی تکلیف جاتی رہی۔ آپؓ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ بلکہ پہلے سے کہیں بہتر دیکھائی دینے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جھنڈا آپ (حضرت علیؓ) کو عطا کرتے ہوئے آپؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت علیؓ لشکر اسلام کے ہمراہ قلعہ قموص کے دروازے پر پہنچے اور جھنڈا دروازے پر گاڑ دیا۔ آپؓ نے ایک مرتبہ پھر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دوران ایک یہودی نے قلعہ کی چھت سے پوچھا تم کون ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب ہوں''

اس یہودی نے جب نام سنا تو کانپتے ہوئے بولا:

''تورات کی قسم! یہ شخص قلعہ فتح کئے بغیر ہرگز نہیں جائے گا''

بالآخر اس کا سردار مرحب جو ایک جری پہلوان تھا ذوالفقار حیدری کا شکار رہوا اور یہ قلعہ بیس دن کے محاصرے کے بعد حضرت علی کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔ حضرت علیؓ فتح

کی نوید سنانے جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ) میں اور اللہ عزوجل دونوں تجھ سے راضی ہیں''

اس غزوہ میں 93 یہودی اور 15 صحابہ کام آئے۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وقف کے متعلق فیصلہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں والد بزرگوار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر کے مال غنیمت میں زمین کا ایک ٹکڑا ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ مجھے پہلے کبھی ایسا عمدہ مال نہیں ملا۔ آپ ﷺ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں میں اسے کیسے استعمال میں لاؤں؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''تم چاہو تو اسے وقف کردو اور چاہو تو اس کی آمدنی حاصل کرو اور اسے صدقہ کردو''

آپ نے حضور ﷺ کا فرمان سنا اور زمین کو اس شرط پر صدقہ کردیا کہ زمین فروخت نہیں ہوگی۔ اس زمین کی آمدنی مجاہدین، فقراء، غلاموں کو آزاد کروانے پر خرچ کی جائے گی۔ (صحیح بخاری جلد دوم)

مکے میں مسلمانوں کا پہلا ورود اور عمرہ کی ادائیگی

معاہدہ حدیبیہ کو عمل میں آئے ایک سال گزر چکا تھا۔آپ ﷺ کو زیارت کعبہ اور عمرہ کرنے کا بہت انتظار اور اشتیاق تھا۔آپ ﷺ کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ قریش جو کل مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے مسلمانوں کو مفرور سیاسی اور مذہبی مجرم خیال کرتے تھے اور انہوں نے ان پر مکے کے دروازے بند کر رکھے تھے اور مسلمانوں کے وجود کو تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے جب انہیں ایک آزاد قوم کی حیثیت سے شہر میں داخل ہونے اور مناسک عمرہ ادا کرنے کی اجازت پر مجبور ہوں گے تو ان کے لئے یہ نظارہ انکے لئے اس قدر روح فرسا ہوگا کہ ان کے دل متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔اس کا ان پر اس قدر شدید نفسیاتی دباؤ پڑے گا کہ ایک تو وہ خود کو ذہنی طور پر شکست خوردہ سمجھیں گے۔ دوسرے اپنے احساس شکست خوردگی کو دور کرنے کے لئے وہ موقع ملتے ہی معاہدے کی خلاف ورزی کر بیٹھیں گے۔لہٰذا آپ کا قیافہ درست ثابت ہوا۔

7 ہجری کو آپ ﷺ دو ہزار مسلمانوں کی معیت میں جنوب کی سمت سے مکے میں داخل ہوئے ایک سو گھوڑ سواروں کا مسلح دستہ حفاظتی مقاصد کے لئے ساتھ ساتھ چوکس اور چوبند تھا۔قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے۔آنحضور ﷺ اپنی قصوہ پر سوار مسلمانوں کی قیادت فرما رہے تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے آگے آگے تھے۔

مسلمانوں کے مکے میں داخل ہوتے ہی قریش نے شہر خالی کر دیا اور وہ حرا کی چوٹیوں اور کوہ قبیس پر خیمہ زن ہو گئے۔مسلمانوں کو کسی قسم کی مزاحمت اور ناخوشگوار واقعہ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔مسلمانوں کے معاہدے کے مطابق تین دن قیام کیا آپ ﷺ

کی اقتدا میں مناسک عمرہ ادا کیں۔ ان تین دنوں میں مسلمانوں نے کوئی قابل اعتراض بات نہیں کی۔ وہ شہر میں گھومے پھرے اور اپنے پرانے گھروں کو دیکھا۔

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرم پاک میں داخل ہوئے تو مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ حسد کے مارے جل گئے۔ وہ شہر سے نکل کر پہاڑوں پر چلے گئے اور کچھ لوگ دارالندوہ کے پاس آنکھیں پھاڑے مسلمانوں کو والہانہ طواف کعبہ کرتے دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مسجد الحرام میں پہنچ کر اضطباع کیا یعنی چادر کو ایسے اوڑھا کہ داہنا شانہ اور بازو کھل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر اور خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا اور اسے عربی زبان میں ''رمل'' کہتے ہیں اور یہ سنت آج بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔ ہر طواف کرنے والا پہلے تین پھروں میں رمل کرتا ہے۔

(صحیح بخاری جلد اول)

سیدہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے متعلق فیصلہ

رسول اللہ ﷺ تین دن اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ اور پھر مشرکین مکہ کے چند سردار مل کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا۔ تین دن کی شرط پوری ہو چکی ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ وہ اب یہاں

سے چلے جائیں۔

حضرت علیؓ نے ان کا پیغام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دیا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا حکم دے دیا۔ واپسی جاری تھی کہ آپ کے چچا اور رضاعی بھائی سیدنا حمزہؓ کی صاجزادی دوڑتی ہوئی آئیں اور چچا جان کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے لگ گئیں۔ ان کا اسم مبارک سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ رہ گئیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گود میں بیٹھایا اور پیار کیا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ ان کی پرورش کون کرے گا؟ یہ سنتے ہی تین دعویدار سامنے آئے۔ پہلا دعویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انہوں نے کہا:

''یہ میری چچازاد بہن ہے لہذا اس کی پرورش کا حق مجھے ہے''

دوسرے دعویدار حضرت جعفر طیارؓ تھے جنہوں نے کہا۔

''یہ میری چچازاد بہن ہے اور اسکے علاوہ اس کی خالہ میری بیوی ہے'' چنانچہ ان کی پرورش کا حق میرے ذمہ ہونا چاہئے۔''

تیسرے دعویدار حضرت زید بن حارثہؓ تھے انہوں نے کھڑے ہو کر حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرے دینی بھائی کی بیٹی ہے لہٰذا اس کی پرورش کا حق مجھے دیا جائے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک نے تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ خدمت کو دیکھا اور خوش ہوئے۔ خاموشی کے بعد فیصلہ صادر فرمایا۔

''خالہ، ماں کے قائم مقام ہوتی ہے لہٰذا پرورش کا حق جعفر (رضی اللہ عنہ) کو ہے''

بعد ازاں حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے صحابہ کرام کی درج ذیل الفاظ میں دلجوئی فرمائی۔

☆ ''اے علی (رضی اللہ عنہ) تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں''

☆ اے جعفر (رضی اللہ عنہ) تم سیرت وصورت میں مجھ سے مشابہ ہو۔''

☆ اے زید (رضی اللہ عنہ) تم میرے بھائی اور مولیٰ ہو''

(صحیح بخاری جلد دوم)

جنگ موتہ

شرجیل بن وعمرو نے رسول کریم ﷺ کے سفیر حارث بن عمیرؓ کو قتل کر دیا تھا۔ اسلامی سفیر کا قصاص ضروری تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے تین ہزار کا لشکر تیار کیا، اور حضرت زید بن حارثؓ جو کہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ ساتھ ہی ہدایت فرمائی۔

''سالار کی شہادت کی صورت میں حضرت جعفر طیارؓ اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو سپہ سالار بنایا جائے''

رسول اللہ ﷺ جنگ موتہ کے لشکر کو روانہ کرنے کے لئے خود بھی لشکر کے ساتھ مقام ثنیۃ الوداع تک گئے اور سالار لشکر حضرت زید بن حارثہؓ سے فرمایا:

''تم ہمارے قاصد حضرت حارث بن عمیرؓ کے مقتل تک جاؤ جہاں اس جان نثار نے اپنے فرض کی ادائیگی میں جان قربان کی اور وہاں سب سے پہلے کفار کو دعوتِ توحید دو اور اگر وہ دعوت قبول کریں تو وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں اور اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو اور

ان سے جہاد کرو''

پھر جب لشکر روانہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو با آوازِ بلند پکارا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا:

''اللہ عزوجل تمہیں بخریت واپس لائے''

اس فوج میں خالد بن ولیدؓ بھی شامل تھے۔ جب یہ فوج مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی تو شامی جاسوسوں نے شرجیل کو اطلاع دے دی۔ شرجیل نے مقابلے کے لئے ایک لاکھ کا لشکر عظیم تیار کر لیا۔ حضرت زیدؓ جو لشکر کے سالار مقرر کیے گئے تھے انہوں نے حضور کریم ﷺ کو اطلاع دی اور مزید ہدایات کا انتظار کیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جو حضور ﷺ کی طرف سے سیکنڈ ان کمان مقرر کیے گئے تھے فرمایا:

''ہمارا مقصد فتح مندی نہیں بلکہ حصول شہادت ہے جو ہر صورت میں ممکن ہے''

لہذا تین ہزار صحابہ نے ایک لاکھ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ جلد ہی حضرت زیدؓ نے شہادت کا رتبہ حاصل کر لیا۔ اب حضرت جعفرؓ سپہ سالار بنے وہ اس بے جگری سے لڑے کہ شہادت کے وقت ان کے جسم پر نوے زخم تھے۔ جو سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم سنبھالا مگر جلد ہی وہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ لشکر اسلام کے تین سالار شہید ہو چکے تھے اور لشکر اسلام کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ اس دوران ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے لشکر کا جھنڈا تھام لیا اور انہوں نے تمام لشکر کو یکجا کیا اور پھر انہوں نے تمام لشکر کے سامنے تقریر کی اور لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کیا اور انہیں سالار اعلیٰ مقرر کرتے ہوئے فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ (خالد بن ولید) اس کے حق دار ہیں''

حضرت خالد سالار بنائے گئے سالار بنتے ہی آپؓ صبح سے شام تک شام تک

استقلال و ہمت سے لڑتے رہے اس دوران ان کے ہاتھ سے آٹھ تلواریں ٹوٹیں۔ دوسرے دن صبح حضرت خالد بن ولیدؓ دشمن کو مرعوب کرنے کے بعد اس طریقے پر پسپائی کی کہ دشمن کو تعاقب کی ہمت نہ ہوئی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو عامرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لشکر اسلام کی فتح اور شہداء کے متعلق آگاہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شہدا کی خبر گراں گزری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر کے بعد گھر چلے گئے جبکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور پھر حاضرین کی جانب متوجہ ہوتے اور ان کے مسائل سنتے اور ان کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازِ عصر، نماز مغرب اور نماز عشاء کے وقت بھی یہی کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کا معمول سے ہٹ کر اس طرح کرنے پر حیران تھے۔ رات گزر گئی۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر تبسم اور خوشی کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت ابو عامر فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ہمارے دکھ کو اللہ عز و جل کے سوا کوئی نہیں جانتا جو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حالت دیکھ کر ہوا''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''تم نے جو میری کیفیت دیکھی وہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی وجہ سے تھی اور پھر میں نے انہیں جنت میں بھائیوں کی مانند ایک دوسرے کے سامنے تخت پر براجمان دیکھا اور ان میں سے بعض کے مابین اس قدر اعراض تھا کہ گویا انہیں تلوار ناپسند ہے اور میں جعفر (رضی اللہ عنہ) کو

دیکھا وہ فرشتے کی شکل میں تھا اور ان کے دو پر تھے اور ان کے دونوں پر اور پاؤں خون آلود تھے" (اسد الغابہ جلد دوم 406 تا 407)

صحیح بخاری میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ نبوت کا اعجاز ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے جنگ موتہ کو دیکھ رہے تھے اور آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے سے تمام حجابات ہٹا دیئے گئے تھے۔ میدان جنگ میں جس طرح واقعہ پیش آیا۔ آپ ﷺ نے اسی طرح بیان فرمایا:

"زید (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے اور پھر جعفر (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھالا وہ بھی شہید ہو گئے اور پھر عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے"

حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ عزوجل کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور پھر اللہ عزوجل نے اس کے ہاتھ پر فتح دے دی۔" (صحیح بخاری جلد دوم)

حضور کریم ﷺ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں جس دن جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ان کی لاش پر کھڑا ہوا اور میں نے ان کے زخم گنے اور ان پر پچاس زخم بھالوں اور تلوار کے دیکھے اور کوئی بھی زخم ان کی پشت پر نہ تھا جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بدن پر نوے زخم

تھے ۔ (صحیح بخاری جلد دوم)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس تھیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بچوں کو نہلایا اور انہیں تیل لگایا اور پھر آٹا گوندھا تاکہ بچوں کے لئے روٹیاں پکاؤں ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جعفر (رضی اللہ عنہ) کے بچوں کو میرے پاس لاؤ''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چوما اور انہیں سونگھا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے ۔ میں نے عرض کیا۔

''جعفر (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کا کیا حال ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں! وہ آج شہید کر دیئے گئے''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے سنا تو بے اختیار چیخ ماری اور میرا گھر عورتوں سے بھر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''جعفر (رضی اللہ عنہ) کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو''

(زرقانی علی المواہب جلد دوم)

فتح مکہ

کعبہ کی تطہیر ایک ضروری امر:

خانہ کعبہ دنیا میں توحید کا پہلا گھر تھا اور مسلمانوں کا قبلہ تھا یہاں مشرکین نے 360 بت رکھے ہوئے تھے۔کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا اور اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص کرنے کے لئے مکہ پر قبضہ کرنا ضروری ہوگیا تھا۔علاوہ ازیں کعبہ جسے مذہبی اور سیاسی حوالے سے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس پر دشمنان اسلام کا قبضہ کے باعث عربوں کی اکثریت اسلام نہیں لاسکتی تھی۔ مکہ پر قبضہ کر کے اسے کفر کی بجائے اسلام کا مرکز بنانا ضروری تھا۔

معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو آزادی ہوگی کہ وہ جس فریق سے چاہیں معاہدہ کریں۔اس بنا پر بنوخزاعہ نے آنحضرت ﷺ اور بنو بکر نے قریش مکہ سے معاہدہ کرلیا۔ان دو قبیلوں میں قدیم عداوت تھی اس لئے بنو بکر نے اچانک بنوخزاعہ پر دھاوا بول دیا۔قریش نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے علانیہ بنو بکر کی حمایت کی۔بنوخزاعہ کے کشت و خون میں ملک کے عام دستور کو بھی نظر انداز کر دیا گیا اور عین حرم کعبہ میں جہاں لڑائی ممنوع تھی ان کا خون بہایا گیا۔اب خزاعہ نے دربار رسالت میں دہائی دی۔آپ ﷺ نے قریش مکہ کے پاس قاصد روانہ کیا اور فرمایا کہ ان تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک منظور کریں۔

1۔ مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔

2۔ قریش، بنو بکر کی حمایت سے کنارہ کش ہو جائیں۔

3۔ صلح حدیبیہ کو توڑ دیا جائے۔

قریش نے جوش میں آ کر کہہ دیا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔لہٰذا صلح حدیبیہ کو توڑ دیا گیا لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد ان کو ندامت ہوئی۔اور انہوں نے ابو سفیان کو تجدید معاہدہ کے لئے مدینہ منورہ بھیجا لیکن اب موقع ہاتھ سے جا چکا تھا قریش متواتر عہد شکنی کے مرتکب ہوئے تھے اور اب وقت آچکا تھا کہ بیت اللہ کو خدایانِ مجازی کی الائش سے پاک کر کے معبود حقیقی کے عبادت کے لئے وقف کر دیا جاتا۔

ابوسفیان کی تجدید عہد کی درخواست

حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے صلح کی کوششیں اور امن معاہدہ کو برقرار رکھنے کیلئے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا اور مدینہ منورہ آئے۔ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) مدینے پہنچ کر سب سے پہلے اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر آئے۔ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے بستر رسول پر بیٹھنا چاہا لیکن حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا اور کہا تو کافرہ اور نجس ہے یہ بستر رسول اللہ ﷺ کا ہے تو اس پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) غصے سے باہر آیا اور سیدھا مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور ہر چند تجدید عہد کے لئے کہا لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس آ کر عرض کی لیکن جواب نفی میں ملا۔پھر حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے اور عرض کی مجھے امن و امان درکار ہے۔حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا میں عورت ہوں میری امان کی کیا حیثیت ہے۔تب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے حضرت فاطمہؓ سے کہا اپنے بچوں سے کہو کہ وہ مسجد میں جا کر

مجھے امن دے دیں۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ میرے بچے حضور کریم ﷺ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ مایوس ہو کر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) حضرت علی ؓ کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی آپ ؓ میری سفارش محمد ﷺ سے فرمائیں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا! کام قابو سے باہر ہو گیا ہے کسی میں تاب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات کر سکے۔ آخر حضرت علی ؓ کے مشورہ سے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) خود تجدید عہد کا اعلان کر کے لوٹ گئے۔

جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اس مقصد کے لئے اپنے تمام حلیف قبائل کو بھی حکم نامے جاری کر دیئے۔ کسی بھی صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات پوچھنے کی جرأت نہ کی کہ کس سے جنگ کی تیاری کا حکم دے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے راز دان حضرت ابوبکر ؓ کو لاعلم رکھا۔

حضرت ابوبکر ؓ اپنی صاجزادی ام المومنین حضرت عائشہ ؓ صدیقہ کے پاس گئے تو اُم المومنین حضرت عائشہ ؓ صدیقہ ہتھیار نکال رہی تھیں آپ ؓ نے اپنی بیٹی سے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ جنگ کی تیاریاں انتہائی خاموشی کے ساتھ جاری رہیں حتیٰ کہ 10 رمضان المبارک 8 ھ کو رسول اللہ دس ہزار جان نثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ (مداج النبوۃ جلد دوم)

حضرت حاطب ؓ کی مخبری اور آپ ﷺ کا فیصلہ:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ ایک معزز صحابی تھے۔ انہوں نے صفوان بن اُمیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابوجہل کے نام ایک خفیہ خط لکھا۔ جس میں لکھا تھا کہ

رسول اللہ ﷺ کا لشکر رات کے طوفان کی طرح مکہ پہنچ رہا ہے تم اپنی فکر کرو۔ اس خط کو سارہ نامی ایک عورت کو معاوضہ دے کر روانہ کیا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس کی اطلاع کر دی چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو طلب فرمایا اور اس عورت کا حلیہ بتاتے ہوئے فرمایا:

''فلاں جگہ فلاں حلیہ کی عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط لے کر آ جاؤ''

جب یہ حضرات اس عورت کے پاس پہنچے تو خط کے بارے میں دریافت کیا۔ اس عورت نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

''رسول اللہ ﷺ صادق ہیں اور وہ جھوٹ نہیں بولتے''

پھر حضرت علیؓ نے میاں سے تلوار نکالی اور اس عورت کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔ جس پر اس عورت نے اپنے بالوں میں سے وہ خط نکال دیا۔ آپؓ وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور کریم ﷺ نے حضرت حاطب کو بلایا اور اس خط کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ یہ خط مشرکین کو بھیجنے کا مطلب یہ نہیں کہ میں منافق ہو گیا ہوں یا مرتد ہو گیا ہوں۔ مین آج بھی آپ ﷺ پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور میں نے یہ خط صرف اس لئے مشرکین مکہ کی جانب بھیجا تا کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو اور وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت میں کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہ کریں''

حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیں اس گستاخی پر میں حاطب (رضی اللہ عنہ) کا سر قلم کر دوں''

رسول کریم ﷺ نے حضرت حاطبؓ کو معاف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

""تم جانتے ہو کہ یہ بدر کے وقت موجود تھے اور اللہ عزوجل نے اہل بدر کے متعلق فرمایا تم جیسے اعمال چاہو کرو میں تمہیں بخش چکا ہوں۔""

(صحیح بخاری جلد دوم)

حضرت ابوسفیانؓ کا اسلام قبول کرنا

حضرت عباسؓ نے خیال کیا کہ اگر بخدا رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ پر حملہ کر دیا تو ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیں گے۔ وہ رسول اللہ کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس جستجو میں نکلے کہ کوئی لکڑہار یا چرواہا مل جائے تو اہل مکہ کو اطلاع کر دی جائے کہ ان پر تباہی و بربادی آنے والی ہے۔ اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان کے طلب گار ہوں تاکہ قتل و خون ریزی سے بچ جائیں۔ حضرت عباس ابھی راستے ہی میں تھے کہ ان کے کانوں میں ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی آواز پہنچی۔ آواز پہچان کر انہوں نے ابوسفیان کو پکارا۔

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے قریب آ کر پوچھا کہو کیا خبر لائے ہو۔ حضرت عباسؓ نے اسے آنے والی مصیبت سے باخبر کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار فوج کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جس کی تاب تم نہیں لا سکتے۔ ابوسفیان نے کہا تمہارا کیا مشورہ ہے۔ انہوں نے کہا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ سے امان لے لوں۔ ورنہ تمہاری گردن ماری دی جائے گی۔ حضرت عباسؓ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو اپنے پیچھے خچر پر بیٹھا کر تیزی سے خیمہ رسول ﷺ میں داخل ہوئے۔ اسی اثنا میں حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے۔ اور ابوسفیان (رضی اللہ عنہ)

کے قتل کی اجازت چاہی۔حضرت عباسؓ نے کہا میں نے اسے امان دی ہے۔آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اسے اپنے ڈیرے پر لے جاؤ اور کل صبح پیش کرو دوسرے روز ابوسفیان کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔آپ ﷺ نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ابھی وقت نہیں آیا کہ تم جان لیتے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

ابوسفیان نے شرما کر کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کس قدر حلیم و کریم ہیں اور کس قدر رشتہ داری اور قرابت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ درحقیقت اگر کوئی شریک خدا ہوتا تو آج مصیبت کے وقت ضرور میری حمایت کرتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم جان لیتے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔''

ابوسفیان نے جواب دیا ابھی اس بات کی طرف دل میں کچھ شبہ ہے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے کہا قیل قال چھوڑو جلدی سے کلمہ پڑھ کر اسلام لے آؤ۔ ورنہ گردن ماردی جائے گی۔ ابوسفیان نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور ابوسفیان سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہو گئے۔

فتح مکہ

مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی۔تمام فوج ہتھیاروں سے لیس تھی۔جنگ کا سازوسامان موجود تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نے مسلمانوں کو بغیر لڑائی کے فتح نصیب فرمائی۔

آپ نے حرم کعبہ میں ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ تھے۔

"ایک اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تمام فوجوں کو شکست دی ہاں جملہ مفاخر، انتقام اور خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں صرف بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا شعبہ اس سے مستثنٰی ہیں۔

اے قوم قریش! خدا نے جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر مٹا دیا ہے تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کے تھے۔ لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنا دیئے۔

تاکہ تم پہچانے جا سکو ورنہ خدا کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اللہ داتا اور جاننے والا ہے (آیت قرآن) خدا اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی"

اہل مکہ کو امان دینے کا فیصلہ

لشکر اسلام فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا:

"جو شخص حرم کعبہ میں پناہ لے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے امان ہے اور جو شخص ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر داخل ہو جائے گا اس کے لئے بھی امان ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ قصویٰ وہی اونٹنی تھی جس ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے خریدی تھی اور اسی اونٹنی پر بیٹھ کر آپ ﷺ نے

غزوات میں شرکت فرمائی اور آج دین اسلام کی سب سے بڑی فتح مکہ مکرمہ کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پیچھے دس ہزار مجاہدین کا ایک عظیم لشکر تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد چہارم)

خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کا فیصلہ

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس بت کی جانب اشارہ فرماتے وہ بت اوندھے منہ زمین پر گر جاتا تھا۔ جب تمام بت ٹوٹ گئے تو ایک بت جو سب سے بلند جگہ نصب تھا اسے توڑنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

"تم میرے کندھوں پر چڑھ کر اس بت کو توڑ دو"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

"میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے کندھوں پر چڑھ جائیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اے علی (رضی اللہ عنہ) کیا تم بارِ نبوت اٹھالو گے؟"

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندھوں پر چڑھ کر اس بت کو توڑ دیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندھوں پر چڑھے تو عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام پردے ہٹ چکے ہیں اور میرا سر عرش کے قریب

ہے اور آسمان کی ہر چیز تک میری رسائی آسان ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی (رضی اللہ عنہ) تمہیں جو کام کہا گیا ہے تم وہ کرو"

حضرت علیؓ نے بت توڑ دیا اور چھلانگ لگا کر رسول اللہ کے کندھوں سے نیچے اتر آئے اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی لیکن مجھے کچھ تکلیف نہ ہوئی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' اے علی (رضی اللہ عنہ) ! تجھے کیسے تکلیف ہو سکتی تھی تو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کندھوں پر تھا اور تجھے اتارنے والا جبرائیل (علیہ السلام) تھا" (مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکرؓ فتح مکہ کے دن اپنے والد کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ جب حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی تو ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی میرے والد بزرگوار کو کلمہ پڑھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوقحافہؓ کو دیکھا تو فرمایا:

"ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تم انہیں گھر میں ہی رہنے دیتے اور مجھے ان کے پاس لے جاتے"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو سینہ سے لگایا اور کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کیا (اسد الغابہ جلد ششم)

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو گورنر بنانے کا فیصلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کا نظم ونسق حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے سپرد فرماتے ہوئے انہیں مکہ مکرمہ کا گورنر نامزد کیا۔ جبکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومسلموں کی تربیت کے لئے منتخب فرمایا۔ اور انہیں ہدایت کی کہ وہ نومسلموں کو احکام دین سے روشناس کرائیں۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا فیصلہ

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جب مدینہ منورہ واپس جانے کا ارادہ کیا تو راستہ میں غدیر غم کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا کہ تمہارا ولی کون ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہمارا

ولی کون ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ ہی ہمارا سہارا اور مولیٰ ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا۔
''جس کا ولی اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہو اس کا ولی علی (رضی اللہ عنہ) بھی ہے''

غزوہ حنین

فتح مکہ سے اگرچہ عام قبائل عرب نے اسلام قبول کرنا شروع کیا لیکن دو قبیلوں ثقیف اور ہوازن کی اسلام دشمنی اور زیادہ بڑھ گئی۔بنو ثقیف طائف پر حکمران تھے اور بنو ہوازن مکہ اور طائف کے درمیان آباد تھے۔یہ قبائل کثیر التعداد ہونے کے علاوہ بڑے دلیر اور جنگ جو تھے۔ان کی بڑی تعداد تیس سالہ نوجوان مالک بن عوف کی قیادت میں بڑھی۔اس فوج کے ساتھ سو سالہ بوڑھا سردار درید بن صمہ بھی تھا۔جس کی شاعری اور دانش مندی کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ہوازن و ثقیف کے لشکر نے وادی حنین میں پڑاؤ ڈالا۔یہ وادی مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔

آنحضرت ﷺ اس شان سے مکہ معظمہ سے نکلے کہ بارہ ہزار کا لشکر آپ کی رکاب میں تھا۔اس میں مکہ کے دو ہزار نو مسلم بھی شامل تھے۔لشکر اسلام میں ساز و سامان کی کمی نہ تھی۔اس لئے صحابہ نے فخریہ انداز میں کہا۔

''آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے''

خدا کو یہ غرور پسند نہ آیا چنانچہ اللہ عزوجل نے سورہ توبہ میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''بے شک پہلے بھی میدان جنگ میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور اب حنین کے موقع پر بھی جب تم اپنی کثرت پر فخر کر رہے تھے اور وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین

باوجود وسعت کے تنگ کردی گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوج بھیجی جو تم نے نہیں دیکھی۔

چنانچہ معرکہ حنین میں جب علی الصبح مسلمانوں نے جنگ میں پیش قدمی کی۔ تو دشمن کے تیر اندازوں نے جو کہ وادی کے درے میں چھپے ہوئے تھے۔ اچانک تیروں کی بارش کردی یہ بات اتنی غیر متوقع تھی کہ مسلمان گھبرا گئے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میدان میں اکیلی رہ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو آواز دی۔

"تم کہاں بھاگتے ہو میری جانب بڑھو میں اللہ کا رسول ہوں اور میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار کا کچھ اثر نہ ہوا اور ہر کوئی میدان جنگ سے بھاگ رہا تھا۔ اس موقع پر مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے افراد کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا فضل بن عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو بڑے بلند آواز تھے ان الفاظ کو دہرایا اے گروہ انصار: اے بیعت رضوان والو!"

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں ان الفاظ کا کان میں پڑنا تھا کہ جان نثاروں کے قدم رک گئے وہ لبیک لبیک کہتے ہوئے اس جوش و خروش سے لڑے کہ ہوازن و ثقیف کو شکست فاش ہوئی مال غنیمت میں ۲۸ ہزار اونٹ۔ ۴۰ ہزار بھیڑیں

۴ ہزار چاندی کے سکے اور ۶ ہزار قیدی ہاتھ آئے۔ حنین میں فتح لشکر کا مقدر ہوئی اور اس معرکہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے جبکہ بنو ہوازن کے اکہتر آدمی مارے گئے۔

(تاریخ طبری جلد دوم)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ غزوہ حنین کے موقع پر جب حق و باطل میں گھمسان کی لڑائی جاری تھی اس وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں بتائیے کہ ہم آپ ﷺ کے بعد کسے خلیفہ منتخب کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میرے بعد ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) میرے قائم مقام ہوں گے ان کے بعد عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے اور ان کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) ہوں گے اور علی (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔ علی (رضی اللہ عنہ) حشر میں میرے مصاحب ہوں گے" (شواہد النبوۃ)

طائف کی جانب پیش قدمی کا فیصلہ اور سخاوت

طائف قبیلہ ثقیف کا مسکن اور رؤسائے عرب کا شہر تھا۔ اس وقت شہر کی سیادت عروہ بن مسعود کے ہاتھ میں تھی۔ شہر کے گرد مضبوط فصیل تھی۔ اس لئے اس کو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ حنین سے دشمن کی فوجیں بھاگ کر یہاں مقیم ہوگئی تھیں۔ انہوں نے تیزی سے فصیل کی مرمت کی اور ایک سال کا رسد جمع کر لیا۔ ان کے پاس پتھر وغیرہ پھینکنے کے لئے منجبقیں بھی تھیں جو فصیل کے مختلف حصوں پر نصب کر دی گئیں۔ لشکر اسلام نے طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین بڑی بے جگری سے لڑے۔ مسلمانوں کی طرف سے قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا گیا لیکن چونکہ مسلمان ان کے استعمال سے پوری طرح

واقف نہیں تھے لہذا یہ آلات زیادہ موثر ثابت نہ ہوئے۔ محاصرہ بیس دن تک جاری رہا۔ اب بنوثقیف کے حوصلے اس قدر پست ہو چکے تھے ان کی طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا دیا۔

روایات میں آتا ہے رسول اللہ نے طائف کے محاصرہ کے دوران ایک خواب میں دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے ہی دودھ نوش فرمانا چاہا ایک مرغ آیا اور اس نے چونچ مار کر وہ پیالہ الٹا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کا ذکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو تعبیر الرویاء کے ماہر تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے طائف کی فتح نہیں ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم درست کہتے ہو اور میں نے بھی اس خواب کی یہی تعبیر نکالی ہے''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر اسلام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کی فتح نصیب ہو تو بادیہ بنت غیلان کا زیور مجھے عطا فرمایئے گا کیونکہ بنوثقیف میں کسی اور عورت کے پاس اتنا زیور نہیں ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے خولہ (رضی اللہ عنہا)! مجھے ابھی بنوثقیف کے متعلق کچھ حکم نہیں ہوا''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محاصرہ ختم کرنے کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مجھے خولہ رضی اللہ عنہا کی نسبت فلاں بات کا علم ہوا ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ! ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''اگر حکم ہو تو میں لشکر کے کوچ کرنے کا اعلان کروں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لشکر کے کوچ کرنے کا اعلان کیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم)

مورخین نے لکھا ہے کہ محاصرہ کے دوران کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے جبکہ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت کا جام نوش فرمایا۔ اسی محاصرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تیر لگنے سے زخمی ہوئے اور پھر ان کا زخم بہتر ہو گیا مگر کچھ عرصہ بعد یہ زخم پھٹ گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا وصال ہو گیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد سوم)

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف روانہ ہو گئے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ قیام فرمایا۔ غزوہ حنین کی جمع شدہ غنائم کی تقسیم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نقد مال اپنے پاس جمع فرمایا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے سب سے زیادہ مال دار شخص ہیں؟''

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بات سنی اور تبسم فرماتے ہوئے ابوسفیان رضی اللہ عنہ

سے گویا ہوئے۔ تمہاری کچھ حاجت ہے؟ تو بتائیں۔ اس پر ابوسفیانؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال میں سے کچھ مجھے بھی عطا ہو''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس مال میں سے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔ حضرت بلال نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ حضرت ابوسفیانؓ نے مزید جھولی پھیلائی اور کہا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے یزید (رضی اللہ عنہ) کے لئے بھی کچھ مال عنایت فرمایئے۔''

(یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ یزید رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیانؓ کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ جبکہ حضرت امیر معاویہ کا بیٹا یزید بن معاویہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اتنا ہی مال تم حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے یزید رضی اللہ عنہ کے لیے بھی دے دو چنانچہ حضرت بلالؓ نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو بھی دے دیئے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی کچھ مال عطا ہو ؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا وہ اتنا ہی مال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی دے دیں۔ چنانچہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ انہیں دے دیئے۔ حضرت ابوسفیان نے اس قدر فیاضی دیکھی تو عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ جنگ میں بھی کریم تھے اور زمانہ امن میں اس سے بھی زیادہ کریم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ مروت فرمانے والے ہیں، اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزائے خیر عطا فرمائے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح حضرت حکیم رضی اللہ عنہ بن حزام کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے۔ یوں امراء کی بڑی جماعت نے بھی فائدہ اُٹھایا۔ جن اصحاب کو مالِ غنیمت عطا کیا گیا ان میں حضرت سہل بن عمروؓ حضرت صفوان بن امیہؓ حضرت حویطب اور حضرت اسید بن حارثہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھاٹی سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اس وقت حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ گھاٹی مویشیوں اور بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت صفوانؓ نے انہیں بڑے غور سے دیکھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید وہ سوچ رہے ہوں کہ یہ تمام مجھے عطا ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کی اس کیفیت کو ملاحظہ کیا تو فرمایا؛

''کیا یہ سب تمہیں بھلے دکھائی دیتے ہیں''

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ مویشی تجھے عطا کئے۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے فوراً ان مویشیوں کو اپنے قبضے میں لے لیا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخاوت کرنے والا کسی کو نہیں پایا''

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی لوگوں کو مالِ غنیمت عطا فرمایا اور کچھ نے اس معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ بھی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیینہ بن

حصن اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہم کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ جبکہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ کو سو سے کم اونٹ عطا فرمائے۔

حضرت عباس بن مرداسؓ کو اس پر غصہ آیا۔ اور انہوں نے کچھ اشعار کہے جن میں سے ایک شعر میں حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو عینیہ رضی اللہ عنہ کے باپ حصن اور حضرت اقرع رضی اللہ عنہ کے باپ حابس کے مقابلہ میں برتر دکھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ اس کی زبان قطع کرو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان اونٹوں کو ایک احاطہ میں لے گئے اور انہیں سو اونٹ دیئے اور وہ اب بہت خوش دکھائی دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''تم میری بدگوئی کرتے ہو اور شعر کہتے ہو؟''

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں میں اپنی زبان میں ایسی سرسراہٹ محسوس کرتا ہوں جیسے کوئی چیونٹی چلتی ہو اور جب تک میں کوئی شعر نہ کہوں مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے چنانچہ میں شعر کہنے میں بے اختیار ہو جاتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ بن مرداس کی بات سنی تو تبسم فرماتے ہوئے فرمایا:

اہل عرب شعر گوئی ترک نہیں کر سکتے جس طرح اونٹنی اپنے بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔''

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ

حضرت عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے لوگوں نے مجھے دیکھا تو پکارا۔

''یہ عدی (رضی اللہ عنہ) ہے''

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اس وقت بغیر کسی اطلاع کے حاضر ہوا تھا اور نہ ہی میرے پاس کوئی امان نامہ تھا۔ جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُمید ہے ایک دن اللہ عزوجل اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی تھی کہ ایک عورت آئی اور اس کی گود میں بچہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے کچھ کہا اور آپ ﷺ اس کے ہمراہ چلے گئے۔ پھر آپ ﷺ واپس لوٹے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور ایک خادمہ نے گدا بچھایا۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ بیٹھ گیا آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا۔

''اے عدی (رضی اللہ عنہ) تجھے کس نے دین اسلام کی جانب آنے اور اللہ عزوجل کو وحدہٗ لاشریک کہنے سے روکا اور کیا اللہ عزوجل کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟

حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کچھ ایسا نہیں۔ پھر ہمارے مابین کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

کیا تم اللہ اکبر کہنے سے بھاگتے ہو اور کیا تمہارے علم کے مطابق کوئی شے اللہ

عزوجل سے بڑھ کر ہے؟"

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہود پر اللہ عزوجل کا غضب نازل ہوا اور عیسائی گمراہ ہوئے"

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں دین حنیف کی پیروی کرنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے میری بات سنی تو آپ ﷺ کے چہرہ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور پھر مجھے ایک انصاری صحابیؓ کا مہمان بنایا۔ (اسد الغابہ جلد ششم)

حنانہ ستون کے متعلق فیصلہ

حنانہ ایک ستون کا نام ہے جس کی ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ منبر کے تعمیر ہونے پر آپ نے اس سے ٹیک لگانا چھوڑ دیا۔ تو وہ ستون آپ کی جدائی میں آنسو بہانے لگا۔ آپ نے اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"تو کیا چاہتا ہے؟"

ستون نے عرض کیا۔

آپ ﷺ کی جدائی کے غم میں میری جان خون آلود ہوگئی اور میں آپ ﷺ کی جدائی کے غم میں مبتلا ہوں اس لئے روتا ہوں، منبر کی تعمیر سے قبل میں آپ ﷺ کی مسند تھا اور اب آپ منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تو کیا چاہتا ہے کیا تجھے کھجور بنا دیا جائے اور لوگ تیرا میوہ کھائیں یا پھر تجھے

سرو بنا دیا جائے تا کہ تو ہمیشہ یونہی تر و تازہ رہے؟''

حنانہ ستون نے عرض کیا۔

''میں ابدی زندگی چاہتا ہوں''

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''اس ستون کو زمین میں دفن کر دو اور یہ بروز محشر انسانوں کی مانند اٹھایا جائے گا''

واقعہ تحریم

حضور کریم ﷺ کی ذات پاک کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے اپنی تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ اجمعین کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس معاملے میں انصاف اور عدل کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں چند روز تک معمول سے زیادہ دیر تک تشریف فرما رہے۔ اس لئے اوقات مقررہ پر دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ اجمعین کو آپ ﷺ کی آمد کا انتظار رہا۔ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا ام المومنین حضرت زینب ؓ کے کسی رشتہ دار نے شہد بھیجا ہے اور شہد چونکہ آپ ﷺ کو بے حد پسند ہے اور وہ ؓ روزانہ آپ ﷺ کے سامنے شہد پیش کرتی ہیں اور آپ ﷺ اپنے اخلاق کی وجہ سے انکار نہیں فرماتے اس لئے معمول میں فرق آگیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے ام المومنین حضرت حفصہ اور ام المومنین حضرت سودہ ؓ سے اس کا ذکر کیا کہ اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔ حضور کریم ﷺ کے ذات پاک نظافت پسند تھے اور ذرا سی بو بھی آپ ﷺ کو نہایت ناگوار خاطر ہوتی تھی۔

شہد کی مکھیاں جس قسم کے پھول چوستی ہیں مٹھاس میں اسی قسم کی لذت اور بو ہوتی ہے ۔عرب میں مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جس کی بو میں ذرا نیند کی سی کرختگی ہوتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے دونوں کو سمجھا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب تشریف لائیں تو یہ پوچھا جائے:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ سے یہ کیسی بو آتی ہے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرمائیں کہ شہد کھایا ہے تو کہیں شاید مغافیر کا شہد ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیصلہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہد سے کراہت پیدا ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عہد کیا کہ اب کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ اگر یہ کوئی معمولی بات ہوتی تو اللہ عزوجل سورہ تحریم کی آیات نازل نہ فرماتے۔ جس میں اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا:

اے پیغمبر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے جو حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے اس کو خود پر حرام نہ کریں۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے اور اس نے قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اللہ تمہارا مالک ہے اور علم و حکمت والا ہے۔''

اس واقعہ کے دوران ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے کوئی راز کی بات کہی جو انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بتا دی چنانچہ اسی سورہ میں ذیل کا فرمانِ الٰہی ہوا۔

''اور پیغمبر نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کہی جب اس نے دوسرے سے اس کو کہہ دیا اور اللہ نے پیغمبر پر اس واقعہ کو ظاہر کر دیا تو پیغمبر نے اس بیوی کو اس کا قصور کچھ بتایا اور کچھ نہیں بتایا اس نے کہا آپ سے کس نے یہ کہہ دیا۔ پیغمبر نے

جواب دیا مجھ کو اس باخبر دانا نے بتایا" (صحیح بخاری جلد سوم حدیث ۲۴۸)

واقعہ ایلاء

واقعہ تحریم کے بعد ایلاء کا واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ۹ ھ آیا ہے۔ جب عرب کے دور دراز صوبے زیر نگین ہو چکے تھے۔ مال غنیمت، فتوحات اور سالانہ محاصل کا بے شمار ذخیرہ جمع ہوتا رہتا تھا۔ فتح خیبر کے بعد غلہ اور کھجوروں کی جو مقدار ازواج مطہرات ؓ کے لئے مقرر تھی ایک تو وہ خود کم تھی، پھر فیاضی اور کشادگی کے سبب سال بھر تک بہ مشکل کفایت کر سکتی تھی جس کی وجہ سے آئے دن گھر میں فاقہ ہوتا تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا میں بڑے بڑے رؤسائے قبائل کی بیٹیاں بلکہ شہزادیاں داخل تھیں جنہوں نے اس سے پہلے خود اپنے یا پہلے شوہروں کے گھروں میں ناز و نعم کی زندگیاں بسر کی تھیں اس لئے انہوں نے مال و دولت کی یہ بہتات دیکھ کر آپ ﷺ سے مصارف میں اضافہ کی خواہش کی۔ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق ؓ نے سنا تو نہایت مضطرب ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنی صاحب زادی کو سمجھایا۔

"تم رسول اللہ ﷺ سے مصارف کا تقاضا کرتی ہو تم کو جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے مانگو اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ میرا لحاظ فرماتے ہیں ورنہ وہ تم کو طلاق دے دیتے"

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک ایک بی بی کے دروازے پر گئے اور ان کو نصیحت کی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"عمر (رضی اللہ عنہ)! تم ہر چیز میں تو دخل دیتے ہی تھے اب آپ ﷺ کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دیتے ہو"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس جواب سے افسردہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ درمیان میں ہیں اور دائیں بائیں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما بیٹھی اپنے اخراجات کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنی اپنی بیٹیوں کو مارنے پر آمادہ ہو گئے تو انہوں نے کہا ہم آئندہ رسول اللہ ﷺ کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گے۔ یہ دونوں حضرات اپنی اپنی بیٹیوں کو مارنے پر آمادہ ہو گئے تو انہوں نے کہا ہم آئندہ رسول اللہ ﷺ کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گے۔

روایات میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج مطہراتؓ اپنے اس مطالبہ پر قائم رہیں اور انہی دنوں میں رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ میں قیام کیا اور عہد کیا ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ کے اس عہد پر منافقین نے مشہور کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا نے جب اس کے متعلق سنا تو وہ جمع ہو گئیں اور رونا شروع کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بھی مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالا خانے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کو طلاق دی دی ہے:''

رسول اللہ نے فرمایا۔

''نہیں یہ جھوٹ ہے''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اس کی منادی کرا دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں دنوں کی گنتی کرتی رہی آپ انتیس دن بعد بالا خانے سے نیچے آئے اور میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا ابھی مہینہ پورا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے''

چاند کا ظہور انتیس دن پورے ہونے پر بھی ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا۔

''تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو کیونکہ اللہ عزوجل نے مجھ پر سورہ الاحزاب کی آیات نازل فرمائی ہیں جن میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

''اے پیغمبر (ﷺ) اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی ہوس ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی کے جوڑے دے کر رخصت کر دوں اور اگر اللہ اور رسول (ﷺ) اور آخرت پسند ہے تو اللہ عزوجل نے تم سے نیک عورتوں کے لئے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے''

اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے جب اللہ عزوجل کا فرمان سنا تو عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا تو چہرہ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی (مدارج النبوۃ جلد دوم)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا اپنی بیویوں کو اختیار دیں کہ وہ دنیا چاہیں تو دنیا لے لیں اور آخرت چاہیں تو آخرت لے لیں تو آپ ﷺ نے پہلے مجھ سے فرمایا۔

''تمہیں ایک بات کہتا ہوں اور تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا اور جب

تک اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کرلو''

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ میرے والدین کبھی بھی آپ ﷺ کو چھوڑنے کا مشورہ نہ دیں گے اور پھر آپ نے مجھے اللہ عزوجل کا پیغام سنایا۔

''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی ہوس ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی کے جوڑے دے کر رخصت کردوں اور اگر اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آخرت پسند ہے تو اللہ عزوجل نے تم سے نیک عورتوں کے لئے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے''

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا۔

''اس میں ایسی کون سی بات ہے جس کا مشورہ میں اپنے والدین سے کروں اور میں چاہتی ہوں اللہ عزوجل کو،
اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آخرت کے گھر کو۔''

اور تمام بیبیوں نے ایسا ہی جواب دیا۔ (صحیح مسلم جلد چہارم کتاب الطلاق)

کچھ روایات میں اس طرح منقول ہے۔ طلاق کے معاملے میں جب منافقین نے شور مچایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غمگین ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہونے کی اجازت چاہی۔ تیسری بار درخواست کرنے پر اجازت عطا کی گئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں بالا خانے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ننگی چٹائی پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا ''نہیں''۔ میں نے عرض کرتے ہوئے کہا:

''اللہ اکبر، یارسول اللہ ﷺ ہم قریشی ہیں جو اپنی بیویوں پر غالب رہتے ہیں اور جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ہم نے دیکھا یہاں انصار کی بیویاں ان پر غالب ہیں اور پھر ہماری بیویوں نے بھی ان کی عادات سیکھ لیں۔ ایک دن میں اپنی بیوی سے ناراض ہوا اور اس نے مجھے جواب دیا اور مجھے اس کا جواب دینا برا لگا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہیں میرا جواب دینا برا لگا ہے جبکہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کو جواب دیتی رہتی ہیں۔ میں نے کہا جس عورت نے بھی ایسا کیا وہ رسوا ہوئی اور اگر رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کے سبب اللہ عزوجل کا غضب ان پر نازل ہوا تو وہ ہلاک ہو گئیں''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میری بات سنی تو تبسم فرمایا یہ دیکھتے ہوئے میں عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ آج میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہونا تمہاری سوکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے زیادہ حسین ہیں اور وہ رسول اللہ کو محبوب ہیں''

آپ نے میری یہ بات سن کر تبسم فرمایا۔

(صحیح مسلم جلد چہارم کتاب الطلاق)

بنی تمیم کے وفد سے ملاقات کا فیصلہ

محرم الحرام 9 ھ میں رسول اللہ ﷺ نے بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنی خزاعہ کی جانب بھیجا تاکہ وہ صدقات وصول کریں۔

حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ نے بنی خزاعہ کے صدقات وصول کئے اور جب صدقات جمع ہو گئے تو اس دوران بنی تمیم نے حملہ کر دیا اور آپؓ اپنی بچا کر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ حضور ﷺ کو تمام واقعات سے آگاہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی تمیم کی سرکوبی کے لئے حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں پچاس سواروں کا لشکر بھیجا جنہوںؓ نے بنی تمیم پر ان کے صحرا پر حملہ کر کے ان کے گیارہ مردوں اور اکیس عورتوں اور تیس بچوں کو قیدی بنا لیا اور ان سب کو لے کر مدینہ منورہ آ گئے۔ (زرقانی علی المواہب جلد سوم)

بیان کیا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد بنی تمیم کا وفد مدینہ منورہ آیا اور اس میں کئی بڑے بڑے سردار اور امراء تھے اور بنی تمیم کا رئیس اعظم اقرع بن حابس اور خطیب عطارد اور ان کا شاعر زبرکان بن بدر بھی تھا۔ یہ لوگ دندناتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچ گئے اور چلانے لگے۔

"آپ ﷺ نے ہمارے مردوں، عورتوں اور بچوں کو کس جرم میں گرفتار کیا ہے؟"

رسول اللہ ﷺ اس وقت ام المومنین حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے انہیں منع کیا، اور فرمایا۔

"تم کاشانہ نبوت ﷺ کے باہر یوں شور نہ مچاؤ اور ابھی کچھ دیر بعد آپ ﷺ نماز ظہر کے لئے تشریف لائیں گے پھر ان سے بات کرنا مگر وہ باز نہ آئے"

رسول اللہ ﷺ شور سن کر باہر تشریف لے آئے اور مسجد نبوی ﷺ تشریف لے گئے۔ بنی تمیم کا وفد بھی آپ ﷺ کے پیچھے آ گیا اور ان کا رئیس اعظم اقرع بن حابس بولا۔

اے محمد (ﷺ) ہمیں اجازت دیں ہم بات کریں اور ہم وہ لوگ ہیں جو اگر کسی کی مدح کریں تو وہ مزین ہو جاتا ہے اور ہم جب کسی کی مذمت

کریں تو وہ داغدار ہو جاتا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے اقرع بن حابس کی بات سنی تو فرمایا۔

''تم غلط کہتے ہو اور یہ شان اللہ عزوجل کی ہے کہ اس کی مدح زینت ہے اور اس کی مذمت داغ ہے تم اپنے آنے کا مقصد بیان کرو''

بنی تمیم نے رسول اللہ ﷺ کی بات سنی تو کہنے لگے ہم اپنے خطیب اور شاعر کو ساتھ لائے ہیں تاکہ وہ ہمارے قابل فخر کارناموں کو بیان کریں اور آپ ﷺ اپنے مفاخر پیش کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''میں شعر و شاعری کے لئے نہیں بھیجا گیا اور نہ ہی اللہ عزوجل نے مجھے مفاخرت کا حکم دیا ہے اور میں تو اللہ عزوجل کا رسول ہوں اور اگر تم اس کے باوجود کچھ کہنا چاہتے ہو تو میں سننے کے لئے تیار ہوں''

اقرع بن حابس نے جب رسول اللہ ﷺ کی بات سنی تو اس نے اپنے خطیب عطارد کو اشارہ کیا۔ وہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے مفاخر اور آباؤ اجداد کے مناقب بیان کئے اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور تقرر کی۔ آپ ﷺ نے انصار کے خطیب حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ایسا پر اثر کلام کیا کہ بنی تمیم انکا کلام سن کر دنگ رہ گئے جبکہ ان کا خطیب عطارد شرمندہ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فصاحت و بلاغت سے بھرپور قصیدہ پڑھا اور اس قصیدہ کو سن کر بنی تمیم کا شاعر زبرکان بن بدر بھی ششدر رہ گیا۔ اقرع بن حابس نے جب آپ ﷺ کے خطیب اور شاعر کا کلام سنا تو کہنے لگا۔

''واللہ! آپ کو غیب سے ایسی حمایت ملی اور ہر فضل و کمال ان پر ختم ہو گیا اور بلاشبہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے افضل ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے افضل ہے اور انصاف کا تقاضا یہی ہے ہم ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں''

پھر اقرع بن حابس اور ان O کے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کر لی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اقرع بن حابس کی درخواست پر آپ ﷺ نے ان کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بنی تمیم کا وفد اسلام قبول کرنے کے بعد اور اپنے قیدیوں کو لینے کے بعد آپ ﷺ کی اجازت سے واپس لوٹ گیا۔

اللہ عزوجل نے بنی تمیم کے ان لوگوں کے متعلق سورہ الحجرات میں یوں ارشاد فرمایا:

ترجمہ:۔

''بلاشبہ وہ جو آپ (ﷺ) کے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ (ﷺ) ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

غزوہ تبوک

یہ غزوہ ۹ ہجری کو تبوک کے مقام پر ہوا جو عرب اور شام کی سرحد پر واقع ہے اور مدینہ منورہ سے چودہ منزل دور ہے اس وقت سلطنت رومہ کے زیر اثر تھا۔ آج کل یہ سلطنت سعودیہ کا حصہ ہے۔

جنگ کی وجوہات

شام اور عرب کا سرحدی علاقہ رومی حکومت کے زیر اثر تھا اس پر رومیوں کی طرف سے عیسائی حکمران تھے۔ جن میں والئی بصری شرجیل بن عمرو بھی شامل تھا۔ جس کے پاس رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عمیرؓ کو دعوت حق کا مکتوب دے کر بھیجا تھا۔ شرجیل نے بین الاقوامی آداب سفارت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شہید کر ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں جان فروشی کے گہرے اثرات رومیوں پر چھوڑے تھے لہذا رومیوں سے کشمکش اور مخاصمت کے پیش نظر شام کی طرف سے ہر وقت حملے کا خطرہ رہتا تھا۔

حضور کریم ﷺ کو قبطی تاجروں کے ذریعے اطلاع ملی کہ شام میں رومیوں نے ایک کثیر لشکر جمع کر لیا ہے۔ قیصر روم نے فوج میں تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں اور قبائل غسان بنو لخم بنو جذام اور دیگر قبیلے بھی ان کے ساتھ ہیں اور مدینہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کا ہراول دستہ بلقاء پہنچ چکا ہے۔

عرب میں اس وقت شدید گرمی کا موسم اور قحط کا زمانہ تھا۔ لیکن ان مشکلات کے باوجود آپ ﷺ نے بڑی استقامت سے جنگی تیاری شروع کر دی۔ قبائل کو شمولیت کا حکم دے دیا گیا۔ مسلمانوں سے چندہ کی اپیل کی گئی تو صحابہ نے بڑے ایثار کا مظاہرہ کیا۔

حضرت ابو بکرؓ کا ایثار

حضرت ابو بکرؓ نے گھر کا سارا سامان آپ کی نذر کر دیا۔ جب آپ ﷺ سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو آپ رضی اللہ عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے''

حضرت عمرؓ نے نصف جائداد پیش کی۔

حضرت عثمان کا ایثار اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان

حضرت عثمانؓ نے غزوہ تبوک کے لئے نو سو اونٹ، سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار فراہم کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی اس سخاوت کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔

''آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو کچھ کرے گا اس کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔''

حضرت عثمانؓ نے لشکر اسلام کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک تہائی لشکر کے تمام اخراجات اپنے ذمہ لے لیا اور اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور دیگر سامانِ حرب کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی رسول اللہ ﷺ کو دیئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ غزوہ تبوک سے قبل اپنا ایک قافلہ تجارت کی غرض سے شام بھیج رہے تھے جس میں دو سو اونٹ شامل تھے آپؓ نے اپنے وہ دو سو اونٹ اسی وقت رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب دس ہزار دینار غزوہ تبوک کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے ان دیناروں کو دیکھا اور قبول کرتے ہوئے دعا فرمائی۔

''اے اللہ میں عثمان (رضی اللہ عنہ) راضی ہوگیا تو بھی اس راضی ہو جا''

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر کھانے پینے کی اشیاء کی قلت ہوگئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو کہیں چلے گئے اور جب کچھ دیر بعد لوٹ کر آئے تو آپ کے پاس سامانِ خورد نوش سے بھرے ہوئے اونٹ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر اسلام کی کفالت کی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

منافقین کے لئے یہ موقع ایک آزمائش تھی وہ گرمی کی شدت کی وجہ سے شامل نہ ہوسکے اور گھروں میں چھپ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا اور خود تیس ہزار کی فوج جس میں دس ہزار گھوڑسوار تھے لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لے جانے کا فیصلہ

روایات کے مطابق غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ نہیں رکھا اور آپ ﷺ کو مدینہ منورہ میں اہل بیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے لشکر لے کر نکلے تھے کہ منافقوں نے باتیں کرنی شروع کر دیں۔

''رسول اللہ ﷺ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لے گئے کہ انہیں آپ رضی اللہ عنہ کی صحبت ناگوار گزرتی ہے'' ایسی باتیں سننے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار رسول اللہ ﷺ کے پاس موضع شرف پہنچے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''اے علی (رضی اللہ عنہ) کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارا مقام میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا اور فرق صرف اتنا ہے ہارون علیہ السلام پیغمبر تھے جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' (مدارج النبوۃ جلد دوم)

اسلامی فوج تبوک کے مقام پر خیمہ زن ہوئی۔ یہ مقام مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ مسلمانوں کی آمد سن کر رومیوں نے اپنی سرحدی فوجیں پیچھے ہٹا

لیں۔ یہاں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اگرچہ شامی جنگی تیاریوں میں مصروف تھے لیکن مدینہ پر ان کے حملے کی خبروں میں مبالغہ سے کام لیا گیا تھا اور عرب پر شامی حملے کا کوئی فوری خطرہ نہیں تھا۔ آپ نے بیس دن تک تبوک میں قیام کیا اس دوران میں ایلہ کے عیسائی حاکم یوحنا نے اطاعت قبول کی اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔ دوسرے عیسائی قبیلوں نے بھی جزیہ دینا قبول کرلیا۔

تبوک سے واپسی کے بعد جزیرہ عرب کے دور دراز علاقوں سے بے شمار وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں سورہ نصر اس بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اذا جاء نصر اللّٰه والفتح، ورأیت الناس ید خلون فی دین اللّٰه افواجاً۔

پس اللہ کی مدد آن پہنچی اور فتح نصیب ہوئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے (مدارج النبوۃ جلد دوم)

ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ

مورخین کے مطابق غزوہ تبوک میں ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کا نام عبداللہؓ اور لقب ذوالبجادین تھا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا تعلق بنی مزینہ سے تھا اور آپؓ یتیم تھے۔ آپؓ کی کفالت آپؓ کے چچا نے کی۔ آپؓ کو بت پرستی سے نفرت تھی۔ چونکہ آپ کے چچا کافر تھے لہٰذا آپ اسلام قبول کرنے میں خوف زدہ تھے۔ جب فتح مکہ ہوئی تو لوگ جوق در جوق مسلمان ہوئے۔ آپؓ نے اپنے چچا سے کہا کہ وہ اسلام قبول

کرلیں۔جبکہ میں (عبداللہؓ) اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چچا نے آپؓ کی بات سنی تو برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے ایک کمبل لیا اور اسے دو ٹکڑے کر کے آدھے کا تہبند بنا لیا جبکہ دوسرا حصہ چادر بنالی۔ اسلام قبول کرنے کے شوق میں آپ نے ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔وہاں پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ میں قیام پذیر ہوئے۔

نماز فجر کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی اور آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر کلمہ پڑھ لیا اور اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ نے نام کے بارے میں دریافت فرمایا تو عبداللہؓ نے کہا کہ میرا نام" عبدالعزیٰ" ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا نام آج سے عبداللہ ہے اور تمہارا لقب ذوالبجادین یعنی دو کمبلوں والا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کا ارادہ کیا تو آپؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ میں جانے کی درخواست کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری خواہش ہے کہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو جاؤں۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کا شوق جہاد دیکھا تو فرمایا تم درخت کی چھال لاؤ۔آپؓ ببول کی چھال لائے۔رسول اللہ ﷺ نے وہ چھال آپ رضی اللہ عنہ کے بازو پر باندھی اور دعا کی۔

"اے اللہ میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام قرار دے دیا ہے"

یہ سنتے ہی حضرت عبداللہؓ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں تو شہید ہونا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تم جہاد کے لئے نکلو گے اور اگر تم بخار سے بھی مرے تو تم مرتبہ شہادت پر

فائز ہو گئے''

چنانچہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر اسلام کے ہمراہ تھے۔ اور پھر جب رسول اللہ ﷺ تبوک پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا اور آپؓ نے اسی بخار میں وصال فرمایا۔

حضرت عبداللہ کی تدفین کا منظر

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہؓ کی تدفین کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ چراغ لئے آپؓ کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ خود آپؓ کی قبر میں اترے۔ تدفین کے وقت آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

''تم اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اُٹھاؤ''

اور پھر رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا اور قبر کو کچی اینٹوں سے بند کر دیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر یوں دعا فرمائی۔

''اے اللہ! میں ذوالبجادین (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا''

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

مسجد ضرار کے انہدام کرنے کا فیصلہ

اسی سال 9 ہجری میں مسجد ضرار کا انہدام کیا گیا۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل ابوعامر خزری راہب جس نے دین نصرانیت اختیار کر لیا تھا۔ یہ راہب توریت و انجیل کا عالم تھا۔ بڑا زاہد اور عابد تھا۔ اہل مدینہ کو سرور انبیاء ﷺ

کی نعت پڑھ پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو اسے آپ ﷺ کی آمد بڑی ناگوار گزری۔ وہ سرداری کے چکر میں تھا جو لوگ آپ ﷺ کے شیدائی تھے انہیں کہنے لگا یہ وہ نہیں بلکہ ان کے مشابہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ بدر میں اسلام کی فتح کے بعد کافروں کو اسی نے جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ احد میں پہلا تیر اسی نے پھینکا۔ آپ ﷺ اسے ابع عامر فاسق کہا کرتے تھے۔ یہ جنگ حنین میں بھی شریک ہوا وہاں سے بھاگ کر ہرقل کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اپنی قوم کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے شہر میں ایک مسجد تعمیر کرو، تاکہ میں وہاں واپس آ کر اپنے مقاصد کی تکمیل کروں۔ غزوہ تبوک سے قبل یہ مسجد تعمیر ہو چکی تھی۔ مسجد کے بانیوں نے آپ ﷺ سے یہاں نماز ادا کرنے کی درخواست بھی کی تھی۔ جنگ کے مشغولیت کے باعث آپ ﷺ نے یہاں نماز ادا نہ کی۔ صرف وعدہ کیا۔ تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ کے پاس منافقین آئے اور آپ ﷺ کو وعدہ یاد دلایا اور اصرار کیا، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کی مسجد میں قدم نہ رکھا۔ کیونکہ غزوہ تبوک سے واپسی تک منافقوں کے متعلق اللہ عزوجل کے کئی فرمان آ چکے تھے اور منافقوں کا نفاق اور اسلام دشمنی ظاہر ہو چکی تھی بالخصوص عزوجل نے مسجد ضرار کے متعلق سورہ توبہ کی آیات نازل فرمائیں۔

ترجمہ: اور جن لوگوں نے مسجد بنائی ہے ضد اور کفر اور پھوٹ ڈالنے کو مومنین میں اور گھات کیلئے۔ اس کے جو لڑتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے پہلے اور قسم کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

آپ ﷺ نے مالک وحشم اور عامر بن عدی کو مسجد کو مسمار کرنے اور جلا دینے کا حکم دیا ان حضرات نے مسجد کو مسمار کر دیا اور جلا ڈالا اس مسجد کی تعمیر میں بارہ

منافقین شریک تھے۔

فرضیت حج

اس سال 9 ہجری کو حج فرض ہوا تین سو مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق کی امارت میں اسلامی مناسک کے مطابق حج ادا کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی حج کیلئے روانگی کے بعد حضرت جبرائیل سورہ برات کی ابتدائی چالیس آیات لے کر تشریف لائے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو انکی تبلیغ کے لئے مکہ روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو جا کر کہو:

1۔ مومن کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

2۔ کوئی شخص عریاں حالت میں کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔

3۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا طواف اور حج نہیں کر سکے گا۔

4۔ تاہم جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ ہے صرف چار ماہ کی مدت تک وہ جائز سمجھا جائے گا اس کے بعد وہ منسوخ ہو جائے گا۔

اسی سال 9 ہجری میں بہت سے وفود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی لئے 9 ہجری کو عام الوفود بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

وفود سے ملاقات

وفد ثقیف:

اسی سال رسول اللہ ﷺ جب معرکہ طائف سے مدینہ لوٹے تو بنو ثقیف کے عروہ بن مسعود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ انہوں نے

واپس جا کر اہل طائف کو اسلام کی دعوت دی مگر لوگوں نے انہیں تیروں سے انہیں شہید کر دیا۔ پھر عبد یالیل کی قیادت میں چھ رکنی وفد بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ یہ لوگ خوشدلی سے مسلمان ہوئے مگر احسان جتاتے ہوئے آپ ﷺ سے کہا۔

''ہم سخت قحط کے زمانہ میں دور دراز سے سفر کر کے آئے ہیں اور ہمیں راستہ میں کہیں بھی شکم سیر ہو کر کھانے کو نہیں ملا اور ہماری جانب آپ ﷺ کے کسی لشکر نے حملہ نہیں کیا پھر بھی ہم نے اسلام قبول کر لیا''

اللہ عزوجل نے بنی اسد کے اس احسان جتلانے پر رسول اللہ ﷺ کی جانب وحی فرمائی۔

''یہ تم پر احسان جتلاتے ہیں ہم مسلمان ہو گئے (ﷺ) فرما دیجئے اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ عزوجل تم پر احسان کرتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت عطا کی اگر تم سچے ہو''

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا وفد

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے 10 ھ میں اپنے قبیلہ کے ایک سو پچاس افراد کے ہمراہ اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وفد کی آمد سے قبل رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

''فلاں راستے میں تمہیں ایک شخص ملے گا جس کے چہرے پر فرشتہ کی تسبیح کا اثر ہے''

رسول اللہ ﷺ کی اس خبر کے بعد حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ

کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور اسلام قبول فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''کیا تم میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو؟

کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو اللہ عزوجل یکتا ہے؟

1۔ کیا تم نماز قائم کرنے۔

2۔ زکوٰۃ ادا کرنے ۔

3۔ رمضان کے روزے رکھنے۔

4۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کام کرنے

5۔ ولی کی اطاعت کرنے کی اگرچہ وہ حبشی غلام ہو ان سب کی پیروی کرتے ہو؟

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر امور پر بیعت کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے ان کے قرب جوار کے قبائل کے حالات دریافت کئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قبائل میں دین اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہے اور ان کی اکثریت دین اسلام قبول کر چکی ہے، بت خانے منہدم ہو چکے ہیں اور لوگ مساجد تعمیر فرما رہے ہیں اور مساجد میں اقامت و جماعت میں مشغول ہیں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔

''بت خانہ ذوالخلیفہ کا کیا حال ہے؟''

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''وہ بت خانہ ابھی موجود ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کیا تم میرے قلب کو اس خیال سے خالی نہیں کرو گے؟''

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ میں اس کی خواہش رکھتا ہوں کہ یہ کام میں انجام دوں''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''اے جریر (رضی اللہ عنہ) تو اس بت خانے کو منہدم کردے''

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ کی مسافت بہت زیادہ ہے اور میرے پاس سواری کا کوئی انتظام نہیں ہے جس سے میں یہ طویل فاصلہ طے کرسکوں؟''

رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر رکھا اور آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اللہ عزوجل کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر دست مبارک رکھا اور میرے حق میں دعا فرمائی اور میں آپ ﷺ سے اجازت لے کر ایک تندو تیز گھوڑے پر سوار ہوا اور اس رب کائنات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور میں دن رات گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ میں نے بت خانہ ذوالحلیفہ کو آگ لگادی اور اسے منہدم کردیا۔ ذوالحلیفہ کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور پھر ذوالحلیفہ کے لوگ مدینہ منورہ آگئے اور اس بت خانے سے نکلنے والے ایک بڑے خزانے اور خوشبویات کو بھی وہ لوگ اپنے ہمراہ مدینہ منورہ لے آئے۔''

رسول اللہ ﷺ کو ذوالحلیفہ کے اس بت خانے کے منہدم ہونے کی خبر ملی تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اور خوشی کے آثار آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے

نمایاں تھے۔آپ ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول)

وفد ازد

بنی ازد کا تیرہ رکنی وفد صرو بن عبداللہ کی قیادت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لے آیا ان لوگوں نے اہل یمن سے جہاد میں حصہ لیا۔حضرت ابو سلیمان دارانی ؒ کے مطابق اس وفد میں سات لوگ تھے۔انہوں نے آپ ﷺ سے بات کی اور آپ ﷺ ان کی باتوں سے خوش ہوئے اور دریافت فرمایا۔

''تم کون ہو''

انہوں نے جواب دیا

''ہم مومن ہیں''

رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سنی تو تبسم فرماتے ہوئے فرمایا۔

''ہر بات کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے تمہاری بات کی کیا حقیقت ہے؟''

انہوں نے عرض کیا۔

''ہماری حقیقت پندرہ خصلتیں ہیں۔ پانچ خصلتیں وہ ہیں جو آپ ﷺ کے پیامبروں کے ذریعے ہم تک پہنچیں اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کا حکم آپ ﷺ نے فرمایا ہے اور ہم ان پر عمل کرتے ہیں جبکہ پانچ خصلتیں وہ ہیں جو عرب میں زمانہ جاہلیت سے رائج ہیں اور آپ ﷺ نے بھی ان کو ناپسند نہیں فرمایا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ خصلتیں کون کون سی ہیں جن کا حکم میرے قاصدوں نے تمہیں دیا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں۔

1۔ اللہ عزوجل پر ایمان لانا۔

2۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔

3۔ الہامی کتب پر ایمان لانا۔

4۔ انبیاء کرام رضی اللہ عنہم پر ایمان لانا۔

5۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ خصلتیں کون سی ہیں جن کا حکم میں نے تمہیں دیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں۔

1۔ گواہی دینا اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

2۔ نماز قائم کرنا۔

3۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

4۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

5۔ بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

''وہ خصلتیں کون کون سی ہیں جو عرب میں زمانہ جاہلیت سے رائج ہیں اور میں نے بھی انہیں ناپسند نہیں فرمایا''

انہوں نے عرض کیا وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں۔

1۔ فراخی وکشادگی کے باوجود اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا۔

2۔ مصائب پر صبر کرنا۔

3۔ قضا پر راضی رہنا۔

4۔ بات کرتے وقت ہمیشہ سچ بولنا۔

5۔ دشمنوں کا استہزاء اڑانے والی باتوں سے پرہیز کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''قریب تھا کہ تمہاری دانائی اور فصاحت کی بدولت تم انبیاء رضی اللہ عنہم میں سے ہوتے''

یعنی یہ خوبیاں انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کی صفات ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
''میں ان میں پانچ خصلتوں کا اضافہ کرتا ہوں تا کہ یہ نیک خصلتیں بیس ہو جائیں۔''
اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں۔

1۔ تم جو کھاتے ہو اسے ذخیرہ نہ کرو۔

2۔ تم وہ نہ بناؤ جس میں تم رہنے والے نہیں ہو۔

3۔ ایسی چیز کی خواہش نہ کرو جو فنا ہونے والی ہو۔

4۔ اللہ عزوجل کی پرہیزگاری اختیار کرو کیونکہ تمہیں اسی کی جانب لوٹنا ہے اور تمہیں اس کا بارگاہ میں پیش ہوتا ہے۔

5۔ اس چیز کی خواہش رکھو جو تمہیں کل یعنی بروز آخرت ملے گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

اس کے بعد قبیلہ ازد کا وہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر واپس روانہ ہوا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان نصائح پر ہمیشہ عمل کیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

وفد بنی اسد

بنو اسد کا دس افراد پر مشتمل وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں طلیحہ بن خویلد بھی تھا جس نے بعد میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ یہ لوگ خندہ پیشانی سے مسلمان ہوئے مگر احسان جتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں کہا۔

''ہم سخت قحط کے زمانہ میں دور دراز سے سفر کر کے آئے ہیں اور ہمیں راستہ میں کہیں بھی شکم سیر ہو کر کھانے کو نہیں ملا اور ہماری جانب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی لشکر نے حملہ نہیں کیا پھر بھی ہم نے اسلام قبول کر لیا۔''

اللہ عزوجل نے بنی اسد کے اس احسان جتلانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب وحی فرمائی۔

''یہ تم پر احسان جتلاتے ہیں ہم مسلمان ہو گئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما دیجئے اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ عزوجل تم پر احسان کرتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت عطا کی اگر تم سچے ہو'' (مدارج النبوۃ جلد دوم)

وفد بنی فزارہ

بیس افراد پر مشتمل یہ وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قحط سالی سے نجات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی اپیل کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے لئے دعا فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر ان کے لئے دعا کی اور پھر بارش شروع ہو گئی اور ایک ہفتہ تک موسلا دھار بارش ہوتی رہی جس پر قحط سالی کا خاتمہ ہو گیا۔ اگلے جمعہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے ایک اعرابی نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شدید بارش سے ہمارے چوپائے ہلاک ہونے لگے اور راستے منقطع ہو چکے لہٰذا دعا فرمایئے بارش پہاڑوں پر برسے اور کھیتوں اور بستیوں پر نہ برسے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی تو بادل شہر مدینہ اور اس کے اطراف سے ہٹ گئے اور آٹھ دن کے بعد مدینہ منورہ میں سورج دکھائی دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

بنی کنانہ کا وفد

مؤرخین لکھتے ہیں بنی کنانہ کے وفد نے حضرت واثلہؓ کی سربراہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ حضرت واثلہؓ جب مسلمان ہونے کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس لوٹے اور اپنے باپ کو مسلمان ہونے کے متعلق بتایا تو وہ آپؓ سے بیزار ہو گیا مگر آپؓ کی بہن نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپؓ اپنے باپ کی ناراضگی سے دلبرداشتہ ہو کر مدینہ منورہ آ گئے اور اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے اور غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد بصرہ چلے گئے جبکہ آخری عمر میں ملک شام چلے گئے اور 85ھ میں دمشق میں وصال فرمایا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

نجران کے عیسائیوں کا وفد

ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مناظرہ کرنا تھا۔ ان عیسائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق دریافت کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

''وہ اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور کنواری مریمؑ کی جانب القا کئے گئے''

عیسائی بولے وہ تو (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ عیسائی بولے کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بندہ ایسا دیکھا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر یہ دلیل ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تم کیا رائے رکھتے ہو وہ بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو ماں تھیں اور باپ نہ تھے''

ان عیسائیوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا کوئی جواب نہ تھا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر جھگڑنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو مباہلہ کرلو جو سچا ہو وہ بچ جائے گا اور جو غلط ہوا وہ برباد ہوگا اور حق باطل ظاہر ہو جائے گا۔

اس موقع پر اللہ عزوجل نے سورہ آل عمران کی آیت جس کا ترجمہ دیا جارہا ہے نازل فرمائی۔

''پھر اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں''

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت کے ہمراہ مباہلہ کے لئے آئے تو انہوں نے مباہلہ سے بھی انکار کر دیا۔ انہوں نے صلحنامہ پر دستخط کر کے جزیہ دینا قبول کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

"قسم ہے اللہ عزوجل کی جس کا عذاب ان کے سروں پر تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو یہ بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان کے گھر جل کر خاکستر ہو جاتے اور ان کے چرند و پرند سب نیست و نابود ہو جاتے۔" (تفسیر خزائن العرفان)

ان وفود کے علاوہ بنی مرہ بنی کنانہ، بنی ہلال، بنی عمار بن طفیل بنی سعد، اہ حمیر، اہل لہراہ، بنی سعد بن بکر، بنی الحارث، بنی زبید، بنو کلاب، بنو عذرہ، بنو عبس، سلامان، مہرہ، وائل اشعث خولان، ثعلبہ، غسان نجیب دارم وغیرہ کے وفود حضور صلی اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن ہشام نے کامل سیر النبی میں ایک سو چار کا تذکرہ کیا ہے جبکہ ابن سعد نے طبقات میں پچاس صفحات پر وفود کی تفصیل بیان کی ہے۔

حجۃ الوداع

ماہ ذی قعدہ 10 ہجری کے آغاز میں آپ ﷺ نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا اس کی اطلاع تمام قبائل عرب کو کر دی گئی۔ لوگ انبوہ در انبوہ مدینہ میں جمع ہونے لگے۔

25 ذیقعدہ کو آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ بالوں میں تیل لگایا اور کنگی کر کے خوشبو لگائی۔ لباس پہنا اور بعد نماز ظہر حج کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ اور تمام ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ مقام ذوالحلیفہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے نماز عصر ادا کی۔ اسی جگہ آپ ﷺ نے قربانی کے جانوروں کو قلاہ (ہار) ڈالا اور کوہان میں چیرہ لگایا۔ رات یہیں گزاری اور دوسرے روز غسل فرمایا اور بعد نماز ظہر عمرہ اور حج کے لئے احرام باندھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں ان کے سو دوسرے لوگ عمرہ کا احرام

باندھیں یہیں آپ ﷺ نے تلبیہ کرنی شروع کی۔

لبيك اللهم البيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمته لك والملك لك لا شريك لك لبيك

آپ ﷺ کی تقلید میں صحابہ کرام نے تلبیہ بلند آواز کہیں تو دشت و جبل گونج اُٹھے۔ جب یہ مقدس قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں قبائل عرب کے لوگ شامل ہوتے گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چاروں جانب نگاہ دوڑائی تو مجھے ہر جانب آپ ﷺ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں لوگ ہی لوگ دکھائی دیئے۔ بیہقی کی روایت کے مطابق ایک لاکھ چودہ ہزار لوگوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ جبکہ اور روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار لوگوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

حضور ﷺ کا تبسم فرمانا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج بیت اللہ کیلئے نکلیں اور جب ہم مقام عرج پر پہنچے تو آپ ﷺ نے وہاں قیام کا حکم دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئیں جبکہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ اور والد بزرگوار کے کھانے پینے کا سامان ایک ہی اونٹ پر تھا اور وہ اونٹ والد بزرگوار کے غلام کے پاس تھا۔ مقام عرج پر پہنچنے کے بعد ہم اس غلام کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ غلام آیا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا۔ والد بزرگوار نے اس سے

اونٹ کے متعلق دریافت کیا اور کہا ایک ہی اونٹ تھا تو نے اسے گم کر دیا۔ پھر والد بزرگوار نے اس غلام کو مارنا شروع کر دیا اور آپ ﷺ اس دوران تبسم فرمارہے تھے اور فرمارہے تھے اس کو دیکھو کیا کر رہا ہے؟ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

مکہ مکرمہ میں داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی

4 ذی الحج کو رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ پہنچے اور کعبہ کا طواف فرمایا ازاں بعد صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی نگاہ جیسے ہی خانہ کعبہ پر پڑی آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔

''اے اللہ! تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری ہی طرف سلامتی ہے۔ اے رب! ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! اس گھر کی عظمت و شرف اور عزت ہیبت کو زیادہ کر اور جو اس کا گھر کا حج اور عمرہ کرے تو اس کی بزرگی اور شرف و عظمت کو بڑھا دے۔''

رسول اللہ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ مقام ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر نماز سے فراغت کے بعد حجر اسود کا استیلام فرمایا اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب چل دیئے اور جب آپ ﷺ صفا کے نزدیک پہنچے یہ آیت وردِ زبان تھی۔

ان الصفا و المروۃ شآئر اللہ

''بے شک صفا اور مروہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ہیں''

پھر رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی کی اور چونکہ آپ ﷺ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے اس لئے عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام نہ کھولا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضرت علیؓ کی یمن سے واپسی

حضرت علیؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حج اور عمرہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں ۔تو انہوں نے مدینہ منورہ جانے کی بجائے مکہ معظمہ کی طرف جانے کا ارادہ کرلیا۔جب آپؓ مکہ معظمہ کی حدود میں داخل ہوئے تو آپؓ نے احرام باندھ لیا۔ پھر آپؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یمن کے دورے کی تفصیلات بیان کیں۔ حضور کریم ﷺ نے آپ کی تبلیغی کاوشوں کو سراہتے ہوئے فرمایا۔

''علی (رضی اللہ عنہ) تم!طواف کعبہ کے بعد اپنا احرام کھول دو''

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت علیؓ نے اس موقع پر عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! میں نے جب یہ احرام باندھا تھا تو یہ نیت کی تھی کہ اے اللہ! میں وہ احرام باندھ رہا ہوں جو تیری حبیب ﷺ نے باندھا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا

''کیا تمہارے پاس قربانی کے لئے اونٹ ہیں؟''

حضرت علیؓ نے عرض کیا

''یارسول اللہ ﷺ میرے پاس قربانی کیلئے کوئی جانور موجود نہیں''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''فکر کی ضرورت نہیں''

پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی کے جانوروں میں شریک فرما لیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔

(تاریخ طبری جلد دوم)

حج کی ادائیگی اور خطبہ

طواف کعبہ سے فارغ ہو کر جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے انہیں احرام کھولنے کا حکم دیا اور ترویہ (8 ذوالحجہ) یعنی دوبارہ حج کا احرام باندھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جولوگ قربانی کے لئے جانور ساتھ لائے تھے انہیں احرام باندھے رکھنے کا حکم فرمایا۔ 8 ذی الحج کو آپ ﷺ منیٰ میں تشریف لے گئے وہاں ظہر، عصر اور رات کی نمازیں ادا کیں۔ جمعہ 9 ذوالحج کو نماز فجر کے بعد میدان عرفات میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے نصف دن گزرنے کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی جس کا نام قصویٰ تھا پر سوار ہو کر ایک بلیغ خطبہ دیا جسے خطبہ الوداع کہا جاتا ہے۔ یہ خطبہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری خطبہ تھا۔ اس خطبہ نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ آپ نے حجاج کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''زمانہ جاہلیت کے تمام دستور میں اپنے دونوں قدموں تلے روندتا ہوں۔ بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ یعنی آدم علیہ السلام ایک ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ماسوائے تقویٰ کے۔ تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر مکرم ہے''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حجاج کرام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''بروزِ حشر جب تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟''

حجاج کرام نے جواب دیا۔

''ہم کہیں گے آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کا پیغام ہم تک پہنچا دیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے حجاج کی بات سنی تو آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب بلند کی اور فرمایا۔

''اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! گواہ رہنا''

(سنن ابی داؤد جلد اول)

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نے ذیل کی آیت قرآنی نازل فرمائی اور دین اسلام کو مکمل کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔'' (مدارج النبوۃ جلد دوم)

خطبہ الوداع کے اہم نکات

1۔ حمد باری تعالیٰ

آپ ﷺ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد اور معافی مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی فتنہ انگیزیوں اور اعمال کی برائیوں سے اسی سے پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔

2۔ توحید اور رسالت

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔

3۔ عبادت کی ترغیب

اللہ کے بندو! میں تم کو اسی عبادت کی نصیحت اور ترغیب دلاتا ہوں میں آغاز کلام اس بات سے کرتا ہوں جو باعث خیر ہے۔

4۔ اشارہ وصال

لوگو! میری باتیں غور سے سنو مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں اس سال کے بعد اس جگہ پر تم سے پھر مل سکوں۔

5۔ جاہلیت کے دستور ختم

ہاں! جاہلیت کے تمام دستور اور رسوم آج میرے پاؤں تلے ہیں۔

6۔ اخوت اسلامی وفضیلت تقویٰ

لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے جد اعلیٰ ایک ہے سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی بنے تھے۔ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کسی بھی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں بجز اس کے کہ وہ خود اپنی مرضی سے دے دے۔ اپنے آپ پر کسی حالت میں بھی ظلم نہ کرنا۔

7۔ حرمت مال جان وآبرو

لوگو! تمہارے خون تمہارے تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن، یہ شہر اور یہ مہینہ حرمت والا ہے دیکھو! تم جلد اپنے رب کے حضور حاضر ہوگے۔ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کے گردن کاٹنے لگ جاؤ۔

8۔ حرمت سود

آج سے ہر قسم کا سود ساقط ہوگیا ہے البتہ تمہیں راس المال (اصل رقم) ملے

گی۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو ممنوع قرار دیا ہے سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود منسوخ کرتا ہوں۔

9۔ جاہلیت کے خون معاف

اسلام سے قبل دور جاہلیت میں جو خون ہوئے وہ سب معاف کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔ ربیعہ آپ ﷺ کا چچرا بھائی تھا جس کے لڑکے عامر کو بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔

10۔ حرام مہینوں کا تعین

اللہ کی کتاب (نوشتہ تقدیر) میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے۔ جب سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے۔ ان میں چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذیقعد ذوالحج اور محرم) لگا تار ہیں اور رجب تنہا ہے ان میں ردو بدل کرنا کفر میں اضافہ ہے۔

11۔ گناہوں سے اجتناب

لوگو! شیطان نظام حق چھا جانے کے بعد عرب میں اپنی پوجا سے مایوس ہو گیا ہے۔ لیکن دیگر چھوٹے چھوٹے گناہوں میں اپنی طاعت کئے جانے پر خوش ہوگا اسلئے اس سے اپنے دین کو محفوظ رکھو۔

12۔ عورتوں کے حقوق و فرائض

اے لوگو! اپنی بیویوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو اپنی بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ کسی غیر آدمی جو تمہیں ناپسند ہو تمہارے

بستر پر نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی مار مارو جو شدید نہ ہو ان پر بھی لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے خواب گاہوں میں علیحدگی اختیار کرلو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اچھی طرح پہناؤ اور ان سے حسن سلوک سے پیش آؤ وہ تمہارے نکاح میں آ جانے سے تمہاری پابند ہو جاتی ہیں۔ اور اپنے نفس کی مالک نہیں رہتیں۔

13۔ غلاموں کے حقوق

اپنے غلاموں کے ساتھ برابر کا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ اگر وہ کوئی ایسا جرم کر بیٹھیں جسے تم معاف کرنا نہ چاہو تو اللہ کے ان بندوں کو بیچ ڈالو اور دکھ نہ دو۔

14۔ قانون وراثت

اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے وراثت کے بارے میں وصیت جائز نہیں۔

15۔ حقوق العباد

اپنی ماں اپنے باپ اپنے بھائی کا حق ادا کرو اس کے بعد درجہ بدرجہ رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ میں تمہیں پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں

16۔ اطاعت امیر

اگر تم پر کوئی نک کٹا حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے اور وہ اللہ وتعالیٰ کی

کتاب کے مطابق تم کو لے چلے تو تم پر اسکی اطاعت لازم ہے۔

17۔ دیگر قوانین

عاریت لوٹائی جائے۔تحفہ پھیرا جائے۔قرض ادا کیا جائے اور ضامن تاوان کا ذمہ دار ہوگا۔عورت کو اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔لوگو! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ جس جان کو اللہ وتعالیٰ حرام ٹھہرایا ہے اس کو ناحق نہ مارو۔زنا نہ کرو۔چوری مت کرو۔

18۔ عبادات

لوگو! میرے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ جدید امت،خوب سن لو اپنے پروردگار کی پنجگانہ نماز ادا کرو۔ماہ صیام کے روزے رکھو۔بیت اللہ کا حج کرو۔خبردار! غلو سے بچو تم سے پہلی اقوام اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے دین میں غلو کیا۔

19۔ کتاب وسنت پر عمل

میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک اس پر کار بند رہو گے گمراہ نہ ہو گے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ۔مجھ سے مناسک حج سیکھ لو شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کرسکوں۔

اس جامع خطبہ کے آخر میں آپ ﷺ نے مجمع سے پوچھا! قیامت کے دن جب میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے۔صحابہ کرام نے عرض کیا ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھا کر تین بار فرمایا۔اے خدا گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک یہ باتیں پہنچا دیں جو غیر حاضر ہیں۔ ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری حج تھا۔ جسے حجۃ الوداع حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغہ کہا جاتا ہے۔

20۔ تکمیل دین کی بشارت

خطبہ کے اختتام کے بعد میدان عرفات میں ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دین کم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام بطور دین پسند کیا۔ (رسالت مآب حصہ دوم 177)

اس آیت کے بعد نزول وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اس آیت سے صاف طور پر واضح ہو گیا تھا کہ نبوت کا فریضہ مکمل ہو چکا ہے اور اب آپ ﷺ زیادہ دیر تک اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اذان کہو۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نے نماز ظہر اور عصر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائی اور پھر آپ ﷺ موقوف تشریف لے گئے اور جبل رحمت کے نیچے غروب آفتاب تک دعاؤں میں مشغول رہے اور غروب آفتاب کے بعد حجاج کرام کے ہمراہ مزدلفہ تشریف لے گئے اور نماز مغرب اور نماز عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں اور مشعر حرام کے پاس

تمام رات امت کے لئے دعائیں مانگیں۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

پھر سورج نکلنے سے قبل رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے منیٰ تشریف لے گئے اور وادی محسر کے راستہ سے منیٰ میں داخل ہوئے اور جمرہ کے پاس جا کر شیطان کو کنکریاں ماریں اور با آواز بلند فرمایا۔

''حج کے مسائل سیکھ لو اور میں نہیں جانتا کہ شاید آج کے بعد میں دوسرا حج کرسکوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں بھی لوگوں سے خطاب کیا اور لوگوں کو حج کے مسائل و احکام سکھائے اور پھر قربان گاہ کی جانب گئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ قربانی کے سو اونٹ تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے دست اقدس سے اونٹ ذبح کیا اور پھر حضرت علیؓ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔

''ان کا گوشت صدقہ و خیرات کر دو اور قصاب کی مزدوری اس میں سے ہرگز ادا نہ کرو'' (مدارج النبوۃ جلد دوم)

رسول اللہ نے قربانی کے بعد حضرت معمر بن عبداللہؓ سے فرمایا۔

''میرے بال کاٹ دو''

حضرت معمر بن عبداللہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ کے بال مبارک کاٹے اور آپ ﷺ نے اپنے موئے مبارکہ میں سے کچھ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دیئے اور باقی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیئے۔ (صحیح مسلم جلد اول کتاب بیان ان السنتہ یوم نحر)

رسول اللہ ﷺ موئے مبارک کٹوانے کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لائے اور طواف زیارت کیا اور پھر چاہ زمزم پر تشریف لے گئے جہاں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ حجاج کو زمزم پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ لوگ مجھے دیکھ کر ایسا کریں گے تو میں آپ رضی اللہ عنہ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پیتا''

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو آب زمزم پیش کیا اور آپ ﷺ نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر آب زمزم نوش فرمایا اور پھر منیٰ تشریف لے گئے اور بارہ ذی الحجہ تک منیٰ میں مقیم رہے اور ہر دن سورج ڈھلنے کے بعد جمرود پر کنکریاں مارتے تھے۔ پھر تیرہ ذی الحجہ کو سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ منیٰ سے واپس ہوئے اور وادی محصب میں قیام کیا اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد طواف وداع کیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانگی اختیار کی۔

غدیر خم پر خطاب

مدینہ منورہ جاتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر قیام کیا۔ صحابہ کرامؓ جو ہمراہ تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''تمام حمد و ثناء اللہ عزوجل کے لئے ہے اور اے لوگو! میں بھی انسان ہوں اور ممکن ہے اللہ کا فرشتہ جلد آن لے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے اور میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب اللہ جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں جن کے بارے میں تمہیں میں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔''

خطاب کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا۔

ترجمہ: ''جس کا مولا میں ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کا مولا ہے اور اے اللہ! جو علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی (رضی اللہ عنہ) سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ''

(مشکوٰۃ شریف مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

رومیوں کے خلاف لشکر کشی اور

اسامہ رضی اللہ عنہ کو سالار بنانے کا فیصلہ

صفر المظفر 11ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی کا آخری لشکر تیار کیا اور اس لشکر کا سالار حضرت سامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنانے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ وہ عمر کے لحاظ سے کم سن اور تجربہ کے حوالے سے کم تجربہ رکھتے تھے۔ یہ رسول کریم ﷺ کا فیصلہ تھا۔ اس فیصلہ کی تکریم تمام اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے کی۔

روایات میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے 26 صفر المظفر 11ھ دوشنبہ کے دن رومیوں کے خلاف لشکر کشی کے لئے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اگلے دن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔

"میں تمہیں امیر لشکر مقرر کرتا ہوں اور تم اپنے باپ کی شہادت کا بدلہ لو اور انتہائی تیزی کے ساتھ کفار پر حملہ آور ہو، کہ انہیں سنبھلنے کا موقع نہ ملے"

یہ حکم دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جھنڈا عطا کیا اور فرمایا۔

"اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کفار کے ساتھ جنگ کرو"

مہاجرین اور انصار کا اعتراض

روایات میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو اس لشکر کا حصہ بننے کی ترغیب دی تو کچھ نے اعتراض کیا کہ آپ ﷺ ایک کم سن اور ناتجربہ کار کو سالار بنا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو جب اس اعتراض کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ بیمار ہونے کے باوجود چادر اوڑھے منبر پر تشریف لائے اور مخاطب ہوئے۔

''تم لوگ اُسامہ (رضی اللہ عنہ) کی کم سنی پر تنقید کرتے ہو اور اسے قبل تم نے اس کے باپ کو بھی سالار بنائے جانے پر تنقید کی تھی حالانکہ وہ اسکے لائق تھے اور اب ان کا بیٹا بھی اس لائق ہے کہ وہ سالار بنایا جائے اور میرے نزدیک میرے محبوب صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ہے جیسے اس کا باپ میرا محبوب صحابی (رضی اللہ عنہ) تھا۔ پس تم اسامہ (رضی اللہ عنہ) کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو وہ تم میں سے بہتر لوگوں میں سے ہے''اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی علالت میں اضافہ ہو گیا۔

روایات میں آتا ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ابھی لشکر کے ہمراہ جرف کے مقام پر پہنچے تھے کے انہیں رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ لشکر کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے متعلق فیصلے

اسود عنسی کے متعلق فیصلہ اور اس کا پس منظر

نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں ایک نام اسود عنسی کا تھا۔ اسود عنسی کا حقیقی نام عبہلہ بن کعب تھا اور اس کا تعلق بنی مذحج کی ایک شاخ عنس سے تھا اور یہ چونکہ ہر وقت اپنے عمامہ کے اوپر چادر ڈال کر اپنا چہرہ چھپائے رکھتا تھا اس لئے ''ذوالخمار'' یعنی اوڑھنی والے کے لقب سے بھی مشہور تھا۔ اس کا رنگ انتہائی سیاہ تھا جبکہ خدوخال بھی انتہائی کریہہ تھے۔

اسود عنسی کاہن اور شعبدہ باز تھا اور لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے میں ماہر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب اہل یمن اسلام کی جانب مائل ہوئے تو یمن کے

گورنر "باذان" نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ پھر جب باذان کا وصال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے یمن کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا اور اس کے ایک شہر صنعا پر باذان کے بیٹے شہر کی حکومت برقرار رکھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں 10 ھ میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے قبیلے مذحج کو اپنے ساتھ ملاتے ہوئے مملکت اسلامیہ کے خلاف بغاوت کا آغاز کیا اور نجران پر حملہ کر دیا۔ نجران سے حضرت عمرو بن حزم، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہم کو نکال کر نجران پر قابض ہو گیا۔ پھر اس نے سات سو سواروں کے ہمراہ صنعاء پر حملہ کیا اور شہر بن باذان کو شہید کر کے صنعا پر حملہ کیا اور شہر بن باذان کو شہید کر کے صنعا پر بھی قابض ہو گیا۔

قیس بن عبد یغوث جنہیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مراد سے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور کیا تھا وہ بھی مرتد ہو گیا اور اسود عنسی کے ساتھ مل گیا اور قبیلہ مراد کے حاکم حضرت فروہؓ بن مسیک کو علاقہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس دوران حضرت عمرو بن حزام، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت دبر رضی اللہ عنہ بن یحنس ازدی کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت طاہر بن ابی ہالہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم جو یمن کے پہاڑی علاقے میں مقیم تھے اور دین اسلام پر ثابت قدم تھے انہیں اسود عنسی کے مقابلہ کا حکم دیا اور قیس بن ہبیرہؓ کو بھی ایک لشکر کے ہمراہ اسود عنسی کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں اس دوران ایک مسلمان فیروزؓ دیلمی تھے اور شہر بن باذان کی بیوہ آزاد کے چچا زاد بھائی بھی تھے۔ انہوں نے قیس رضی اللہ عنہ بن ہبیرہ سے ملاقات کی اور پھر فیروزؓ خفیہ طور پر آزاد سے ملے اور یوں انہوں نے اسوہ عنسی کے قتل کر منصوبہ بنایا۔

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن یہ لوگ خفیہ طور پر اسود عنسی کے گھر میں داخل ہوئے اور اس وقت اسود عنسی شراب کے نشہ میں دھت تھا۔ فیروز رضی اللہ عنہ نے موقع پا کر اسود عنسی کو شدید زخمی کر دیا اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کا سر تن سے جدا کر دیا۔

اسود عنسی کے قتل کے بعد حضرت قیس رضی اللہ عنہ شہر کی فصیل پر چڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی اور اعلان کیا۔

''اسود عنسی کاذب، جھوٹا اور مرتد تھا اور اب وہ جہنم واصل ہو گیا ہے''

مسیلمہ کذاب اور اس کا انجام

روایات میں آتا ہے کہ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھیوں کے ساتھ 9 ھ کو مدینہ منور آیا۔ اس نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اسے اجازت دیئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا اور اس سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ملاقات کے دوران مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا جانشین مقرر فرمائیں۔ اگر آپ نے ایسا کر دیا تو میں (مسیلمہ کذاب) مسلمان ہو جاؤں گا اور میرے ساتھی بھی۔ اس بات پر وہ بار بار اصرار کرتا رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اس قدر ہٹ دھرمی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عصا کو ہاتھ میں زور سے پکڑا اور فرمایا:

''جانشینی تو دور کی بات ہے۔ میں تجھے اپنا یہ عصا جو میرے ہاتھ میں ہے دینا پسند نہیں کرتا۔ اللہ عزوجل نے جو تیرا مقدر لکھا ہے وہ وقوع پذیر ہوگا اور مجھے تیرے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے اور اگر تو کچھ بات کرنا چاہتا ہے تو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہے تو اس سے بات کر لے''

بیان کیا جاتا ہے کہ مسیلمہ کذاب یہ سن کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس لوٹ گیا۔ وہاں اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کہا اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے (نعوذ باللہ) اپنی نبوت سے کچھ حصہ عطا کر دیا ہے۔ اس کے قبیلہ کے علاوہ اس کے دوسرے ساتھیوں نے اس کے اس دعویٰ کی خوب تشہیر کی۔ اس ضمن میں کئی لوگ مرتد ہو گئے۔ لہٰذا جو لوگ بھی اس کے پاس آتے انہیں وہ اپنے شعبدے دکھاتا اور ان شعبدوں کو معجزہ کا نام دیتا۔ وہ لوگوں سے کہتا کہ میرے پاس فرشتہ آتا ہے جو مجھے عزوجل کا پیغام پہنچاتا ہے۔ اس پیغام کو وہ وحی کا نام دیتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس کا دماغ زیادہ خراب ہوا تو اس نے حضور سرکار دو عالم ﷺ کو ایک خط لکھا اس میں اس نے خود کو مسیلمہ رسول اللہ لکھا۔ (نعوذ باللہ) خط میں یہ بھی لکھا کہ میں آپ ﷺ کی رسالت میں برابر کا شریک ہوں۔ نصف ملک میرا ہے جبکہ نصف ملک قریش کی ملکیت ہے۔ قریش زیادتی کرنے والے ہیں۔ رسول کریم کو جب خط ملا تو آپ ﷺ نے یوں جواب دیا۔

> ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب مسیلمہ کذاب کے نام اور جو ہدایت یافتہ ہے اس پر میرا سلام ہو، اور تو جان لے کہ ملک تو اللہ عزوجل کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنائے اور آخرت تو صرف پرہیز گاروں ہی کے لئے ہے''

چند دنوں کے بعد حضور کریم ﷺ کا ظاہری وصال ہو گیا۔ اپنے وصال کے بعد اس نے اس موقع سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اپنے نبی (نعوذ باللہ) ہونے کے اس دعویٰ کو خوب ہوا دی۔ مورخین کے مطابق اہل عرب کے چالیس ہزار جنگجو بھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب کے چنگل میں پھنس گئے۔ وہ اس قدر قوی ہوتا چلا گیا کہ

جوشخص اس کے اس جھوٹے نبی ہونے کے دعویٰ سے انکار کرتا اس پر ظلم کیا جاتا۔ یہاں تک کہ حضرت حبیب بن زید انصاریؓ جو عمان سے مدینہ منورہ آرہے تھے آپ کے ظلم سے نہ بچ سکے اور شہید ہو گئے۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو اس وقت بنی تمیم کی ایک حسینہ سجاح بنت حارث نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ عورت عیسائی تھی اور بہت اچھی مقرر تھی۔ اس نے اپنے مقرر ہونے کا خوب فائدہ اُٹھایا اس نے اپنی فصاحت و بلاغت کی بدولت کئی لوگوں کو اپنی جانب مائل کر لیا۔ بعد ازاں اس عورت نے مسیلمہ کذاب سے شادی کر لی۔ یوں وہ مسیلمہ کذاب کے جھوٹے نبی ہونے میں اس کا ساتھ دینے لگی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہیں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ جس میں خاص کر منکرین زکوٰۃ تھے۔ لہٰذا مسیلمہ کذاب اور سجاح بنت حارث کی سرکوبی ایک مشکل فیصلہ تھا۔ جو انہوں نے کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہؓ کی سربراہی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ اور ان کی مدد کے لئے آپؓ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا۔ مگر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی آمد سے قبل ہی مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ جس کا انہیں نقصان اُٹھانا پڑا۔

حضرت ابو بکرؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہیں بہت دکھ ہوا اور ساتھ ہی افسوس بھی کہ یہ حضرت عکرمہؓ کی جلد بازی کا نتیجہ تھا۔ جو نقصان کی صورت میں لشکر اسلام کو برداشت کرنا پڑا۔

آپ نے فوری طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں ایک لشکر بھیجا جس میں انتہائی جلیل القدر اور جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یہ جانثار صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ظاہر زندگی میں کئی جنگوں میں شامل رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے نبوت کے اس جھوٹے دعویدار کو ایک زبردست معرکہ کے بعد جہنم واصل کیا۔ اس جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کی موت کے بعد اس کے لشکر کی کمر ٹوٹ گئی اور انہوں نے شکست تسلیم کر لی۔

(تاریخ طبری جلد دوم)

طلیحہ اسدی اور اس کی واپسی

تاریخ طبری کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ کی ظاہری زندگی میں نبوت کا ایک اور جھوٹا دعویدار طلیحہ نامی پیدا ہوا۔ یہ جھوٹا نبی بنو اسد سے تھا۔ اس کے باپ کا نام خویلد تھا۔ اس کے نبی ہونے کی کہانی بھی عجیب اور دلچسپ ہے۔

روایات میں آتا ہے طلیحہ اسدی نے 9ھ میں رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر اپنے قبیلہ کے ہمراہ بیعت کی اور مسلمان ہوا۔ مگر پھر رسول اللہ ﷺ کی ظاہرہ زندگی کے آخری ایام میں مرتد ہو گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ کے ہمراہ ایک بیابان سے گزر رہا تھا جہاں پانی ناپید تھا۔ قبیلہ کے لوگ پیاس کی وجہ سے بے حال ہو رہے تھے۔ (اس نے ڈھکوسلا چلایا) کہ فلاں جگہ پانی موجود ہے۔ چنانچہ اس کے قبیلہ والوں نے جب اس جگہ پر جا کر دیکھا تو وہاں پانی موجود تھا۔ طلیحہ اسدی نے اسے اپنا معجزہ خیال کیا اسی بنا پر اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ اس کے قبیلہ والے بھی اس کی اس بات کو معجزہ جانتے ہوئے اس پر ایمان لے آئے اور اسے اپنا نبی تسلیم کر لیا۔

حضور کریم ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد طلیحہ بھی مسیلمہ کذاب کی طرح مقبولیت حاصل کرتا گیا۔ وہ اپنے معتقدین کو کہتا تھا کہ اب رسول اللہ (نعوذ باللہ) نہیں رہے۔ میں زندہ ہوں اور میں نبی ہو۔ بنی غطفان، بنی فزارہ، بنی طے اور بنی

جدیلہ کی بڑی اکثریت اس کی جماعت میں شامل ہوگئی یہاں تک کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ایک گروہ کو مقام ابرق میں ٹھہرایا اور دوسرے گروہ کو مدینہ منورہ سے نجد کی طرف جانے والی شاہراہ کے نزدیک ذوالقصہ میں جمع کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرے اور اسے اپنا مرکز بنائے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جھوٹے نبی طلیحہ اسدی کی سرکوبی کیلئے مقرر فرمایا۔ خالد بن ولیدؓ کے لشکر میں بنی طے (جو اس کے متعقد تھے) کے ایک ہزار افرد شامل ہو گئے۔ ان افراد کی شمولیت کو دیکھتے ہوئے ایک اور قبیلہ بنو جدیلہ بھی طلیحہ اسدی کی حمایت سے دستبردار ہوگیا اور اس قبیلہ کے پانچ سو افراد حضرت خالد بن ولیدؓ سے آن ملے۔ مقابلہ صرف بنو اسد اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکروں میں رہ گیا تھا۔

جب جنگ کا آغاز ہوا تو لشکر اسلام نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے جس سے بنو اسد کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ میدان جنگ سے بھاگنے کی سوچنے لگے۔ جھوٹا نبی طلیحہ اسدی جنگ کی یہ صورت دیکھ کر مایوس ہوگیا۔ اس نے شام کی طرف راہ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھی۔

کچھ عرصہ بعد بنو اسد اور بنی غطفان دوبارہ مسلمان ہوئے تو طلیحہ اسدی نے بھی ایک مرتبہ پھر اسلام قبول کر لیا۔ طلیحہ اسدی جو تائب ہو چکا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ آیا۔ مسلمان ہونے کے ناطے اس نے عراق کی فتوحات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لہٰذا وہ قبائل جو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے ایک مرتبہ پھر مسلمان ہو گئے۔ یہ لوگ پہلے سے بہتر طریقہ سے اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

حضور کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری وصال اور آپ کے احکامات

فتح مکہ کے بعد اسلام جزیرۃ العرب میں پوری طرح غالب آچکا تھا۔ کفر اور شرک کا استیصال ہو چکا تھا۔ خطبہ الوداع میں تکمیل دن کے آخری فریضہ سے فراغت اور الیوم اکملت لکم دینکم کے نزول سے اس بات کی تصدیق ہو چکی تھی کہ نبوت کا کار عظیم مکمل ہو چکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا سے رحلت کا وقت قریب آچکا ہے۔ خطبہ الوداع اور خطبہ غدیر خم میں بھی ایسے اشارے تھے جن سے صاف ظاہر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آچکا ہے۔ چنانچہ حجتہ الوداع سے واپس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے ملنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے زیادہ وقت حمد و ثناء اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔

وصال سے پہلے احد میں دُعا

صفر 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد تشریف لے گئے شہداء احد کے لئے دعائے خیر کی اور ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔

جنت البقیع میں آمد اور دعا

آخر ماہ صفر 8 ہجری 28 صفر المظفر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف شب کے قریب اپنے آزاد کردہ غلام ابو مویہبہ کے ہمراہ جنت البقیع کے گورستان میں تشریف لے گئے۔ آپ نے آسودگان بقیع کے لئے دعائے مغفرت فرمائی واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے اور وہیں قیام فرمایا۔

آغاز مرض

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ جنت البقیع سے واپس آئے تو آپ ﷺ کی طبیعت ناساز معلوم ہوتی تھی آپ ﷺ ہلکا ہلکا سر درد محسوس کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

''مجھے اس کھانے کی تکلیف آج محسوس ہوئی جو میں نے خیبر کے دن کھایا تھا اور اس کے زہر کے اثرات سے میری زندگی کی رگ کٹ گئی۔'' (صحیح بخاری جلد دوم)

قرطاس کا واقعہ

وفات سے چار روز پیشتر جمعرات کے دن رسول اللہ ﷺ کا مرض شدید ہو گیا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا دوات اور کاغذ (شانہ) لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے کچھ لکھوا دوں کہیں میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ صحابہ کرام میں اختلاف ہوا بعض نے کہا دوات اور صحیفہ پیش کر دینا چاہئے تا کہ آپ ﷺ جو چاہیں لکھ دیں بعض نے کہا کہ مناسب نہیں۔ آپ ﷺ پر شدت مرض ہے اس وقت آپ ﷺ کو تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا مرض شدید ہے اور قرآن پاک ہمارے درمیان موجود ہے۔ اس وقت اختلاف بڑھ گیا۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ سے دوبارہ دریافت کر لینا چاہئے۔ جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا رہنے دو۔ میں جس حالت میں ہوں بہتر ہوں۔ جب صحابہ میں تنازعہ بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے تنگ آ کر فرمایا۔

''اُٹھ جاؤ پیغمبر کے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں۔''

(رسالت مآب حصہ دوم صفحہ 201 فتح الباری صفحہ 250)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کسی

نے کہا انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں رو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہم آپ ﷺ کے وصال کے خوف سے روتے ہیں۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور آپ ﷺ ایک چادر لپیٹ رکھی تھی جس کے دونوں پلو کندھوں پر تھے۔ آپ نے سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"لوگ تعداد میں بڑھ جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ انصار کھانے میں نمک کی مقدار کے برابر رہ جائیں گے جو لوگوں کے امور میں سے کسی امر کا والی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان میں سے نیک لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے گنہگاروں سے درگزر فرمائے۔"

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

امامت حضرت ابوبکرؓ

جب تک آپ ﷺ میں چلنے پھرنے کی قوت تھی آپ ﷺ مسجد میں نماز ادا کرتے رہے۔ آخری نماز مغرب کی پڑھائی۔ عشاء کے وقت آپ ﷺ نے کئی بار مسجد میں جانے کا ارادہ کیا لیکن شدت مرض اور نقاہت کے باعث ہر مرتبہ غش آ گیا۔ اس لئے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ علامہ طبری کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے تین دن نماز پڑھائی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے وہ جب قرأت کریں گے تو لوگ ان کی آواز سن نہ سکیں گے۔ آپ ﷺ حضرت عمرؓ کو حکم دیں وہ امامت کریں رسول اللہ نے فرمایا۔

''نہیں ! امامت صرف ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہی کریں گے۔''

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

دوسرے دن مرض میں کچھ کمی واقعی ہوئی۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا سر پر پٹی باندھی۔ حضرت ابو بکرؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھا دو۔ حضرت عباسؓ اور ایک اور صحابی کی مدد سے آپ ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھا دیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ تو آپ ﷺ نے اشارے سے منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کا نماز پڑھائی اور نماز کے بعد زندگی کا آخری خطبہ دیا۔

حمد و ثنا اور شہدائے احد کے لئے استغفار کے بعد ارشاد فرمایا۔

''اے مہاجرین تم میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا انصار کی حالت وہی رہے گی جو آج ہے۔ انصار میری جائے پناہ ہیں ان کے نیکیوں کی عزت کرنا اور ان کے بدوں سے تجاوز کرنا'' (طبری صفحہ نمبر 522)

اس کے بعد فرمایا:

''خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ یا دُنیا پسند کرے یا خدا کے پاس جو نعمتیں ہیں انہیں حاصل کرے اس نے اللہ کی نعمتوں کو جو اس کے پاس ہیں پسند کیا ہے۔''

حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر رونے لگے۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں فرمایا۔

''رفاقت اور دولت کے خرچ کرنے میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا سب سے زیادہ احسان مند ہوں خدا کے بعد اس کے بندوں میں سے اگر کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا لیکن اخوت اسلام کا رشتہ کافی ہے''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''عنقریب میں تم سے جدا ہونے والا ہوں اور اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہے تو وہ اپنا حق لے لے اور جان و مال یا سامان جیسے چاہے قصاص لے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ آپ نے میرے تین درہم دینے ہیں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بات سنی تو فرمایا:

''میں کسی کا انکار نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو قسم دیتا ہوں مگر یہ تین درہم میں نے تم سے کب لئے تھے؟

اس شخص نے عرض کیا۔

''ایک دن ایک فقیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اسے تین درہم دے دو اور میں نے اسے تین درہم دے دیئے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

''اے فضل (رضی اللہ عنہ) اسے تین درہم دے دو''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اے لوگو! جس کی پر حق ہوا سے چاہئے کہ وہ آج اپنی گردن اتار دے اور یہ خیال نہ کرے کہ میں رسوائی سے خوفزدہ ہوں گا۔ یاد رکھو کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہتر ہے''

رسول اللہ کے فرمانے پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا۔

''میں نے مالِ غنیمت میں تین درہم خیانت کی تھی جو میری گردن پر ہے''

رسول اللہ نے فرمایا۔ ''کہ تم نے مالِ غنیمت میں خیانت کیوں کی؟''

اس نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مجھے اس وقت ضرورت تھی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ فرمایا ''اس کی جانب سے تین درہم ادا کردو''

اسی دوران آپ نے پھر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے لوگو! کسی میں کوئی صفت ایسی ہو جسے وہ جانتا ہو اسے چاہئے کہ وہ کھڑا ہوتا کہ میں اس کے حق میں دعا کروں''

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا۔

''میں کذاب ہوں، فحش گو ہوں اور میں بہت دیر تک سوتا رہتا ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

''اے اللہ اسے سچائی نصیب فرما اور اس کی نیند کو اس سے دور کر دے جبکہ یہ بیداری کی خواہش رکھتا ہو۔''

ایک اور شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جھوٹا اور منافق ہوں اور کوئی برائی ایسی نہیں جو مجھ میں نہ پائی جاتی ہو''

حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کی بات سنی تو کہا۔

''اے شخص! تو خود کو رسوا کرتا ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہتر ہے''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لئے راست گوئی اور کامل ایمان اور دل کے کینہ کو دور کرنے کی دعا فرمائی۔

راوی کہتے ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسی بات کہی جسے

سن کر رسول اللہ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا۔

''عمر (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ ہے اور میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوں اور حق عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہے خواہ عمر (رضی اللہ عنہ) جس جانب مرضی ہوں'' (مدارج النبوۃ جلد دوم)

جزاوسزا

جزاوسزا کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

''جزاوسزا صرف ذاتی عمال پر موقوف ہے کوئی رشتہ، کوئی سفارش، کوئی نسبت نیک عمل کے بغیر کام نہیں دے سکے گی۔ اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہ) اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ (رضی اللہ عنہ) خدا کے ہاں کے لئے کچھ کرلو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔''

ان الفاظ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور پند ونصائح کا سلسلہ آخری دم تک جاری رہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سوال اور وقف کا فیصلہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں والد بزرگوار حضرت عمر فاروقؓ کو جنگ خیبر کے مالِ غنیمت میں زمین کا ایک ٹکڑا ملا۔ آپؓ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے پہلے کبھی ایسا عمدہ مال نہیں ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا

مشورہ دیتے ہیں میں اسے کیسے استعمال میں لاؤں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تم چاہو تو اسے وقف کر دو اور چاہو تو اس کی آمدنی حاصل کرو اور اسے صدقہ کر دو''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں والد بزرگوار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے بعد زمین کی آمدن کو اس شرط پر صدقہ کر دیا زمین فروخت نہیں کی جائے گی اور اس زمین کی آمدنی، مجاہدین، فقرا، غلاموں کو آزاد کروانے، مہمان نوازی کے لئے اور اقربا پر خرچ کی جائے گی اور جو اس کا نگران ہوگا اسے چاہیے وہ اس زمین سے خود بھی کھائے اور دوست کو بھی کھلائے مگر اس کا مال اپنے پاس جمع نہیں کرے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان تھے جس نے کسی بھی قسم کی زمین یا جائیداد وقف کی۔ (صحیح بخاری جلد دوم)

احادیث نبوی کے رو سے فیصلے اور احکامات

مقروض کے قرض کا فیصلہ

حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بھائی نے ترکہ میں تین سو درہم چھوڑے اور میں نے وہ رقم اس کے گھر والوں پر خرچ کا ارادہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

''تیرا بھائی مقروض تھا لہٰذا تم اس کا قرض ادا کرو''

حضرت سعد بن اطوال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ میں نے اپنے بھائی کا تمام قرض ادا کر دیا ہے ماسوائے ان دو دیناروں کے جن کا دعویٰ ایک عورت نے کیا ہے اور اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہیں''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''تم اسے دو دینار دے دو وہ سچ کہتی ہے'' (سنن ابن ماجہ)

اونٹنی کے چور کے متعلق فیصلہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اور اس نے ایک شخص کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ جب یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو مدعی نے کہا اس شخص نے میری اونٹنی لی ہے۔ دوسرے شخص نے کہا اللہ عزوجل کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اس کی اونٹنی نہیں لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو نے اس کی اونٹنی لی ہے پس تو اس کی اونٹنی واپس کر دے''

راوی کہتے ہیں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا تو اس کی اونٹنی اسے واپس کر دی۔ (سنن بیہقی جلد دہم)

مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کے متعلق فیصلہ

نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب نے اپنے دو قاصدوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور ان قاصدوں نے مسیلمہ کذاب کا خط آپ ﷺ کو سنایا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

نعیم بن مسعود شجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان قاصدوں نے کہا۔

''ہم اس بات کے قائل ہیں مسیلمہ جو کہتا ہے درست کہتا ہے۔ اور ہم اس کو نبی تسلیم کرتے ہیں''

نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں قاصدوں کی بات سنی تو فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر یہ بات آڑے نہ آتی کہ قاصدوں کو قتل کیا جاتا تو میں ضرور تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا''

کنجوس خاوند کے بارے میں فیصلہ

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور کہا۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے۔ مجھے اور میری اولاد کو پورا خرچہ نہیں دیتا۔ ہمیں تنگی ہے۔ خرچ کو برابر کرنے کو سوائے اس کے کہ میں اس کے مال سے خفیہ طور پر لے لوں''

آپ ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔

''تم اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو معروف طریقے سے کافی ہو جائے۔'' (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

خانہ کعبہ کی کنجی کا فیصلہ

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور رجب اہل مکہ کا خوف ان کے دلوں سے نکل گیا یعنی

انہیں امان مل گئی تو آپ ﷺ خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ جب طواف مکمل ہو گیا تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کو بلایا اور ان سے خانہ کعبہ کی کنجی مانگی اور عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ نے حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور ان سے خانہ کعبہ کی کنجی مانگی۔ انہوں نے کنجی دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ماں کو دھمکاتے ہوئے کہا:

''تم مجھے کنجی ضرور دو گی ورنہ میں تلوار نکال لوں گا''

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ اپنی ماں سے خانہ کعبہ کی کنجی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کنجی آپ ﷺ کے حوالے کر دی۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے اندر لکڑیوں کو جوڑ کر بنایا گیا ایک کبوتر دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس کبوتر کو پکڑ کر توڑ ڈالا۔ پھر آپ ﷺ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اس دوران اہل مکہ سر جھکائے باہر کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کیلئے عام معافی کا اعلان کیا۔ اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

''یا رسول اللہ ﷺ! حجاج کو آبِ زمزم پلانے کی ذمہ داری ہماری ہے آپ ﷺ خانہ کعبہ کی کنجی بھی ہمارے سپرد کر دیں۔ تاکہ یہ شرف ہمیں حاصل ہو''

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر بھی عدل و انصاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''یہ کنجی عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کے پاس رہے گی اور ان کا خاندان عرصہ دراز سے اس کنجی کو سنبھالے ہوئے ہے''

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو بلایا اور خانہ کعبہ کی کنجی ان کے حوالے کر دی اور زمانہ جاہلیت میں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ان سے کنجی مانگی تھی تو انہوں نے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کی کنجی دینے سے انکار کر دیا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے کنجی دیتے وقت ان سے فرمایا:

''عثمان (رضی اللہ عنہ) یہ کنجی تم رکھو گے اور آج وفاداری اور احسان کا دن ہے''

(اسد الغابہ جلد سوم)

زنا بالجبر کے متعلق فیصلہ

حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت نماز کے ارادہ سے نکلی اور ایک مرد اسے ملا جس نے اس پر غلبہ پالیا اور اپنی ضرورت اس سے پوری کی۔ وہ چلائی اور مرد چلا گیا۔ پھر مہاجرین کی ایک جماعت کا گزر وہاں سے ہوا اور اس عورت نے ان سے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ مہاجرین کی اس جماعت نے اس شخص کو پکڑ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور فرمایا تجھے اللہ عزوجل نے بخش دیا ہے اور اس شخص کے متعلق فرمایا اسے رجم کر دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح جلد پنجم)

ایک شرابی کے متعلق فیصلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے مارو اور ہم میں سے بعض اپنے ہاتھوں سے اسے مارنے لگے اور بعض اپنے کپڑوں سے اور بعض اپنے جوتوں سے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے ملامت کرو اور ہم اس کی

جانب متوجہ ہوئے اور کہا تجھے اللہ عزوجل کا خوف نہ آیا اور تو اللہ عزوجل سے نہ ڈرا اور تجھے رسول اللہ ﷺ سے بھی شرم نہ آئی۔ پھر بعض نے کہا اللہ عزوجل تجھے رسوا کرے۔ آپ نے ﷺ نے فرمایا:

''ایسا نہ کہو اور شیطان کی مدد نہ کرو بلکہ یوں کہو اللہ اسے بخش دے اور اس کے حال پر رحم فرمائے''

جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق فیصلہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے متعلق جو جھوٹی قسم پر حلف لے حالانکہ وہ جھوٹا ہو اور کسی مسلمان کا مال کھائے اس کے متعلق فرمایا:

''ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں اللہ عزوجل سے ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضب فرمائے گا''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر اللہ عزوجل نے اس کی تصدیق نازل فرمائی

''بے شک جو لوگ اللہ عزوجل کے عہد کو اور اپنی قسموں کے بدلہ تھوڑی قیمت پر خرید لیتے ہیں'' (مشکوٰۃ المصابیح)

احرام کی حالت میں شکار کے متعلق فیصلہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کی غرض سے نکلے اور آپ ﷺ نے راستہ میں ایک جماعت کو پھیر دیا اور میں بھی اس جماعت میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''تم سمندر کے کنارے کا راستہ لو یہاں تک کہ ہم سے آن ملو''

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم جب لوٹے تو ہم میں سے بیشتر لوگوں نے احرام باندھ لیا تھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ پھر ہمیں راستہ میں گورخر دکھائی دیا اور میں نے اسے مار دیا اور پھر ہم نے اس کو گوشت کھایا اور کہنے لگے ہم حالت احرام میں شکار کا گوشت کھاتے ہیں اور پھر ہم نے بچا ہوا گوشت رکھ لیا اور پھر جب رسول اللہ ﷺ سے ملے تو اس کا ذکر آپ ﷺ نے ان لوگوں سے جو احرام کی حالت میں تھے ان سے پوچھا تم میں سے کس نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنے کے لئے کہا تھا؟ ان لوگوں نے کہا ہم میں سے کسی نے انہیں ایسا کرنے کو نہیں کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر بچا ہو گوشت کھاؤ (صحیح بخاری جلد اول)

مرتد کے متعلق فیصلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم میں بنی نجار کا ایک شخص تھا اور اس نے سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران حفظ کی تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب وحی بھی تھا مگر پھر وہ مرتد ہو گیا اور اہل کتاب سے مل گیا۔ وہ کہتا تھا محمد ﷺ کچھ بھی نہیں (معاذ اللہ) جانتے اور وحی کے الفاظ ان کیلئے کچھ بھی لکھ دیئے جائیں۔ اس کی ان باتوں کا علم آپ ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا۔

''اے اللہ! اسے دوسرے کے لئے نشانی اور سامانِ عبرت بنا دے''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے اسے ہلاک کر دیا اور لوگوں نے اس دفن کیا مگر اگلی صبح لوگوں نے دیکھا زمین نے اسے باہر اگل دیا۔ مشرکوں نے کہا یہ ضرور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرکت ہے۔

کیونکہ یہ انہیں چھوڑ کر ہمارے ساتھ آن ملا تھا اور انہوں نے اس کی لاش زمین سے نکال کر باہر رکھ دی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کے لیے پھر قبر کھودی اور جتنا گہرا گڑھا کھود سکتے تھے کھودا اور اسے اس میں دبا دیا۔ اگلے دن اسکی لاش پھر زمین نے اگل دی۔ انہوں نے پھر وہی باتیں کیں اور اس مرتبہ مزید گہرا گڑھا کھود کر اسے دبا دیا مگر تیسری بار پھر زمین نے اسے باہر اگل دیا۔ اب ان مشرکوں کو یقین آ گیا کہ یہ کسی انسان کی حرکت نہیں ہے۔

بیع کے متعلق فیصلہ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیع کے اصول سمجھاتے ہوئے فرمایا:

''فروخت کرنے والا اور خریدنے والا دونوں جب تک جدا نہ ہوں انہیں پھرنے کا اختیار ہے اور اگر وہ دونوں سچ بولیں اور جو عیب ہوا اسے بیان کریں تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر وہ جھوٹ بولیں گے اور عیب چھپائیں گے تو ان کی بیع میں برکت نہ ہوگی۔'' (صحیح بخاری جلد اول)

بیوی کو شوہر کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دینا

حضرت حصین بن محصن فرماتے ہیں میری پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

''کیا تیری شادی ہوئی ہے؟''

حضرت حصین بن محصن فرماتے ہیں میری پھوپھی نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری شادی ہو چکی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''تم اپنے شوہر کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہو''

حضرت حصین بن محصن فرماتے ہیں میری پھوپھی نے عرض کیا:

''میں نے اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں کبھی کمی نہیں کی سوائے اس کام کے جو میری طاقت سے باہر ہو۔''

سود خور کے متعلق فیصلہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ہم سے فرمایا میں نے رات خواب میں دیکھا دو فرشتے جبرائیل اور میکائیل علیہ السلام آئے اور وہ مجھے ایک پاکیزہ زمین پر لے گئے اور ہم تینوں وہاں پھرے اور پھر میں نے خون کی ایک نہر دیکھی اور اس کے کنارے ایک مرد کھڑا تھا جبکہ نہر کے اندر بھی ایک شخص کھڑا تھا جو شخص نہر کے کنارے کھڑا تھا اس کے پاس بے شمار پتھر تھے اور وہ شخص جو نہر کے اندر تھا جب باہر نکلنا چاہتا تو کنارے پر کھڑا شخص اسے پتھر مارتا اور وہ واپس نہر میں چلا جاتا۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ بولے یہ جو خون کی نہر کے اندر کھڑا ہے یہ سود خور ہے (صحیح بخاری جلد اول)

ناحق زمین پر قابض کے متعلق فیصلہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اروی بنت اویس نے گھر کی زمین پر جھگڑا کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جانے دو اور اسے دے دو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جو بالشت بھر کسی کی زمین ناحق لے گا اللہ عزوجل

اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق پہنائیگا اور اے اللہ! اگر اروی جھوٹی ہے تو اس کی بینائی واپس لے لے اور اسی گھر میں اس کی قبر بنا دے۔

راوی کہتے ہیں میں نے اروی کو دیکھا وہ نابینا ہو چکی تھی اور دیواروں کو ٹٹول کر چلتی تھی اور پھر ایک روز وہ گھر کے صحن میں جا رہی تھی کہ اسے ٹھوکر لگی اور وہ گھر کے کنوئیں میں گر پڑی اور اس کی موت واقع ہو گئی۔

(صحیح مسلم جلد چہار کتاب المساقات و مزارعات)

لشکر کے امیر کو امن کا حکم

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اسے جہاد کے آداب کے بارے میں یوں فرماتے۔

”اللہ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کرو، اللہ کے منکروں سے لڑائی کرو، مگر:

دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، جب مشرک دشمن سے لڑائی ہو تو انہیں لڑائی سے پہلے تین چیزوں (میں سے کوئی ایک ماننے) کی دعوت دینا، ان میں سے جو بات بھی وہ مان جائیں اسے قبول کر لینا اور لڑائی نہ کرنا۔ انہیں اسلام کی دعوت پیش کرو اگر وہ اسے قبول کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ انہیں بھی وہی حقوق و فرائض ملیں گے جو باقی مسلمانوں کے ہیں، پھر انہیں اپنے گھروں سے دارالمہاجرین (مدینہ) منتقل ہونے کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ انہیں بھی وہی حقوق و فرائض ملیں گے جو باقی مہاجرین کے ہیں، اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کر دیں اور اپنے گھروں میں ہی رہنا پسند کریں تو انہیں بتائیں کہ ان کے حقوق اعرابی مسلمانوں جیسے ہوں گے ان پر عام مسلمانوں والا حکم نافذ ہوگا۔ (یعنی نماز زکوٰۃ وغیرہ) اور مالی

غنیمت میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، اگر وہ اس بات سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کے لئے کہو، اگر وہ مان جائیں تو تم قبول کر لو اور ان سے لڑائی نہ کرو، لیکن اگر وہ مانیں تو پھر اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جہاد کرو، جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کر لو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کا عہد (ضمانت) مانگیں تو انہیں اللہ اور رسول کا عہد نہ دینا، بلکہ اپنا اور اپنے آبا اور اپنے ساتھیوں کا عہد دینا، کیونکہ اپنے اپنے ساتھیوں اور آباء کے عہد کو توڑنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑنے کی بہ نسبت تمہارے لیے آسان ہے، جب تم کسی قلعہ کا محاضرہ کرو اور وہ تم ایسا نہ کرنا، کیا معلوم تم ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا درست فیصلہ معلوم کر پاتے ہو۔ (یا نہیں)؟ البتہ انکا فیصلہ خود کرنا''
(صحیح مسلم)

اسے چھوڑ دو

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہر ایک کو اپنی مرضی سے مال غنیمت دے رہے تھے۔ تقسیم جاری تھی کہ ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

''انصاف کیجئے، آپ نے انصاف نہیں کیا''

آپ نے فرمایا:

''تجھ پر افسوس ہے اگر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر اور کون کرے گا؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ الفاظ سنے تو کہنے لگے۔

''مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن ماردوں یا اڑا دوں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوگا جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں جائے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے گزر جاتا ہے'' (صحیح مسلم)

ہار اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرکار دو عالم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیے بھیجے تو سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی (اپنے شوہر ابو العاص) کو چھڑانے کے لیے اپنا وہ ہار بھیجا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ابو العاص سے شادی کے وقت دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ ہار دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی۔ ہار کو دیکھ کر آپ نے فرمایا:

''اگر تم مناسب سمجھو تو اس (زینب) کی خاطر اس کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کا مال واپس لوٹا دو''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ٹھیک ہے''

چنانچہ انہوں نے اسے (ابو العاص کو) چھوڑ دیا اور ان (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) کا مال (ہار) واپس کر دیا۔

(مسند الامام احمد، سنن ابی داؤد)

تجھے کس نے قتل کیا؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''مدینہ منورہ میں ایک لڑکی یا لونڈی چاندی کا زیور پہنے ہوئے گھر سے باہر نکلی

تو ایک یہودی نے اسے پتھر مارا۔ وہ لڑکی زخمی حالت میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی جبکہ ابھی اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فلاں شخص نے تجھے قتل کیا ہے؟

اس لڑکی نے اپنا سر اٹھایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دوبارہ وہی سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے؟''

اس نے پھر اپنا سر اٹھایا۔

تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

''فلاں شخص نے تجھے قتل کیا ہے؟''

تو اس نے اپنا سر اثبات میں نیچے کر دیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو بلوایا اور دو پتھروں کے درمیان رکھ کر اسے قتل کرا دیا۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

زنا کی سزا کیسے؟

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دو آدمی حضور کریم آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقدمہ ساتھ لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ دونوں میں سے ایک نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیجئے۔''

دوسرا آدمی ہوشیار اور عقل مند تھا اس نے عرض کیا:

''جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمایئے اور مجھے صورت حال پیش کرنے کی اجازت فرمایئے''

آپ ﷺ نے اجازت دی۔
اس شخص نے عرض کیا:

''میرا بیٹا اس آدمی کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور اس نے اس کی بیوی سے بدکاری کی اس نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے اس کو فدیہ کے طور پر ایک لونڈی اور سو بکریاں دے دیں یا پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو تو سو درے لگائیں جائیں گے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کیا جائے گا البتہ اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں تم دونوں کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ تیری لونڈی اور تیری بکریاں تو واپس تجھے دے دی جائیں گی البتہ تیرے بیٹے کو سو کوڑوں اور ایک سال جلاوطنی کی سزا دی جائے گی۔''

پھر آپ نے اس کے بیٹے کو سو درے لگوائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا، ساتھ ہی آپ ﷺ نے انیس اسلمی کو حکم دیا کہ دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جا کر اس سے پوچھے۔ اگر وہ اعتراف جرم کر لے تو اسے رجم کر دے۔ چنانچہ انیس اسلمی نے جا کر پوچھا تو اس نے زنا کا اعتراف کر لیا اور اسے رجم کر دیا گیا'' (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

بچہ عورت کو دینے کا فیصلہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ایک عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی اور ساتھ ہی وہ اس کا بچہ بھی

چھین لینا چاہتا تھا۔ اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر گزارش کی کہ یہ بچہ میرے پیٹ میں رہا، میری چھاتیوں سے اس نے دودھ پیا اور میری گود اس کے لئے آرام کا گھوارہ بنی رہی اور اب یہ شخص اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ اس پر حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انت احق به مالم تتزوجي

''جب تک تو دوسری شادی نہ کرے تو اس کی زیادہ حق دار ہے''

(مسند الامام احمد طبع موسسۃ الرسالۃ)

ثالثی اور اس کے آداب

محمد بن نعیم اپنے باپ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے اس طرح بیان دیا۔

''حارث بن حکم آئے اور اس گدے پر بیٹھ گئے جس کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ وہ مقدمے کے علاوہ کسی اور کام کے لئے آئے ہیں اتنے میں ایک دوسرا آدمی آ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ:

''کیسے آئے ہو؟''

اس نے عرض کیا:

''حارث نے مجھ سے زیادتی کی ہے''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حارث سے فرمایا کہ

''اٹھو اور اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھو کیونکہ یہ ابوالقاسم ﷺ کی سنت

مبارکہ ہے"

ہاتھ کا کاٹنا اور حد کا نفاذ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"مجھے وہ پہلا شخص یاد ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چور کو لایا گیا اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور افسردہ ہو گیا تو صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں لگ رہا ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنا ناپسند فرمایا ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لیکن اس ناپسندیدگی نے مجھے اپنے فیصلے سے نہیں روکا، تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے معاون نہ بنو، کیونکہ امام تک حدود کا مقدمہ پہنچنے کی صورت میں حد قائم کرنے کے علاوہ کوئی فیصلہ زیب نہیں دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تم معافی اور درگزر سے کام لو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔"

(مسند الامام احمد)

گواہ نہ ہونے کی صورت میں فیصلہ اور بہتان کی سزا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک دفعہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ بنی لیث بن بکر بن عبد مناۃ کا ایک آدمی، لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آکر کہنے لگا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بیٹھ جاؤ''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ اس نے دوسری مرتبہ کھڑے ہو کر وہی بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بیٹھ جاؤ''

اس نے تیسری دفعہ کھڑے ہو کر وہی بات کہی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''تیری کیا حد ہے؟''

اس شخص نے عرض کیا کہ:

''میں نے ایک عورت سے حرام تعلق قائم کیا ہے''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں سے، جن میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ موجود تھے ارشاد فرمایا:

''اسے لے جاؤ اور سو کوڑے لگاؤ''

کیونکہ وہ شخص شادی شدہ نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ:

''اس عورت کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے جس سے اس نے ارتکاب کیا ہے''

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس مرد کو کوڑے لگا کر لاؤ''

جب اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تیری ساتھی کون ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''بنی بکر کی فلاں عورت''

رسول اللہ نے اس عورت کو بلایا اور اس بارے میں پوچھا اس نے عرض کیا:

''اللہ کی قسم!

''یہ جھوٹا ہے، میں تو اسے جانتی بھی نہیں ہوں اور اس کے اس قول سے بری ہوں اور اپنی بات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتی ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد سے فرمایا:

''تیرے کون سے گواہ ہیں کہ تو نے اس عورت سے برائی کی، کیوں کہ وہ انکار کر رہی ہے۔ اگر تیرے پاس گواہ ہیں تو اسے کوڑے لگاؤں گا ورنہ تجھ پر بہتان کی حد لگاؤں گا''

اس نے عرض کیا:

''اللہ کی قسم! میرے پاس گواہ نہیں ہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بہتان کی حد کے اسی کوڑے لگانے کا حکم فرمایا''

(السنن الکبریٰ للبیہقی)

خرید و فروخت کے بارے میں ارشاد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

''خریدنے کے لئے قافلہ والوں کو آگے جا کر نہ ملو۔ تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ قیمت بڑھانے کے لیے بولی دو اور شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے۔ اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ ایسا جانور اگر کوئی خریدے، اس کو اختیار ہے دوہنے کے بعد اگر

چاہے تو روک لے اور اگر ناپسند ہو تو کھجوروں کے ایک صاع کے ساتھ واپس کرے۔ (مسلم)

بیع ممنوعہ تجارت کے بارے میں فیصلہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فروخت کنندہ اور خریدار کو پھلوں کے سودے سے منع فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ وہ واضح نہ ہو جائیں۔

مسلم کی ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کی فروخت منع کیا ہے یہاں تک کہ وہ پختہ ہو جائے اور کھیتی کو خوشہ میں بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ سفید ہو اور آفت سے محفوظ ہو۔

"دھوکہ نہ دو" کے بارے میں حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر سے گزرے تو اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں نے نمی محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ڈھیر پر بارش پڑ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے اچھی طرح دیکھ سکیں۔ جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں" (ابن ماجہ)

ملعون تاجر کے بارے میں ارشاد

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا۔

''جو شخص کسی عیب دار چیز کو فروخت کرے اور اس کا عیب نہ بتائے وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے یا فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے ہیں''

ممنوع تجارت کونسی ہے اس بارے میں حکم

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کی تجارت اور مجبوری کی تجارت سے منع کیا نیز پھلوں کے پختہ ہونے سے قبل بیچنے سے منع کیا۔

صادق وامین تاجر کے بارے میں ارشاد

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سچا اور ایماندار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا''

زمین پر ناحق قبضہ کرنے کے بارے میں ارشاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ناحق زمین کا کچھ حصہ حاصل کیا اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا''

باغبانی کے بارے میں ارشاد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن جو کچھ بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی یا کاشت کرتا ہے۔ تو اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا مویشی کچھ کھا پی لیتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔''

جھوٹی گواہی کے بارے میں ارشاد

خریم بن فاتک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز فجر پڑھی جب آپ اس سے فارغ ہوئے تو فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی یہ بات آپ نے تین مرتبہ کہی اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

فاجتنبو الرجس من الا وثان و اجتنبو قول الزور حنفآ للہ غیر مشرکین

کہ تم بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچتے رہو اور صرف ایک اللہ کے ہو کر رہو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔''

مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ:

''ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حقوق ہیں۔

☆ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے۔

☆ جب وہ وفات پائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو۔

☆ جب وہ اسے دعوت دے تو اسے قبول کرے۔

☆ جب اسے ملے تو سلام کرے۔

☆ تشمیت کرے۔

☆ جب وہ چھینکے تو اس کی خیر خواہی کرے۔موجودگی اور غیر موجودگی میں۔

السلام علیکم وسیلہ محبت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم نہیں ایمان لاؤ گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔کیا میں تم کو اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں جب تم اس کو کرو تو تمہیں ایک دوسرے سے محبت ہو جائے۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ''

انسان کو آگ سے بچاؤ

سیدنا عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں:

''حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک لونڈی آئی، اس نے عرض کیا:

''میرے آقا نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے آگ پر بٹھا دیا یہاں تک کہ میری شرم گاہ جل گئی''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا اس نے یہ بات تجھ میں دیکھی ہے؟''

اس نے کہا:

''نہیں''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تو نے اس کے سامنے کچھ اعتراف کیا؟''

اس نے عرض کیا:

''نہیں''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''تو میرے ساتھ آ۔''

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب آدمی کو دیکھا تو پوچھا:

''کیا تو اللہ کے عذاب کی طرح عذاب دیتا ہے''

اس نے عرض کیا:

''اے امیر المومنین! میں نے اپنی طرف سے الزام لگایا ہے''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھا:

''کیا تو نے اسے برائی میں دیکھا ہے''

کہنے لگا:

''نہیں''

انہوں نے پھر پوچھا:

''کیا اس نے اعتراف کیا ہے ؟''

اس نے جواب دیا۔

''نہیں''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مالک سے غلام کا قصاص نہ لیا جائیگا۔ تو میں ضرور تجھ سے اس کا بدلہ لیتا، پھر اسے باہر نکالا اور سو کوڑے لگائے''

پھر لونڈی سے فرمایا:

''جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے، تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈی ہے''

(صحیح البخاری)

جھوٹی قسم اُٹھانے کا انجام

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

''جاہلیت کی سب سے پہلی قسامت، ہمارے قبیلہ بنو ہاشم میں ہوئی تھی۔ بنو ہاشم کے ایک آدمی کو، قریش کے کسی دوسرے خاندان کے ایک آدمی نے ملازمت دی۔ اب یہ ہاشمی نوکر اپنے مالک کے ساتھ، اس کے اونٹ لے کر باہر نکلا، وہاں کہیں اس نوکر کے پاس ایک دوسرا ہاشمی شخص گزرا، اس کی بوری کا بندھن ٹوٹ گیا تھا اس نے نوکر بھائی سے التجا کی:

''میری مدد کر اونٹ باندھنے کی، ایک رسی مجھے دے دے، میں اس سے اپنا تھیلا باندھوں، اگر رسی نہ ہوگی تو اونٹ نہیں بھاگے گا۔''

اس نے ایک رسی اسے دے دی اور اس نے اپنی بوری کا منہ اس سے باندھ لیا اور چلا گیا۔ پھر جب اس مالک اور نوکر نے ایک منزل پر پڑاؤ کیا تو ایک کے سوا تمام اونٹ باندھے گئے۔ جس آدمی نے اسے مزدوری پر مقرر کیا تھا اس

نے پوچھا کہ اس اونٹ کا کیا معاملہ ہے؟ سب اونٹ باندھے گئے ہیں اور یہ اونٹ نہیں باندھا گیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس کی رسی نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس کی رسی کہاں ہے؟ تو (اس نے کہا میرے پاس بنو ہاشم کے ایک آدمی کا گزر ہوا، اس کی بوری کا بندھن ٹوٹ چکا تھا تو اس نے مجھ سے التجا کی کہ میری مدد کرو اور اونٹ باندھنے والی ایک رسی مجھے دے دو۔ میں اس سے اپنی بوری کا بندھن باندھ لوں ۔ اونٹ نہیں بھاگے گا تو میں نے اسے رسی دے دی (روای کہتے ہیں کہ اس آدمی نے اسے اپنی لاٹھی سے مارا، اس سے اس کی موت واقع ہوگئی اس کے پاس سے ایک یمنی شخص کا گزر ہوا، ہاشمی نوکر نے اس سے پوچھا کہ کیا تو حج کے لئے جائیگا؟ اس نے جواب دیا کہ ابھی تو ارادہ نہیں ہے، لیکن یقینا میں جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ، تو وہاں میرا ایک پیغام پہنچا سکتا ہے؟ اس نے کہا:

''ہاں ! اس نوکر نے اسے لکھ دیا کہ جب بھی تو حج پر جائے تو منادی کرنا کہ اے قریش کے لوگو! جب وہ تجھے جواب دیں تو آواز دینا کہ اے بنو ہاشم ! جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو ابو طالب کے بارے میں پوچھنا، اسے بتانا کہ فلاں آدمی نے مجھے ایک رسی کے بدلے قتل کر دیا ہے، اس کے بعد وہ مزدور مر گیا۔ جس شخص نے اسے مزدوری پر رکھا تھا۔ جب وہ واپس گیا تو ابو طالب نے اسے پوچھا کہ ہمارے ساتھی کا کیا بنا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ بیمار ہوگیا تھا میں نے اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کی (پھر وہ فوت ہوگیا) تو میں نے اسے دفن کر دیا۔ ابو طالب نے کہا کہ وہ تجھ سے اسی بات کا حق دار تھا۔ ایک مدت کے بعد وہی یمنی شخص، جسے مقتول نے اپنا پیغام پہنچانے کی

وصیت کی تھی، حج کے لئے آیا، اس نے کہا

''اے قریش کے لوگو!''

اسے جواب دیا گیا کہ:

''یہ قریش ہیں۔''

پھر اس نے کہا کہ

''اے بنو ہاشم''

اسے کہا گیا کہ

''یہ بنو ہاشم ہیں''

پھر اس نے پوچھا کہ

''ابو طالب کہاں ہیں؟''

اسے بتایا گیا کہ

''یہ ابو طالب ہیں''

اس آدمی نے کہا کہ

''مجھے فلاں آدمی نے حکم دیا تھا کہ میں تجھے پیغام پہنچاؤں کہ اسے فلاں آدمی نے ایک رسی کے بدلے قتل کر دیا ہے۔''

ابو طالب قاتل کے پاس گئے اور اسے کہا کہ

''ہماری تین باتوں میں سے ایک کو تسلیم کر لے، اگر تم چاہو تو سو اونٹ دیت میں دے دو کیونکہ تم نے ہمارے قبیلہ کے آدمی کو قتل کیا ہے اور اگر چاہو تو تیری قوم کے پچاس آدمی قسم اٹھائیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا، اگر تم انکار کرو تو ہم تجھے اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔''

وہ اپنی قوم کے پاس آیا، انہوں نے کہا کہ

''ہم قسم اُٹھانے کو تیار ہیں''

بنو ہاشم کی ایک عورت جو اس قوم کے ایک آدمی سے نکاح میں تھی اور اس کے بیٹے کو بھی جنم دے چکی تھی، وہ آئی اور کہنے لگی کہ۔

''اے ابو طالب ! آپ مہربانی کریں اور میرے اس بیٹے کو ان پچاس آدمیوں میں سے معاف کر دیں اور جہاں قسمیں لی جاتی ہیں (یعنی رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے درمیان) اس سے وہاں قسم نہ لیں''

ابو طالب نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد ان میں ایک دوسرا آدمی آیا اور کہا کہ۔

''اے بو طالب ! تو نے پچاس آدمیوں سے، سو اونٹوں کے بدلے میں قسم طلب کی ہے، اس طرح ہر آدمی کے حصے میں دو اونٹ آتے ہیں اس لیے مجھ سے دو اونٹ لے اور مجھے اس جگہ قسم کے لیے مجبور نہ کر جہاں قسم لی جاتی ہے''

ابن عباس کہتے ہیں کہ

''اس ذات کی قسم ! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ابھی اس واقعہ کو پورا سال بھی نہیں گذرا تھا کہ ان اڑتالیس آدمیوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں رہا جو آنکھ ہلاتا (یعنی سارے مر گئے) (اسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انصار کے ایک مقتول کا فیصلہ فرمایا، جس کا انہوں نے یہودیوں پر دعویٰ کیا تھا)''

قصاص میں احتیاط ضروری ہے

سماک بن حرب سے علقمہ بن وائل نے بیان کیا علقمہ کے باپ نے ان سے کہا:

''میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص، دوسرے کو رسی سے کھینچتے ہوئے لایا اور عرض کرنے لگا:

''اس نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تو نے اسے قتل کیا؟''

وہ بولا:

''میں اور وہ دونوں درخت کے پتے جھاڑ رہے تھے کہ اس نے مجھے گالی دی، مجھے غصہ آ گیا، میں نے کلہاڑی اس کے سر پر ماری، جس سے وہ مر گیا''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تیرے پاس کچھ مال ہے؟ جو تو اپنی جان کے بدلے میں دے سکے''

وہ بولا:

''میرے پاس اس کلہاڑی اور چادر کے سوا کچھ نہیں''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تیری قوم کے لوگ (دیت دے کر) تجھے چھڑائیں گے؟''

اس نے عرض کیا:

''ان کے ہاں میری اتنی وقعت نہیں''

آپ نے مقتول کے وارث کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

''کیا تم اسے معاف کرتے ہو؟''

اس نے جواب دیا:

''نہیں''

آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا:

''کیا تو دیت لے گا؟''

اس نے جواب دیا:

''نہیں''

آپ نے پھر ارشاد فرمایا:

''کیا تو قتل کرے گا؟''

اس نے کہا:

''ہاں''

آپ ﷺ نے اس کی طرف وہ رسی پھینک دی اور ارشاد فرمایا:

''یہ لو! یہ تیرا ساتھی ہے (اسے لے جا)''

قاتل نے کہا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی قسم! میرا اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔''

آپ ﷺ نے مقتول کے وارث سے ارشاد فرمایا:

''دیکھ! اگر وہ سچا ہے اور تو اسے مار ڈالے گا تو تو جہنم میں جائے گا۔''

وہ آدمی اسے لے گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر وہ اس کو قتل کرے گا (اجر میں) اس کے برابر ہی رہے گا (کیونکہ اس نے اپنا حق دنیا ہی میں وصول کر لیا''

یہ سن کر وہ واپس آیا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اسے قتل کروں گا تو اس کے برابر ہوں گا، حالانکہ میں نے تو اسے آپ ﷺ کے حکم سے پکڑا ہے''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تو یہ نہیں چاہتا؟ کہ وہ تیرا اور تیرے بھائی کا گناہ سمیٹ لے''

اس نے عرض کیا:

''کیا ایسا ہی ہو گا؟''

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''کیوں نہیں''

اس نے عرض کیا:

''اگر ایسا ہی ہے تو خیر''

''اور اس نے اس کی رسی کو پھینک دیا اور اسے چھوڑ دیا (رسی سے اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے وہ تسمے کو کھینچتا ہوا چلا گیا۔ جس اس کا نام تسمے والا پڑ گیا۔'' (صحیح مسلم)

عظیم فیصلہ

6ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حج اور قربانی کے فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ عازم مکہ ہوئے۔ جب مشرکین کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مکہ تشریف لا رہے ہیں تو انہوں نے تہیہ کر لیا کہ جب تک مسلمان ہبل، اساف، عزیٰ اور نائلہ کی تکریم کا عہد نہیں کرتے انہیں خانہ کعبہ کی طرف نہیں آنے دیا جائے گا اور ان کے ساتھ جنگ جاری رکھی جائیگی۔

نبی کریم ﷺ جب عسفان کے مقام پر پہنچے تو مکہ کی طرف سے بنو کعب کا ایک شخص آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے اہل مکہ کے حالات دریافت کیے۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ کی مکہ آمد کی خبر سنتے ہی اہل مکہ شدید غیظ و غضب میں آ گئے ہیں۔ اب ان کا لشکر مقام ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ چکا ہے۔ اور لشکر کا ہر آدمی اس بات کی قسم

کھائے ہوئے ہے کہ آپ لوگوں کو مکہ میں کسی صورت داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔

اب جب مسلمان زیارت کعبہ کے ارادے سے آئے تو قریش کو خطرہ محسوس ہوا کہ مسلمان بغرض جنگ آرہے ہیں خالد کو تین سو جنگجو دے کر "کراع نعیم"، جو عسفان سے 15 میل دور ہے بھیجا تاکہ مسلمانوں کی پیش قدمی روکی جاسکے۔ عسفان میں بیس گھڑ سواروں نے آپ ﷺ کا راستہ روک لیا۔ حضور ﷺ کی ذات پاک کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے یہ خطاب فرمایا:

"افسوس! قریش جنگوں سے تباہ و برباد بھی ہوگئے۔ پھر بھی اس سے سبق نہ سیکھ سکے اور آج اگر وہ اہل عرب کو کعبۃ اللہ کی زیارت اور طواف سے نہ روکتے تو ان کا کیا جاتا۔ بدیں صورت اگر وہ مجھ پر غالب آجاتے ہیں تو وہ بہت خوشیاں منائیں گے اور اگر اللہ نے مجھے ان پر غلبہ عطا فرما دیا تو وہ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوں گے۔ اگر انہوں نے جنگ کی ابتدا کی جس کی طاقت کا انہیں بہت ناز ہے کیونکہ وہ گھروں سے اسی نیت سے نکلے ہیں۔ (کہ وہ مسلمانوں کو مغلوب کردیں گے) تو یہ صرف ان کا وہم و گمان ہے، اللہ کی قسم! میں اسلام کی سربلندی کے لئے ہمیشہ علم جہاد لہراتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسلام کو غلبہ عطا فرمادے یا میرا وقت آخر آپہنچے"

لیکن اس موقع پر پریشانی یہ تھی کہ مسلمان مسلح ہوکر نہیں آئے کیونکہ آپ ﷺ کی جنگ کی نیت ہرگز نہ تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کا مقصد صرف اور صرف کعبۃ اللہ کی زیارت و عمرہ کی سعادت حاصل کرنا تھی۔

مسلمانوں نے مکہ سے تیرہ میل صلح حدیبیہ کے مقام پر خیمے لگا لیے اس مقام پر آپ ﷺ کی اونٹنی "قصویٰ" خود بخود بیٹھ گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قصوئی تھکاوٹ کی وجہ سے نہیں بیٹھی۔ بلکہ اس کا بیٹھنا اسی طاقت کا کرشمہ ہے جس نے ابرہہ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا۔ آج اہل مکہ لوگوں کے حق میں جس بھی صلہ رحمی کا مجھ سے مطالبہ کریں گے میں اس کو پورا کروں گا۔" (صحیح بخاری)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اسی مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم فرمایا لیکن اس وقت اس مقام پر پانی موجود نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓ نے آکر اس معاملے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔

آپ کا حکم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو ایک تیر عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اسے کسی کنویں کی تہہ میں نصب کر دیا جائے جونہی تیر نصب کیا گیا پانی جوش کے ساتھ اُبل اُبل کر بہنے لگا۔

اہل مکہ نے اب مسلسل ناکام سفارت کے بعد فیصلہ کیا کہ اس کام کے کسی حکیم و دانا شخص کا انتخاب کیا جائے تو اس طرح عروہ بن مسعود ثقفی کا نام سامنے آیا۔ عروہ اپنی آنکھوں سامنے پہلے وفود کی تذلیل دیکھ چکا تھا جو ان کی قریش واپسی پر کر رہے تھے۔ اس کام سے اس نے صاف انکار کر دیا۔ لیکن جب قریش نے کافی اصرار اور اس کے فیصلے کو تسلیم کرنے کا یقین دلایا تو وہ ان کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حدیبیہ کے مقام پر حاضر ہوا اور عرض کیا:

"مکہ آپ کا آبائی وطن ہے آج اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مختلف قبائل کے کمتر لوگوں سے مل جل کر ان کو پامال کر دیا تو وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل و رسوا ہو کر رہ جائیں گے ان کی اس رسوائی کا سبب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں گے۔ قریش کے

ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جنگوں کا سلسلہ جاری تو ہے لیکن ان کی ذلت و رسوائی کا صدمہ بھی آپ سے برداشت نہ ہوگا''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی مسلسل ناکام سفارت کی وجہ سے اندازہ لگایا کہ سفیر حضرات واپسی پر اہل مکہ کو صحیح صورت سے آگاہ نہیں کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو قریش کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ جس کو دیکھتے ہی قریش نے ان کے اونٹ کو ہلاک کر ڈالا اور ان کو گرفتار کر کے اپنے قبضے میں لے لیا۔ لیکن پھر احابیش نے مداخلت کر کے معاملے کو رفع دفع کر کے ان صحابی کی جان بچائی۔

اہل مکہ کا یہ رویہ اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق کس قدر حسد و بغض کوٹ کوٹ کر بھرا جا چکا ہے۔ مسلمانوں میں بعض حضرات ان کے اس رویہ کو دیکھ کر ان سے جنگ کا نظریہ پیش کرنے لگے۔ اسی اثنا میں یہ واقع بھی پیش آئے کہ قریش کے چالیس یا پچاس کے قریب پیدل نوجوان سپاہیوں نے پہلے مسلمانوں پر سنگباری کی پھر باقاعدہ طور پر حملہ کر دیا۔ لیکن آخر کار مسلمانوں نے سب کو پکڑ کر قیدی بنالیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح کے طلب گار تھے۔ ساتھ یہ وجہ بھی تھی کہ آگے حرمت والے مہینے آرہے تھے جن کا ادب و احترام مسلمانوں پر لازم تھا اور ادھر قریش بھی اپنے کئے پر سخت نادم و پشیمان تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کا دوسری مرتبہ جائزہ لینے کے لئے دوسرے سفیر کے بھیجنے کا ارادہ فرمایا اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا تو انہوں نے عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میرے متعلق بڑے غیظ و غضب کا شکار ہیں اور

اب وہاں میرے قبیلے بنی عدی کا بھی کوئی شخص موجود نہ ہے۔ جو وہاں کسی قسم کے ہنگامی حالات میں میرا ساتھ دے۔ اس ساری صورت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقف ہیں لیکن میں اس موقع پر اس بندے کے متعلق مشورہ ضرور دے سکتا ہوں۔ جو اب مجھ سے زیادہ ان کے ہاں معزز ہیں اور وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر اہل مکہ کیجانب سفیر بنا کر بھیجا تو مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے ان کی ملاقات ابان بن سعید سے ہوتی ہے اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو امان دی۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام امن قریش مکہ کے سامنے جب پیش کیا تب انہوں نے کہا:

"اے عثمان (رضی اللہ عنہ) اگر آپ اکیلے چاہتے ہوں تو بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہو"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہیں کر لیتے، میں ہرگز طواف نہیں کروں گا"

نیز فرمایا:

"ہماری مکہ آمد کا مقصد صرف بیت اللہ کی زیارت اور بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔ ہم اس گھر کی حرمت کی تعظیم کرنے والے لوگ ہیں اور ان باتوں کا التزام ہمارے دینِ اسلام میں فرض ہے۔ ہم اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے کر آئے ہیں جن کو ذبح کرنے کے بعد ہم امن وسلامتی کے ساتھ یہاں

سے واپس مدینہ لوٹ جائیں گے"

قریش نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"ہم اس بات پر قسمیں کھا چکے ہیں کہ ہم اس سال محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہرگز مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

یوں گفتگو کا دامن وسیع ہوتا گیا جس کے سبب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مکہ میں قیام بھی طوالت اختیار کر گیا۔ دوسری طرف اس تاخیر کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق افواہ کی اس خبر نے مسلمانوں کے دلوں کو بے حد مضطرب کر دیا کہ اہل قریش نے نہ دستورِ عرب کا لحاظ رکھا اور نہ ہی حرمت والے مہینے کی تقدیس و تعظیم کی اور پھر انہوں نے بیت اللہ میں قتل سے گریز نہیں کیا۔ مسلمانوں میں سے ہر شخص نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اپنی تلواروں کو بے نیام کیا ان کے دستوں پر اپنے ہاتھ جمائے ہوئے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بڑے غمگین تھے کہ اہل قریش نے ہمیں دھوکہ دے کر حرمت والے مہینوں میں یہ حرکت کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہم اہل مکہ سے عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کا بدلہ لئے بغیر ہرگز واپس نہیں جائیں گے"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیعت کی دعوت دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کہا کہ ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے پر عزم ہیں۔ خواہ اس کے لئے ہمیں اپنی جانوں کا نذرانہ ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے اس انداز محبت کی منظر کشی قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

(لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبا یعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم اثابھم فتحا قریبا)

ترجمہ: یقینا اللہ مؤمنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اوران پر اطمینان نازل فرمایا اورانہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی" (سورہ الفتح 48 آیت)

جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کر چکے تو نبی کریم ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا:

"یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی کہ وہ بھی اس بیعت میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اس بیعت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں۔

اب ان کے ذہنوں میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق شکوک وشبہات باقی نہ رہے تھے اور اب صرف وہ اس دن کے منتظر تھے کہ جس دن یہ فتح مبین نصیب ہوگی یا پھر شہادت کے مقام عظمیٰ پر سرفراز ہوں گے۔ جس کے لئے ان کی ارواح ہمیشہ اپنے اندر تڑپ محسوس کرتی رہتی تھیں۔ اتنے میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی تشریف لے آئے۔ لیکن بیعت رضوان کے ثمرات کئی سال پہلے بیعت عقبۃ الکبریٰ کی مثل باقی رہے۔

تاریخ اسلام اس بات سے خوب واقف ہے کہ جب بھی خود نبی کریم ﷺ اپنے ذہن میں بیعت رضوان کا نقشہ لاتے تو چہرے پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں نظر

آتے کہ صحابہ کرامؓ کی جان نثاری کا خوبصورت منظر آپ ﷺ کو خوش کر دیتا اور پھر خود خیال کرتے کہ جو شخص موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت اس سے ڈرتی ہے تو کامیابی و کامرانی ایسے ہی لوگوں کے قدم چومتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی طرف قریش کا سفیر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپسی پر حضور سرکار دو عالم ﷺ کو ان باتوں سے آگاہ کیا۔ جس سے آپ کچھ مطمئن ہوئے۔

''اب ان کے اذہان میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مکہ آمد کے متعلق شکوک و شبہات ختم ہو گئے ہیں بلکہ آپ ﷺ کی آمد کا صحیح مقصد ان کے علم میں آچکا ہے کہ آپ ﷺ کی آمد کا مقصد بیت اللہ کا طواف ہے اور اس بات کا واضح الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بھی اہل عرب کو حرمت والے مہینوں میں بیت اللہ کے عمرہ سے روکنے کا ان کو کوئی حق حاصل نہ ہے۔''

لیکن اسی اثنا میں خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یوں دونوں گروہوں میں جنگ شروع ہو گئی اس جنگ کا مقصد اہل اسلام کو مکہ داخل ہونے سے روکنا تھا اور ویسے بھی اہل مکہ کے اذہان میں پیدا ہونے والے خیالات یقین میں بدل چکے تھے کہ اگر مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہو گئے تو اہل قریش کے لئے بڑی ذلت و رسوائی کا سامان ہوگا اور اہل عرب کی طعن و تشنیع سے نہ بچ سکیں گے۔

اس لیے اہل قریش نبی کریم ﷺ کو روکنے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ اپنی مجلس شوریٰ میں یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ اگر مسلمانوں نے اپنے موقف کو تبدیل

نہ کیا تو ہمیں ان کو روکنے کے لیے جنگ کا اقدام کرنا پڑا تو بھی اس سے گریز نہ کیا جائے گا لیکن اس رائے پر ان کو ایک دوسری پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا تھا کہ اگر ہم نے حرمت والے مہینوں میں جنگ سے اجتناب نہ کیا تو وہ قبائل جو ان مہینوں میں تجارت کی غرض سے مکہ آتے ہیں۔ ان کے ساتھ تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ تھا جس کی وجہ سے ہماری معیشت تباہی کی طرف بڑھ سکتی ہے۔

فریقین کے درمیان مذاکرات

ایک بار پھر فریقین کے درمیان مذاکرات کی ابتدا ہونے جارہی تھی۔ اہل قریش نے سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور اس کو یہ تلقین کی کہ حضرت محمد (ﷺ) کے پاس جا کر پیغام صلح دو لیکن ان کے ساتھ صرف اسی صورت میں صلح کرنا کہ آپ اس سال واپس لوٹ جائیں اور آئندہ سال آپ کو مکہ آنے کی کھلی اجازت ہوگی۔ اللہ کی قسم! اگر وہ اس سال مکہ داخل ہو گئے تو یہ ذلت و رسوائی ہمیشہ ہمارے چہروں سے دور نہ ہوگی۔ سہیل آ کر آپ ﷺ سے شرائط صلح عرض کرتا ہے لیکن یہ شرائط صلح کی طوالت مذاکرات میں بے اعتمادی کا سبب بنتی نظر آرہی تھی لیکن آخر کار آپ ﷺ نے ان کی تمام شرائط قبول کر لیں۔ یہاں اس مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نبی کریم ﷺ پر ایمان مستحکم کا خوبصورت اور دلنشین تاریخ کا باب کھلتا ہے۔ اگر اس موقع پر ان کا آپ ﷺ پر ایمان مضبوط نہ ہوتا ہے تو ممکن تھا کہ آپ ﷺ کا یک طرفہ شرائط کو تسلیم کرنے پر ان کے دلوں میں آپ ﷺ کے متعلق شکوک وشبہات جنم لیتے۔ وہ ہر صورت میں عمرہ کی ادائیگی کر کے ہی دم لیتے لیکن اس قسم کی کوئی بات تاریخ واحادیث کے اوراق ہمارے سامنے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اسی اثنا میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک جگہ اکٹھے کھڑے تھے تو ان کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

کیوں نہیں؟ کیا اس میں کوئی شک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا ہمارے مسلمان ہونے میں کسی قسم کا شک ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بالکل نہیں، صبر و تحمل کا مظاہرہ کیجئے!! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی اضطراب کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو مکالمہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا وہی آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتے ہیں۔ آپ نے سن کر مکمل صبر تحمل کا مظاہرہ کیا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے اختتام پر ارشاد فرمایا:

''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں ہرگز اس کے فیصلے کے خلاف نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔''

اسکے بعد معاہدے کی کتابت کا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس دوران قریب تھا

کہ مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا۔ خصوصاً جس وقت نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معاہدے کی تحریر رقم کے لیے فرمایا کہ لکھو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تو سہیل نے کہا۔ ٹھہریئے:

"میں الرحمن الرحیم" کو نہیں جانتا بلکہ آپ ﷺ باسمک اللھم لکھواؤ"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لکھو باسمک اللھم"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

لکھو:

"ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ و سھیل بن عمرو"

یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو صلح کر رہے ہیں"

سہیل پھر بول اُٹھا:

"اگر ہم آپ کو رسول اللہ ہی تسلیم کر لیتے تو آپ کے ساتھ ہماری جنگ کا مقصد کیا رہ جاتا۔ اس لئے آپ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام صرف لکھوایئے"

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو:

"ھذا ما صالح علیہ محمد بن عبداللہ"

"یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ صلح کر رہے ہیں"

تو پھر فریقین کے درمیان مندرجہ ذیل شرائط پر معاہدہ طے پاتا ہے:

1۔ فریقین ایک دوسرے سے دس سال تک کے لئے جنگ نہیں لڑیں گے۔

2۔ قریش مکہ میں سے اگر کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔

3۔ مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر مکہ آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

4۔ فریقین اگر کسی سے معاہدہ کریں گے تو دوسرا فریق رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

5۔ اس سال مسلمانوں کو طواف اور زیارت کعبہ کے بغیر واپس جانا ہو گا۔

6۔ مسلمان اگلے سال زیارت کے لئے آسکتے ہیں ان کی تلواریں نیام میں ہوں گی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔

مسلمانوں نے اس کے بعد مقام حدیبیہ پر تین دن قیام فرمایا۔ انہی ایام میں بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معاہدے کی حکمت کے متعلق ایک دوسرے سے سوال و جواب کرتے رہے جو حضرات اس معاہدے میں اپنے دلوں میں کچھ شبہات رکھتے تھے ان کا مکمل تسلی بخش جواب دیا گیا۔

ابھی یہ قافلہ مدینہ کی طرف روانگی کی تیاری کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ الفتح کی آیات کا نزول ہوا جب اس وحی کا نزول مکمل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا فرما کر ان کے سامنے ان آیات کی تلاوت فرمائی۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"اے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) بے شک ہم نے آپ کے لیے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا (اس لئے آپ کی عظیم جدوجہد کامیابی کے ساتھ مکمل ہو جائے) تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امت (کے اُن تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ (جنہوں نے آپ کے حکم پر

جہاد کیے اور قربانیاں دیں) اور (یوں اسلام کی فتح اور امت کی بخشش کی صورت میں) آپ پر اپنی نعمت (ظاہراً و باطناً) پوری فرما دے اور آپ (کے واسطے سے آپ کی امت) کو سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے"
(سورہ الفتح)

جب عہدِ حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا گیا تو جو کچھ لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات باقی تھے ان کا مکمل طور پر تسلی بخش ازالہ ہو گیا۔ کہ وہ معاہدہ واقعی فتح مبین تھا اور اس بات کو آنے والے ایام نے ثابت کر دیا کہ اس معاہدے میں کس قدر دور اندیشی کی سیاسی حکمت عملی تھی۔ یہ معاہدہ عرب اور اسلام کے مستقبل کے ایام میں بہت بڑا اسلامی انقلاب برپا کرنے کا سبب بنا۔ اہل قریش نے یہ پہلی مرتبہ آپ ﷺ کے متعلق ایک اچھا تاثر دیا تھا۔ ورنہ اس سے قبل آپ ﷺ کو صرف نعوذ باللہ ایک سرکش اور باغی کے نام سے جانتے تھے اور اس معاہدے میں انہوں نے اسلام کے مختلف ادیان میں ایک مستقل دین ہونے کا اعتراف کیا۔ جس کے سبب اس کے داعیان کو بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج و عمرہ کا حق دار تسلیم کیا۔ مسلمانوں کے لئے اس معاہدے کے بعد شمالی جانب کے ایک خطرناک اور بڑے دشمن سے مکمل طور پر امن حاصل ہو گیا۔ جس کا مسلمانوں نے ان ایام کے دوران اسلام کی کھلے عام خوب تبلیغ کر کے بہترین فائدہ اٹھایا۔ مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے جس شرائط پر سب سے زیادہ اعتراض تھا وہ یہ تھی۔

☆ اہل قریش میں سے جو شخص اپنے ورثا کی اجازت کے بغیر مدینہ آجائے تو اس کو واپس کیا جائے۔

☆ اور مسلمانوں میں جو شخص مرتد ہو کر مکہ چلا آئے گا تو اہل مکہ اس کو واپس

نہیں کریں گے۔

مسلمانوں کے مذکورہ اعتراضات کا نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ نے ان الفاظ میں جواب ارشاد فرمایا۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ ہمارا ہو جائے تو وہ دوبارہ ان کی طرف جانا گوارا ہی نہیں کرتا اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے کہ ہمارا کوئی شخص مرتد ہو کر دوبارہ اہل مکہ کے پاس چلا جائے تو ایسے شخص کی واپسی کا ہم مطالبہ کیوں کریں گے کیونکہ ایسے شخص کی واپسی کا ہمیں فائدہ کیا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ آتا ہے تو اس کو واپس مکہ بھیج دیا جائے گا تو ایسے شخص کے لئے اللہ رہائی کے اسباب مہیا کر دے گا''

آنے والے ایام میں آپ ﷺ نے اپنے ان اصحاب کے متعلق یہ کئے جانے والے سب گمان سچ ثابت کر دیئے اور اسلام کو صلح حدیبیہ کے معاہدے نے بڑا فائدہ پہنچایا کہ اس کے دو ہی مہینے بعد نبی کریم ﷺ کو قرب و جوار کے ممالک کے بادشاہوں اور دیگر اجنبی ریاستوں کے رؤساء کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا موقع ملا۔

حدیبیہ کے معاہدے کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے کی طرف سے نقصان پہنچانے کے مکمل طور پر مطمئن تھے۔ جس کی وجہ سے دونوں فریقوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔ قریش نے دوبارہ وسیع پیمانے پر اپنی تجارت کا آغاز کیا۔ مسلمانوں کو گردونوح کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا خوب موقع ملا اور کچھ اس بات کا سراغ لگانے لگے کہ مسلمانوں کو آخر کس وجہ سے عرب میں اسلام کو اتنی جلدی ترقی ملی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ نے مزید تبلیغ کے لئے دو اہم کام کئے۔

☆ قرب و جوار کے بادشاہوں اور روئے مسائے ممالک کی طرف سفیروں کی روانگی۔

☆ اس دوران مسلمانوں کا جو یہودیوں کے ساتھ غزوہ خیبر میں فریب واضح ہوا اس کے بعد اس دھوکہ باز قوم کو جزیرہ عرب سے نکالنا۔

(حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از محمد حسین ہیکل)

مقروض کے قرض کا فیصلہ

حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بھائی نے ترکہ میں تین سو درہم چھوڑے اور میں نے وہ رقم اس کے گھر والوں پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

''تیرا بھائی مقروض تھا لہٰذا تم اس کا قرض ادا کرو''

حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنے بھائی کا تمام قرض ادا کر دیا ہے ماسوائے ان دو دیناروں کے جن کا دعویٰ ایک عورت نے کیا ہے اور اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہیں''

رسول اللہ نے فرمایا

''تم اسے دو دینار دے دو وہ سچ کہتی ہے''

دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدمہ کا فیصلہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتی ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہم میں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو

کر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور میرا بھائی عتبہ بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) تھا اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شباہت ۔ ۔ ۔ مائیں"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو غور سے دیکھا اور وہ بچہ حضرت عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے عبد (رضی اللہ عنہ) لڑکا اسی کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہوا اور زانی کو بے نصیبی اور محرومی ہے یا پتھر اور اے سودہ (رضی اللہ عنہا) زمعہ کی بیٹی تم اس سے چھپا کرو"

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ پر اعتراض اور حضرت عمرؓ کی اسے سزا

حضرت ابو اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

"ایک دفعہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑے کا فیصلہ لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا، اس نے کہا کہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں"

وہ دونوں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دوسرے آدمی نے کہا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے

لیکن یہ کہتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا:

"کیا اسی طرح ہے؟"

اس نے جواب دیا:

"جی ہاں!"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ نے فرمایا:

"تم دونوں اسی جگہ ٹھہرو، میں ابھی آکر فیصلہ کرتا ہوں"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کے پاس تلوار لے کر آئے اور جس نے کہا تھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پاس چلو، اسے قتل کر دیا (دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگا اور عرض کیا:"

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ،اگر میں وہاں سے نہ بھاگتا تو وہ مجھے بھی قتل کر دیتا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مجھے یقین نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی مومن کو قتل کرنے کی جرأت کر سکے گا"

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم

"تیرے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے جھگڑوں میں قاضی تسلیم نہ کرلیں"

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کا خون رائیگاں قرار دیا۔ (تفسیر درمنثور)

مکحول کہتے ہیں کہ

''ایک دفعہ کسی مسلمان اور منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کے خلاف فیصلہ فرما دیا پھر وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے، انہوں نے فرمایا:

''جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو نہیں مانتا، میں اس کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا''

پھر وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرے واپس آنے تک تم اسی جگہ ٹھہرنا''

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گھر سے تلوار لے کر آئے اور منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا:

''جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، اس کے لیے میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل کر دی''

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم

اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق پڑ گیا (تفسیر درمنثور)

متعہ حرام ہے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ

سیدنا سبرہ جہنی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ والے سال مکہ کی طرف نکلے اور وہاں پندرہ دن قیام کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجرد کی زندگی ہمارے لیے مشکل ہوگئی ہے''

صحابہ کرام نے فرمایا کہ حضور کریم ﷺ نے ہمیں متعہ کی اجازت دے دی کہ ان عورتوں کے ساتھ متعہ کر سکتے ہو، ہم عورتوں کے ساتھ چلے گئے تو انہوں نے ہمارے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، سوائے اس صورت کے کہ ہم ان کے اور اپنے درمیان کوئی مدت مقرر کر لیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ معاملہ حضور اکرم سرکار دو عالم کے بارگاہ میں پیش کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے اور ان کے درمیان کوئی مدت مقرر کرو''

ہذا میں اور میرے قبیلے کا ایک آدمی جو میرے چچا کا بیٹا تھا۔ بنو عامر کی ایک خوبصورت، جوان اور اونٹنی کی طرح دراز گردن عورت کے پاس گئے اور اس کے سامنے اپنا آپ کو پیش کیا (اور اس سے کہا کہ ہم میں سے کسی ایک کو تمہارے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت ہے؟ اس نے پوچھا کیا دو گے؟ میں نے کہا اپنی چادر، اور میرے ساتھی نے بھی اپنی چادر پیش کی۔ پھر ہم دونوں نے اپنی اپنی چادر اس کے سامنے پھیلا دی میرے ساتھی چچیرے بھائی کی چادر نئی اور نرم تھی۔ اور میری چادر سے زیادہ اچھی تھی اور میں اس سے زیادہ خوبصورت تھا اور وہ بدصورتی کے بہت قریب تھا۔ اس نے (عورت) نے دونوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ میرے ساتھی کی چادر کی طرف دیکھتی تو اسے چادر اچھی لگتی اور میری طرف دیکھتی تو میں اسے اچھا لگتا۔ میرا ساتھی اس کا میری طرف جھکاؤ دیکھ کر بولا، اس کی چادر پرانی ہے اور میری بالکل نئی اور ملائم ہے۔ اس نے تین بار ایسا کہا، ہر بار اس نے جواب دیا یہ چادر بھی ٹھیک ہی ہے، پھر اس نے کچھ دیر سوچا پھر مجھ سے بولی تو اور تیری چادر مجھے کافی ہے۔ چنانچہ میں اسی کے ساتھ تین راتیں رہا۔

تین راتیں گزارنے کے بعد میں صبح صبح گیا اور (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکن یمانی اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان کھڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ توقف کے بعد فرمایا:

''لوگو! آگاہ رہو اب اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے، اور یہ حرمت تمہارے آج کے دن سے لے کر قیامت تک کے لیے ہے، اس لئے اب جس کے پاس ایسی کوئی عورت ہے وہ اس کا راستہ چھوڑ دے۔''

(صحیح مسلم)

حلالہ کے متعلق فیصلہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ بیوی ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور اس وقت والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے اس عورت نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہوں اور انہوں نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ اور جب میری عدت پوری ہوئی تو میں نے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا اور بے شک اللہ عزوجل کی قسم وہ میرے ساتھ سونے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کا حال میری چادر کے کنارے جیسا ہے''

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ جو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر کھڑے تھے اور انہیں اندر آنے کی ابھی اجازت نہ ملی تھی انہوں نے آواز لگائی۔

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اس عورت کو روکئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آواز بلند کرتی ہے''

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تبسم فرماتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا پھر آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا۔

''تیرا ارادہ شاید رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس جانے کا ہے مگر تو اس وقت تک اس کے پاس نہیں جا سکتی جب تک عبدالرحمن رضی اللہ کا اور تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے اور پھر اس کے بعد یہی طریقہ قرار پایا۔'' (صحیح مسلم جلد چہارم کتاب النکاح)

لونڈی سے صحبت کے متعلق فیصلہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔

''میری ایک لونڈی ہے اور وہ ہمارے کام کرتی ہے اور پانی لاتی ہے میں اس کے ساتھ صحبت کرتا ہوں اور نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تو چاہے تو عزل کر لے اور جو اس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور ہوگا۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد وہی شخص پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

''میری لونڈی حاملہ ہوگئی ہے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''میں نے تجھے پہلے کہا تھا اسے آجائے گا جو اس کی تقدیر میں لکھا ہوگا''

لعان کا فیصلہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لعان کا ذکر ہوا اور عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا اور چلے گئے پھر ان کے پاس ان کی قوم کا ایک شخص آیا اور شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کے غیر مرد کو دیکھا ہے عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس بات میں مبتلا ہو چکا ہوں اپنی بات کی وجہ سے اور پھر عاصم رضی اللہ عنہ اس شخص کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور اس شخص نے اپنا حال آپ ﷺ سے بیان کیا اور وہ شخص زرد رنگت والا، دبلا پتلا اور سیدھے بال والا تھا اور جس پر وہ دعویٰ کرتا تھا وہ گوشت سے بھرپور، پنڈلیوں والا، گندمی رنگت والا اور موٹا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے اللہ! تو کھول دے''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر اس عورت نے بچہ جنا جو اس شخص کے مشابہ تھا جس پر تہمت لگائی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے لعان کروایا۔ ان دونوں میں سے ایک بولا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں بغیر گواہوں کے کسی سنگسار کرتا تو اسے سنگسار کرتا۔ میں نے کہا نہیں وہ دوسری عورت تھی جو مسلمانوں میں برائی کے ساتھ مشہور تھی اور فاحشہ تھی۔ (صحیح مسلم چہارم کتاب اللعان)

ہوازن کے قیدیوں کے متعلق فیصلہ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوازن کا وفد آیا اور وہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا ہمارا مال اور ہمارے قیدی واپس کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں ان میں سے ایک بات کا

اختیار ہے تم چاہو تو اپنا مال واپس لے لو اور چاہو تو اپنے قیدی واپس لے لو۔ انہوں نے عرض کیا ہم اپنے قیدی واپس لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور اللہ عزوجل کی حمد بیان فرمائی اور فرمایا۔

''تمہارے بھائی توبہ کر کے آئے ہیں اور مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی واپس کر دوں اور تم سے جو اسے پسند کرتا ہے وہ بخوشی یہ کرے تو وہ کرے اور تم میں سے جو اپنے حصہ پر رہنا چاہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے مال عطا کروں جو اللہ عزوجل مجھے غنیمت میں سے دے تو وہ یوں کرے''

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے فیصلے کی حمایت کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح جلد پنجم)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کا فیصلہ

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ کی شادی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ انتہائی نیک و پارسا خاتون تھیں۔ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ بوڑھے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان کے مزاج میں تیزی کا عنصر تھا اور وہ معمولی بات پر طیش میں آجاتے تھے۔ عرب میں زمانہ جاہلیت سے یہ رسم چلی آرہی تھی کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے ناراض ہوتا تو وہ اپنی بیوی سے کہتا کہ تو میری ماں کی طرح مجھ پر حرام ہوگئی اور اس کے بعد وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی اور یوں میاں بیوی کی علیحدگی ہو جاتی تھی۔ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دن غصہ آیا اور انہوں نے غصہ میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ سے کہا:

''تم میری ماں کی طرح مجھ پر حرام ہوگئی''

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کا غصہ جب ٹھنڈا ہوتو انہیں اپنی بات پر ندامت محسوس ہوئی اور انہوں نے صلح کرنا چاہی اور تعلق قائم کرنا چاہا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے طلاق نہیں دی مگر جب تک اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ حکم نہیں ہوتا آپ رضی اللہ عنہ اور میرے درمیان کوئی تعلق قائم نہ ہوگا اور اب اس معاملہ کو سلجھانے کی صورت یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں اور ان کی خدمت میں اس مسئلہ کو بیان کریں اور وہ الفاظ جو آپ رضی اللہ عنہ نے کہے انہیں دہرائیں"

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے تم جاؤ اور تم بات کرو شاید اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے کرم فرمادے اور ہمارے تعلقات بحال ہوجائیں"

حضرت خولہ رضی اللہ عنہ بنت ثعلبہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا اور کہا:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ میرے شوہر میرے چچازاد ہیں اور مجھے محبوب ہیں اور ان کی طبیعت کی تیزی اور بڑھاپاسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخوبی واقف ہیں اور انہوں نے غصہ کی حالت میں ایسی بات کہی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اس بارے میں کوئی واضح حکم دین اسلام میں موجود نہیں اور عرب کی

روایات کے مطابق تمہیں طلاق ہوگئی ہے۔''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر صدمہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کو طلاق تو نہیں کہا جا سکتا''

رسول اللہ ﷺ نے ان کے اصرار پر کوئی جواب نہ دیا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ میرا معاملہ پیچیدہ ہے اور اگر میں بچوں کو ان کے پاس چھوڑتی ہوں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو میں ان کی تربیت صحیح انداز میں نہیں کر سکتی''

پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئیں اور دعا کی۔

''اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور میں تجھ سے اپنی سب سے بڑی تکلیف اپنے خاوند سے جدائی کے متعلق سوال کرتی ہوں اور جو چیز ہمارے حق میں بہتر ہو اسے اللہ تو اسے فرما دے اور اپنے حبیب ﷺ کی زبان پاک سے جاری فرما دے۔''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ابھی سجدہ ریز تھیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا اور سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس وقت انتہائی بے چین تھیں۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی جانب گئی تو انہیں کچھ امید نظر آئی۔ آپ نے فرمایا:

''اے خولہ (رضی اللہ عنہا) اللہ عزوجل نے تمہارا فیصلہ کر دیا''

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی اور فرمایا۔

اے خولہ رضی اللہ عنہ!

''جاؤ اپنے خاوند سے کہو کہ وہ کفارہ کے طور پر ایک غلام یا ایک لونڈی آزاد کرے''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں فاقہ کی کیفیت ہے اور ہمارے پاس کوئی غلام یا لونڈی نہیں جسے آزاد کرسکیں''

''اچھا پھر اوس رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے۔''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا

''وہ بوڑھے ہیں اور وہ اس کی بھی سکت نہیں رکھتے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے''

حضرت خولہؓ نے عرض کی:

''یارسول اللہ وہ اس کی بھی سکت نہیں رکھتے''

روایات میں آتا ہے کہ اس دوران ایک شخص آیا اور اس نے کھجوروں کا ایک تھیلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ کھجوریں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو دیں اور فرمایا:

''اوس رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ ان کو فقراء میں تقسیم کردے''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

''اس وقت مدینہ منورہ میں ہم سے زیادہ کوئی فقیر نہیں اگر اجازت ہو تو اسے

ہم اپنے استعمال میں لے آئیں"

رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔

(سنن دار قطنی جلد سوم)

تفتیش کرنے میں سختی جائز نہیں

حضرت از ہر بن عبداللہ الحرازی روایت کرتے ہیں:

"کلاعی قوم کے لوگوں کا سامان چوری ہوگیا۔ انہوں نے حاکہ قبیلہ کے کچھ لوگوں پر اس کا الزام لگا دیا اور صحابی رسول اللہ ﷺ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑے کا فیصلہ لے گئے۔ مدعی نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ:

"آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی سزا اور سختی کے بغیر ہی چھوڑ دیا ہے؟"

نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

"تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہتے ہو کہ میں انہیں سزا دوں تو اگر تمہارا سامان ان کے قبضے سے برآمد ہوا پھر تو ٹھیک ہے، بصورت دیگر میں تمہیں بھی ویسے ہی سزا دوں گا جیسے انہیں سزا دی"

انہوں نے پوچھا کہ

"کیا یہ آپ کا فیصلہ ہے؟"

انہوں نے جواب دیا:

"یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے" (صحیح ابی داؤد)

بھوکے کے ساتھ نرمی کا رویہ رکھنے کا حکم

حضرت عبادہ شرجیل کہتے ہیں:

''مجھے قحط نے آلیا (ایک روایت میں ہے کہ میں چچاؤں کے ساتھ مدینہ آیا) میں مدینہ کے ایک باغ میں داخل ہو گیا اور وہاں سے ایک بالی توڑ کر کھالیا اور کچھ اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ باغ کا مالک آیا تو اس نے مجھے مارا اور میرا کپڑا چھین لیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس زیادتی کے بدلے کی استدعا کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کو قاصد بھیج کر بلایا اور اسے ارشاد فرمایا:

''تجھے اس چیز پر کس بات نے آمادہ کیا؟''

تو اس نے جواب دیا کہ

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے میرے باغ میں داخل ہو کر ایک بالی توڑی ہے''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''وہ بے خبر تھا تو نے اسے خبردار نہیں کیا، وہ بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا اور اسے حکم دیا تو اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا اور مجھے خوراک کا ایک یا نصف وسق دیا'' (صحیح سنن ابی داؤد)

چوری کی مقدار پر چور کا ہاتھ کاٹنا

حضرت رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا (جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں سوال کیا گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پھل یا شگوفے میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے (جس ضرورت مند نے اپنی ضرورت کے لیے کچھ پھل لے لیا بشرطیکہ اس کو چھپا کر اپنے کپڑے میں نہ باندھے اس کے لئے کوئی سزا نہیں ہے اور جو اس میں سے کوئی چیز اٹھا لے گیا، اس پر دوگنا تاوان اور سزا ہے اور جس نے خشک کرنے کے لیے رکھے گئے پھل میں سے ڈھال کی قیمت کے برابر چوری کی تو اس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا لاگو ہوگی۔

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! جو جانور پہاڑ پر چر رہے ہوں (اگر وہ چوری کے لیے جائیں) ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ شخص، مسروقہ جانور اور اس جیسا (ایک اور) جانور دے گا اور سزا پائے گا۔''

چرنے والے جانوروں میں ہاتھ کاٹنے کی سزا اس صورت میں ہوگی جب جانور اپنے باڑے اندر ہوں (چھپٹا مار کر چھیننے والے، لوٹ مار کرنے والے اور خائن کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔)'' (صحیح سنن النسائی)

لونڈی کا خون رائیگاں ہے

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا شخص تھا، اس کی ایک لونڈی تھی جس سے اس کے دو بچے بھی تھے، وہ اکثر اللہ کے رسول ﷺ کو (معاذ اللہ ثمہ معاذ اللہ) کثرت سے برا بھلا کہتی تھی۔ نابینا اسے ڈانٹتا وہ نہ مانتی، منع کرتا

تو وہ باز نہ آتی۔ ایک رات اس نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے بُرا بھلا کہا وہ شخص کہتا ہے مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا وہ مر گئی۔ صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا:

''میں اسے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق ہے (کہ وہ میری اطاعت کرے) جس نے یہ کام کیا وہ اُٹھ کھڑا ہو''

یہ سن کر وہ نابینا شخص کھڑا ہوا اور گزارش کرنے لگا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا کام ہے، یہ عورت میری لونڈی تھی اور مجھ پر بہت مہربان اور میری رفیق تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو موتیوں جیسے بچے ہیں، لیکن وہ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) بُرا کہتی تھی، منع کرتا تو نہ مانتی، جھڑکتا تو بھی نہ سنتی، آخر گذشتہ رات اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی، میں نے خنجر اُٹھایا اور اس کے پیٹ میں مارا، یہاں تک کہ وہ مر گئی''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سب لوگ گواہ رہو اس لونڈی کا خون رایگان ہے''

مطلوبہ چیز کا متبادل دینا جائز ہے

حضرت زبیب العنبری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بنی عنبر کی طرف بھیجا، انہوں نے طائف کی ایک جانب سے جانوروں کا ایک ریوڑ پکڑ لیا اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے۔ میں سواری پر سوار ہو کر ان سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلام کرنے کے بعد

عرض کی کہ آپ ﷺ کے لشکری ہمارے پاس آئے اور ہمیں پکڑ لیا۔ حالانکہ ہم پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہم نے نشانی کے طور پر اپنے جانوروں کے کانوں کی ایک طرف کاٹ دی ہے۔ جب عنبر قبیلے کو لایا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

''کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ تم اس دن پکڑے جانے سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے؟''

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں''

تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

''تیرا گواہ کون ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''سمرہ جو عنبر قبیلے کا آدمی ہے''

اور ایک دوسرے آدمی کا بھی نام لیا۔ دوسرے آدمی نے گواہی دے دی لیکن سمرہ نے گواہی دینے سے انکار کر دیا ہے اس لیے تو اپنی ایک گواہی کے ساتھ قسم اٹھا۔ میں نے حامی بھر لی۔ جب آپ ﷺ نے مجھ سے قسم کا مطالبہ کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائی کہ ہم فلاں روز مسلمان ہو گئے تھے اور ہم نے اپنے جانوروں کے کان کاٹ دیے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جاؤ اور نصف مال ان میں تقسیم کر دو اور ان کے بچوں کو ہاتھ لگانا، اگر اللہ تعالیٰ اعمال کی گمراہی کو ناپسند کرتا تو میں تم پر ایک رسی کا بھی احسان نہ کرتا''

زبیب نے عرض کیا:

''میری ماں نے مجھے بلا کر کہا:

''اس آدمی نے میری مخملی مسند لے لی ہے تو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس متعلق بتایا''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ

''اس آدمی کو قید کر لو''

میں نے اس کے کپڑے سے اسے کھینچنا شروع کر دیا، میں اسے لے کر کھڑا ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کھڑے دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ:

''تو اپنے قیدی سے کیا چاہتا ہے؟''

میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس آدمی سے ارشاد فرمایا:

''اس کی ماں کی مخملی مسند اسے واپس لوٹا دے''

اس نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مجھ سے گم ہو گئی ہے''

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کی تلوار چھین کر مجھے دے دی اور اسے ارشاد فرمایا:

''چل! اسے غلے کے کچھ صاع بھی دے، تو اس نے مجھے جو کے صاع دیئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبیب کے قریب ہوئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر اسے سینے تک لے گئے زبیب کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی کی ٹھنڈک کو اپنے سینے پر محسوس کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! اسے معافی اور تندرستی عطا فرما۔''

پھر اس تلوار کو لے گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے صدقہ کی دو اونٹنیوں کے عوض بیچ دیا، زبیب کے ہاں ان اونٹنیوں نے بہت سے بچے جنے یہاں تک کہ ان کی تعداد ایک سو سے بڑھ گئی۔)'' (مجمع الزوائد)

گالی دینے پر فیصلہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آدمی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟

''فرمایا ہاں''

''وہ کسی آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ وہ کسی آدمی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے'' (مشکوۃ)

حسن سلوک پر فیصلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

''تیری ماں۔ کہا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ کہا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں کہا پھر کون فرمایا تیرا ابا پھر تیرے قریبی اور تیرے قریبی'' (مشکوۃ)

تین آدمی عذاب میں مبتلا ہوں گے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ روز قیامت نہ اللہ ان سے کلام کریں گے نہ ان کی

طرف دیکھیں گے نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا وہ آدمی یہ ہیں۔

1۔ ایک پائنچے لٹکانے والا۔

2۔ احسان جتلانے والا۔

3۔ جھوٹی قسم کھا کر اپنے کاروبار بڑھانے والا (مشکوٰۃ)

ایک دوسرے پر بزرگی دینا کے بارے میں

ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ایسا ہوا آنحضرت ﷺ بیٹھے تھے۔ایک یہودی آیا۔ کہنے لگا ابوالقاسم! تمہارے ایک صحابی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا۔آپ نے پوچھا کس نے؟ اس نے کہا ایک انصاری نے (آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو بلاؤ) وہ آیا۔

آپ نے پوچھا کیا تو نے اس کو مارا؟ وہ کہنے لگا (جی ہاں)

ہوا یہ کہ میں نے اسے بازار میں اس طرح قسم کھاتے ہوئے سنا۔

"قسم ہے اس کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سب آدمیوں پر بزرگی دی۔

میں نے کہا! او خبیث! کیا حضرت محمد ﷺ پر بھی؟ اور مجھ کو غصہ آگیا۔ میں نے ایک تھپڑ رسید کر دیا آنحضرت نے یہ سن کر فرمایا:

"دیکھو! پیغمبروں میں ایک کو دوسرے پر (اس طرح) بزرگی نہ دیا کرو۔ قیامت کے دن ایسا ہوگا لوگوں کو غش آجائے گا۔سب سے پہلے زمین کے پھٹنے پر میں باہر نکلوں گا کیا دیکھوں گا۔موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہیں۔اب معلوم نہیں وہ بے ہوش ہوں گے۔(اور مجھ سے پہلے ہوش

میں آجائیں گے) یا طور پر جو بے ہوش ہو چکے تھے وہی ان کو کافی ہوگا''

(صحیح بخاری)

چار باتوں کا خیال رکھیں:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یاد رکھو رستوں پر بیٹھنے سے بچتے رہو،''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''اس بات پر ہم مجبور ہیں وہیں تو ہم بیٹھتے ہیں۔''

اگر ایسی ہی مجبوری ہے تو اس کا حق ادا کرو، پوچھا کیا حق فرمایا:

1۔ نیچی نگاہ رکھنا۔

2۔ کسی کو ایذا نہ دینا۔

3۔ سلام کا جواب دینا۔

4۔ اچھی بات کا حکم اور بری بات سے منع کرنا۔ (بخاری)

اللہ خوش ہوتا ہے:

حضرت ابی صالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم سے تین باتوں پر خوش ہوتا ہے۔ اور تین ہی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ خوش ہونے والی باتیں یہ ہیں۔

1۔ اس کی عبادت کرو۔

2۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

3۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

ناراض ہوتا ہے ان تین باتوں سے

1۔ بہت باتیں کرنے والوں سے۔

2۔ فضول خرچ کرنے سے۔

3۔ مانگنے اور سوال کرنے سے۔ (موطا امام مالک)

اس گھر کو چھوڑ دو:

یحیٰ بن سعید سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ کے پاس آئی۔ اور بولی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا ایک گھر تھا۔ جس میں ہم جا کر رہے ہماری گنتی بھی زیادہ تھی اور مال بھی زیادہ تھا۔ پھر گنتی بھی کم ہوگئی۔ (یعنی لوگ مر گئے) اور مال بھی نقصان ہوا آپ نے فرمایا:

''چھوڑ دے اس گھر کو جب کہ تو اسکو برا جانتی ہے'' (موطا امام مالک)

مسکین کون ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مسکین وہ نہیں ہے جو گھر گھر مانگتا پھرتا ہے۔ کہیں سے ایک لقمہ ملا اور کہیں سے دو لقمے کہیں سے ایک کھجور کہیں سے دو کھجوریں''

صحابہ نے پوچھا پھر مسکین کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کے پاس مال نہیں ہے کہ وہ اپنی حاجت پوری کرے۔ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہے تا کہ اس کو صدقہ دیں۔ وہ مانگنے کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔''

رزق دیتا ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔

''اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح اس سے توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو رزق دے جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے، جو صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اللہ سے مانگ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''☆ اے بچے اللہ کو یاد کر وہ تیری حفاظت کرے گا۔

☆ اللہ کو یاد رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔

☆ جب تو مانگے تو اللہ سے مانگ۔

☆ جب تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر۔

یاد رکھ:

اگر مخلوق تجھے کسی چیز میں نفع پہنچانے پر اکٹھی ہو جائے تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر تجھے کسی چیز میں نقصان پہنچانے پر اکٹھی ہو جائے تو وہ تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو اللہ نے تجھ پر لکھ دیا ہے۔'' (مشکوٰۃ)

بن مانگے جو آئے وہ بہتر ہے:

عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کے پاس کچھ مال بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو پھیر دیا آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیوں پھیر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ بہتر وہ شخص ہے جو کسی سے کچھ نہ لے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مانگ کر کچھ نہ لے اور جو بن مانگے آئے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اب کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور جو بن مانگے میرے پاس آئے گا لے لوں گا۔'' (موطا)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ساری باتیں آپ ﷺ کی مرد ہی سنا کرتے ہیں تو ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر کیجئے۔ جس دن ہم آپ ﷺ کے پاس آیا کریں اور آپ ﷺ ہم کو وہ باتیں سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھلائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا فلاں دن تم جمع ہونا۔

وہ جمع ہوئیں۔ رسول اللہ ان کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس عورت نے اپنے آگے تین بچے بھیجے (یعنی تین بچے اس دنیا سے چلے گئے) تو وہ اسی کی آڑ ہو جائیں گے جہنم سے۔''

جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

''جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں پیر اور جمعرات کے روز تو ہر بندہ

مسلمان جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا وہ بخش دیا جاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو کسی اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو۔" (موطا امام مالک)

سات شخص سایہ میں رہیں گے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت والے دن) وہ اشخاص یہ ہیں:

1۔ منصف حاکم

2۔ وہ جوان جو جوانی کی امنگ ہی سے خدا کی بندگی میں مشغول ہو۔

3۔ وہ مرد جس کا دل مسجد میں لگا رہے۔ نکلنے اور داخل ہونے تک۔

4۔ وہ مرد جو خدا کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جدا ہوتے ہیں تو اسی پر۔

5۔ وہ مرد جس نے خدا کو یاد کیا تنہائی میں دونوں آنکھوں سے اسکے آنسو بہے نکلے۔

6 وہ مرد جس کو شریف اور خوبصورت عورت نے بدفعلی کے لئے بلایا۔ وہ بولا مجھے خدا ہے۔ اللہ کا جو پالنے والا ہے جہان کا۔

7۔ وہ مرد جس نے خیرات کی چھپا کر یہاں تک کہ جو داہنے ہاتھ سے دیا بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ (موطا)

یہ میری ملکیت نہیں:

حضرت مصعب بن سعد ابی وقاص روایت کرتے ہیں:

"میرے باپ نے مال خمس میں سے ایک تلوار لے لی۔ اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن کی طرف سے میرے سینے کو ٹھنڈا کیا ہے اس لیے یہ تلوار مجھے دے دیجئے''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ تلوار نہ تو میری ہے اور نہ تیری''

میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے یہ نفل کے طور پر ادا کر دیجئے۔ کیا میں اس شخص کی طرح رہوں گا جو نادار ہے؟''

تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسے وہیں رکھ دے جہاں سے تو نے اسے اُٹھایا ہے۔ (میں وہاں سے یہ کہتے ہوئے قاصد چلا گیا، آج یہ تلوار اسے دے دی جائے گی جسے میری طرح آزمائش نہیں اُٹھانا پڑی۔ میں اسی حالت میں تھا کہ قاصد میرے پاس آیا اور مجھے کہا:

''واپس آجا''

میں نے سوچا شاید میرے بارے میں کوئی آیات نازل ہوئی ہیں۔ میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

''تو نے اس تلوار کے بارے میں سوال کیا تھا، حالانکہ یہ نہ میری تھی اور نہ تیری، اب اللہ تعالیٰ نے یہ میری ملکیت کر دی ہے، اس لیے اسے تو لے جا (اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:''

يسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول

''آپ سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو! انفال اللہ اور اس کے

رسول کے لیے ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کے آخر تک پڑھا''

ابوجہل اور دو ننھے مجاہد

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ سے روایت ہے۔

''بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنے دائیں اور بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں، دو کم عمر انصاری لڑکے کھڑے ہیں، میں نے خواہش کی کہ کاش میں ان سے زیادہ طاقتور لوگوں کے درمیان ہوتا (میں ان کی وجہ سے خوف زدہ تھا) ان میں سے ایک نے (اپنے ساتھی سے پوشیدہ) مجھ سے سرگوشی کی۔ کہنے لگا:

''اے چچا جان! کیا آپ ابوجہل کا پہچانتے ہیں؟''

میں نے کہا ''ہاں'' مگر اے بھتیجے! تجھے اس سے کیا کام ؟''

اس نے کہا:

''مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میں اسے دیکھ لوں تو میں اس سے اس وقت تک جدا نہیں رہوں گا جس وقت تک ہم میں سے کسی ایک کو موت نہ آجائے''

مجھے اس کی (بہادرانہ) گفتگو سن کر تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے (اپنے ساتھی سے پوشیدہ) مجھ سے سرگوشی کی، اس نے بھی مجھ سے وہی بات کی، زیادہ دیر نہیں گزری کہ میں نے ابوجہل کو لوگوں میں گھستا ہوا دیکھا''

میں نے کہا:

''(تم دیکھتے نہیں) یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا (وہ اس پر شکرے کی طرح جھپٹے) اسے اپنی تلواروں سے مار گرایا اور لوٹ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی، آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟''

دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کیا:

''میں نے اسے مارا ہے''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم نے اپنی تلواروں کو ابھی صاف تو نہیں کیا؟''

دونوں نے عرض کیا:

''نہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواریں دیکھیں تو ارشاد فرمایا:

''تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح (کو دینے کا فیصلہ فرمایا) ان دونوں کے نام معاذ بن عفرا اور معاذ بن عمرو بن الجموح تھے۔

رضاعی بہن کے قدموں تلے ردائے مزمل

سیدنا عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن (سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی) جنگ حنین سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اسے دیکھا تو مرحبا کہا اور اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر زمین پر بچھا دی تو انہیں از راہِ تنظیم اس پر بیٹھنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر زور دیا تو بیٹھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے اتنے آنسو بہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ یہاں تک کہ حاضرین میں سے ایک آدمی بولا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں! اس کی اس ناگفتہ بہ حالت پر ترس آتا ہے، اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی حق رضاعت ادا کرنے کے لیے دے دے تو یہ حق ادا نہیں کر سکے گا۔ جہاں تک سوال ہے میرے اس حق کا جو میں تم سے لوں گا تو وہ میری بہن تمہارا ہے۔ باقی رہا وہ کچھ جو مسلمانوں کو ملا ہے تو میں ان سے اس میں سے کچھ نہیں لوں گا سوائے اس کہ وہ راضی خوشی دے دیں"۔

راوی کہتے ہیں: "مسلمانوں میں سے جس نے ان سے جو بھی کچھ لیا تھا انہیں واپس کر دیا"

گنہگار مگر انوکھا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"ایک دفعہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آدمی آیا اور اس نے عرض کیا"

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہلاک ہوگیا"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"کیا ہوا"

اس نے عرض کیا:

''میں نے رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کر لی ہے''

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا کوئی گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کر سکتا ہے؟''

اس نے کہا:

''نہیں''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''نہیں''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''نہیں''

پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ ہم ابھی یہی باتیں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں آ گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مسئلہ پوچھنے والا کدھر ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''میں یہاں ہوں''

آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ ٹوکرا لو اور اسے صدقہ کر دو''

اس نے عرض کیا:

''ان لوگوں میں جو مجھ سے زیادہ نادار ہوں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی قسم! مدینہ کی دونوں جانب کی پتھریلی زمین کے درمیان میرے گھرانے سے زیادہ نادار گھر کوئی نہیں ہے''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا تبسم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جاؤ اور اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو''

بُرے کام میں قسم جائز نہیں

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

''عبداللہ بن ابو حدرد اسلمی کے ذمہ ان کا کچھ قرضہ واجب الادا تھا، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ انہیں مل گیا تو انہوں نے اسے پکڑ لیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازے کے پیچھے سے جھگڑنے کی آواز سنی، ایک دوسرے سے کچھ کمی اور نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا، جبکہ دوسرا کہہ رہا تھا:

اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ ان دونوں نے باتیں کیں تو ان کی آواز بلند ہوگئی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے نکلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ کا پردہ ظاہر ہوگیا) (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کہاں ہے؟ جس نے اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالی ہے کہ وہ نیک کام نہیں کرے گا۔ کعب عرض کرنے لگے:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں''

آپ ﷺ نے ان کی طرف اپنے دست مبارک سے ایسے ارشاد فرمایا گویا آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے۔

''نصف (معاف کر دے)''

''اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے کر دیا''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کھڑا ہوا اور اسے پورا کر''

انہوں نے اس کے ذمہ قرض میں سے آدھا معاف کر دیا۔ (صحیح بخاری)

بہتر انسان کون ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔سعید بن عبیدہ کہتے ہیں ابو عبدالرحمن سلمیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لوگوں کو قرآن پڑھایا۔حجاج بن یوسف کی حکومت کے زمانہ تک ابوعبدالرحمان کہا کرتے تھے۔جو اس جگہ بیٹھ رہا ہوں (جہاں قرآن پڑھایا کرتا ہوں، دوسرا کوئی دھندا نہیں کرتا) تو صرف اس حدیث کی وجہ سے (بخاری)

شک

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (دو آدمیوں کی) خصلتوں پر کوئی شک کرے تو ہوسکتا ہے۔ایک تو اس پر جس کو اللہ نے دولت دی وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے دوسرے اس پر جس کو اللہ نے قرآن

اور حدیث کا علم دیا اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔(بخاری)

جس طرح تمہیں آسانی ہو قرآن کی تلاوت کرو

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورہ فرقان جس طرح میں پڑھا کرتا تھا اس کے سوا دوسری طرح پڑھتے سنا اور خود کو یہ سورت خاص آنحضرت ﷺ نے پڑھائی تھی۔ میں قریب تھا۔ حکیم رضی اللہ عنہ پر کچھ جلدی سے کر بیٹھوں مگر میں صبر کیے رہا۔ جب وہ پڑھ چکے میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور آنحضرت ﷺ کے پاس لایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سورہ فرقان میں نے ان کو اس طرح پڑھتے سنا اس کے خلاف جس طرح آپ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے۔ پھر حکیم رضی اللہ عنہ سے فرمایا پڑھ انہوں نے پڑھی، آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح اتری ہے۔ بعد اس کے مجھ سے فرمایا تو پڑھ میں نے پڑھی فرمایا اسی طرح اتری ہے۔ دیکھو قرآن سات طرح پر اترا ہے۔ جیسے تم کو آسان ہو اسی طرح پڑھو۔(بخاری)

قرآن پڑھتے رہا کرو

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یوں کہنا برا ہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ یوں کہے مجھ کو بھلا دی گئی۔ اللہ نے بھلا دی''

آپ نے مزید فرمایا:

''قرآن پڑھتے رہو کیونکہ قرآن آدمی کے سینے سے اونٹوں سے بھی زیادہ جلد نکل بھاگتا ہے''(بخاری)

جلدی گھر آجائے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''سفر بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔ روک دیتا ہے آدمی کو کھانے اور پینے سے ،روک دیتا ہے سونے سے۔ تو جب تم میں سے کوئی اپنے کام کو سفر کرے اور وہ کام پورا ہو جائے تو جلدی اپنے گھر کو لوٹ آئے۔ (بخاری)

سفر کی دعا

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں (مسلم نے اس کو مسند روایت کیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے، سفر کے قصد سے، تو فرماتے:

''اللہ کے نام سے سفر کرتا ہوں، اے پروردگار تو رفیق ہے سفر میں اور خلیفہ ہے میرے اہل و عیال میں، اے پروردگار نزدیک کردے ہم کو زمین جہاں ہم جاتے ہیں اور آسان کر ہم پر سفر اے پروردگار پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے سفر کی تکلیف سے اور بُرے لوٹنے سے اور بُرے حال سے اہل اور مال کے۔'' (موطا امام مالک)

رحمت میں داخل ہونا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی تم میں سے بیمار کو دیکھنے جاتا ہے تو گھس جاتا ہے پروردگار کی رحمت

میں۔ پھر جب وہاں بیٹھتا ہے تو وہ رحمت اس شخص کے اندر بیٹھ جاتی ہے'' (موطا)

مشکلات میں پڑنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کرنا چاہتا ہے اس پر مصیبتیں ڈالتا ہے۔(موطا)

بیماری گناہوں کا کفارہ ہے

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص اچانک مر گیا۔ اس کے بارے میں ایک شخص بولا کیا اچھی موت ہوئی نہ کوئی بیماری آئی نہ کچھ اور ہوا۔ آپ نے فرمایا:

''تجھے کیا معلوم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہوں کو معاف کرتا'' (موطا)

بیماری کی حالت میں

حضرت اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیمار ہوتے تو:

''چہار قل پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت بیمار ہوتے تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داہنا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی برکت کے واسطے۔(موطا امام مالک)

بیماری اور دوا

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں زخم لگا اور خون وہاں آ کر بھر گیا۔ اس شخص نے دو شخصوں کو بلایا جن کا تعلق

بنی انمار سے تھا۔ ان دونوں نے آ کر دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم دونوں میں سے کون طب زیادہ جانتا ہے وہ بولے یارسول اللہ ﷺ طب میں بھی کچھ فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

''دوا بھی اسی نے اتاری ہے جس نے بیماری اتاری ہے'' (موطا)

ماں باپ کی خدمت کا حکم

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں۔ ہجرت اور جہاد پر، اللہ سے اسکا ثواب چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟''

وہ بولا دونوں زندہ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو اللہ سے ثواب چاہتا ہے''

وہ بولا! ہاں:

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو لوٹ جا اپنے ماں باپ کے پاس اور نیک سلوک کر ان سے''

صدقہ کا ثواب

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے وہ کمبل پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کا برا حال دیکھا اور ان کی محتاجی دریافت کی تو لوگوں کو رغبت دلائی کہ وہ انہیں صدقہ دیں۔ لوگوں نے صدقہ دینے میں دیر کر دی۔ یہاں تک اس بات کا رنج آپ ﷺ کے چہرے مبارک سے

عیاں ہونے لگا۔ پھر ایک انصاری ایک تھیلی روپیوں کی لے کر آیا، پھر دوسرا آیا یہاں تک کہ دینے والوں کی قطار لگ گئی۔ یہ دیکھ کر آپ کے چہرہ مبارک سے خوشی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا:

''جو شخص اسلام میں اچھی بات نکالے (یعنی عمدہ بات کو جاری کرے جو شریعت کی رو سے ثواب ہے) پھر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو اس کو اتنا ثواب ہوگا جتنا سب عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور جو اسلام میں بری بات نکالے (مثلاً بدعت یا گناہ کی بات) اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ اس پر لکھا جائے گا اور عمل کرنیوالوں کا گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔'' (مسلم)

ایک ہی بات

حمید بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے حضور کریم ﷺ سے عرض کیا۔

''مجھے چند باتیں بتا دیجئے جس میں نفع اُٹھاؤں اور بہت باتیں نہ بتائیے میں بھول جاونگا''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو غصہ مت کیا کر'' (موطا امام مالک)

میں دیتا جاؤنگا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آدم کے بیٹے تو خرچ کرتا رہ، میں تجھ کو دیئے جاؤں گا'' (صحیح بخاری)

میری شفاعت کا حق دار؟

ابو ہریرہ رضی اللہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بتا دیجئے:

''قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہوگا؟ یہ نعمت کی قسمت میں ہوگی''

آپ نے فرمایا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ):

''میں جانتا تھا کہ تجھ سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تجھے حدیث سننے کی کیسی حرص ہے سن''

''سب سے زیادہ میری شفاعت کا نصیب ہونا اس شخص کے لیے ہوگا جس نے اپنے دل سے یا اپنے جی کے خلوص سے لا الہ الا اللہ کہا ہو'' (بخاری)''

حقیقی دولت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، بیشک اس کے مال میں سے اس کا (اصل) مال تین طرح کا ہے۔ جو کھالیا اس کو ختم کر ڈالا، جو پہن لیا اس کو بوسیدہ کر ڈالا، جو اللہ کی راہ میں دیا، اس کو جمع کروا دیا اور جو اس کے سوا (علاوہ) ہے وہ دنیا سے جانے والا ہے اور اس کو لوگوں کے لے چھوڑنے والا ہے۔ (مشکوٰۃ)

مرغ کو گالی نہ دو

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم مرغ کو گالی نہ دو بیشک وہ نماز کے لیے جگاتا ہے'' (مشکوٰۃ)

درخت لگاؤ ثواب کماؤ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔ اور جو چوری کیا جائے گا اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور انہیں کم کرے گا اس کو کوئی مگر صدقہ کا ثواب ہوگا'' (صحیح مسلم)

مسکین کون ہے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو گھر گھر مانگتا پھرتا ہے۔ کہیں سے ایک لقمہ ملا کہیں سے دو لقمے، کہیں سے ایک کھجور اور کہیں سے دو کھجوریں۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مسکین کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کے پاس مال نہیں ہے کہ وہ اپنی حاجت پوری کرے جبکہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہے تا کہ اسکو صدقہ دیں نہ وہ مانگنے کو کھڑا ہوتا ہے''

اللہ اس کو غنی کردے گا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔

''آپ نے ان کو دیا، پھر انہوں نے سوال کیا آپ ﷺ نے پھر دیا یہاں

تک کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا تمام ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جہاں تک مال ہوگا۔ میں تم سے دریغ نہ کروں گا لیکن جو سوال سے بچے گا تو اللہ جل جلالہٗ بھی اس کو بچائے گا اور جو قناعت کر کے اپنی تونگری ظاہر کرے گا تو اللہ اس کو غنی کر دے گا اور جو صبر کرے گا اس کو صبر کی توفیق دے گا اور کوئی نعمت جو لوگوں کو دی گئی ہے صبر سے زیادہ بہتر اور کشادہ نہیں ہے۔ (موطا)''

قصاص اور دیت کے بارے میں فیصلے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! خبردار تمہارے لیے لازم ہے کہ تم اپنا آپ اللہ کی حدود سے بچاؤ۔ پھر جو کوئی بدکاری میں ملوث ہو جائے، تو (اسے چاہیے کہ) اللہ کے ستر میں مستور رہے۔ کیونکہ جس نے ہمارے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا اس پر اللہ کی حدود جاری کی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1۔ سب سے بڑے گناہ (کبیرہ) تین ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

2۔ کسی جان کو ناحق قتل کرنا

3۔ والدین کی نافرمانی اور جھوٹی شہادت دینا۔ (راوی انس بن مالک)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1۔ ایک مسلمان کا قتل، ساری دنیا کی تباہی پر بھاری ہے (راوی عبداللہ بن عمرؓ)

2۔ قیامت کے روز سب سے پہلے خون (ناحق) کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔
(راوی عبداللہ بن عمرؓ)

ارشادِ ربانی ہے:

اسی بنا پر ہم نے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جس کسی نے سوا اس حالت کے کہ قصاص لینا ہو، یا ملک میں لوٹ مار مچانے والوں کو سزا دینی ہو، کسی جان کو قتل کر ڈالا تو گویا اس نے انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی زندگی بچالی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دے دی۔

ارشادِ ربانی ہے:

مسلمانو! جو لوگ قتل کر دیئے جائیں ان کے لئے تمہیں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگر آزاد آدمی نے آزاد آدمی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے وہی قتل کیا جائے گا۔ اگر غلام قاتل ہے تو غلام ہی قتل کیا جائے گا عورت نے قتل کیا ہے تو عورت ہی قتل کی جائے گی۔ (البقرہ: ۱۷۹)

ارشادِ ربانی ہے:

اور ہم نے یہودیوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ "جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم، پھر جو کوئی بدلہ لینا معاف کر دے تو یہ اس کے لئے (گناہوں کا) کفارہ ہوگا۔ اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔ جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو ظلم کرنے والے ہیں۔ (المائدہ ۴۵)

ارشادِ ربانی ہے:

کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو، جسے قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرا دیا ہے جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) اختیار دے دیا

ہے۔پس چاہئے کہ خون ریزی میں زیادتی نہ کرے (یعنی حق سے زیادہ بدلہ لینے کا قصد نہ کرے)۔ (بنی اسرائیل: ۳۳)

جہاد کے بارے میں احکامات

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے بہتر عمل کیا ہے؟

1۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج۔

2۔ اللہ کے راستے میں (یعنی جہاد میں) ایک صبح و شام گزارنا۔ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

3۔ ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کون سا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔

4۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا، دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ایک اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''ایک دن رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ایک ماہ روزے رکھنے اور اس کی راتوں میں عبادت کرنے سے بہتر ہے اور اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو جو کام (حفاظت سرحد) وہ کرتا ہے۔مرنے کے بعد بھی اس کے لیے جاری رہے گا اس کا رزق بھی جاری رہے گا اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

5۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

''ہر فرد کا عمل موت سے ختم ہو جاتا ہے۔ سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنے والے کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔''

6۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور صرف اسی پر ایمان رکھنے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے گھر نکلا ہو تو خدا تعالیٰ اس بات کا ضامن ہے کہ یا اس کو جنت میں داخل کرے گا (اگر شہید ہو گیا) یا اس کو اپنے گھر صحیح سلامت کامیاب واپس پہنچا دے گا، ثواب کے ساتھ اور مال غنیمت کے ساتھ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ راہ خدا میں زخمی ہونے والے کو قیامت کے دن اسی حالت میں حاضر کیا جائے گا۔ جیسا زخم کھانے کے وقت تھا۔ اس کا رنگ خون کا ہوگا اور بو مشک کی ہوگی۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں مسلمانوں میں گرانی محسوس نہ کرتا تو میں کسی لشکر سے جو جہاد کر رہا ہو۔ کبھی پیچھے نہ رہتا۔ لیکن میں خود نہ اتنی وسعت پاتا ہوں کہ سب کو سواری دوں اور نہ مسلمانوں میں اتنی وسعت ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک میں تمنا رکھتا ہوں کہ خدا کے راستے میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں پھر جہاد کروں پھر شہید ہو جاؤں اور پھر جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔ (مسلم و بخاری)

7۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔ اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابوسعیدؓ کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دوبارہ فرمائیے۔ چنانچہ حضور

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا لیکن مزید یہ بھی فرمایا: ایک دوسری چیز وہ ہے جو جنت میں اس سے سو درجے اوپر ہے۔ اور ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے۔ جتنا زمین اور آسمان کے درمیان۔ حضرت ابوسعیدؓ نے پوچھا وہ کیا چیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کے راستے میں رات بھر پہرہ دیا۔ (بخاری و مسلم)

ایک شخص ہتھیاروں سے سجا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا پہلے جہاد کروں یا اسلام لاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے اسلام قبول کرو اور پھر جہاد کرو۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کام کم کیا ہے اور ثواب زیادہ لے گیا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان سب سے افضل اعمال ہیں" (یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں راہ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اگر تم راہِ خدا میں مارے جاؤ اور جمے رہو۔ ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید رکھو اور دشمن کی طرف رخ رکھو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر میں راہ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں! بشرطیکہ کہ تم جمے رہو۔ ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھو۔ دشمن کی طرف منہ رکھو اور پشت نہ پھیرو۔ البتہ قرض معاف نہ ہو گا۔ اس لیے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہی حکم (ابھی ابھی) پہنچایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھ کر فرمایا کرتے تھے:

(ترجمہ) کافروں کے مقابلے میں اپنی استطاعت کے مطابق تیاری کرو۔ خبردار قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ پہلے زمانے میں تیر اندازی دشمن کو مارنے کا موثر ترین طریقہ تھا اور اسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دے کر تاکید فرمائی کہ اس میں مہارت کل حاصل کرو۔ آج کل کے زمانے کے تمام ہتھیار اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ہر جوان کا اور افسر کا فرض ہے کہ پورے ذوق وشوق سے تمام ہتھیاروں کے استعمال میں مہارت حاصل کرے۔

ایک جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان اس طرح ہے:

''اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا ایک اس کے بنانے والے کو، جس نے بھلائی کا قصد کیا۔ دوسرے اس کے چلانے والے کو۔ تیسرے اس کو جو تیر انداز کو تیر پکڑا رہا ہے۔ اے لوگو! تیر اندازی کرو۔ اور سواری سیکھو۔ اگر تم تیر اندازی سیکھو تو میرے نزدیک سواری سیکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور جو تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے تو گویا نعمت خداوندی کو چھوڑ دیا اس نے ناشکری کی۔''

ایک دیہاتی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگ مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ بعض اس خیال سے جہاد کرتے ہیں کہ لوگوں میں ان کا چرچا ہو۔ اور بعض اس لیے جہاد کرتے ہیں کہ ان کا مرتبہ معلوم ہو۔ بعض اپنی بہادری دکھانے کے لیے بعض قومی غیرت کے لیے اور بعض غصے کی وجہ سے جہاد کرتے ہیں۔ ان میں اللہ کے راستے میں کون سا جہاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو خدا کا کلمہ (دین اسلام کی خاطر) بلند کرنے کے لیے ہو وہ اللہ کے راستے میں جہاد ہے۔

سیر و سیاحت کے بارے میں ارشاد:

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیر و سیاحت کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت کی سیر و سیاحت اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔"

جہاد کے آداب

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی لشکر یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اپنے اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرماتے آپ کا فرمان عالی شان ہے۔

"اللہ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کرو، اللہ کے منکروں سے لڑائی کرو، دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، جب مشرک دشمن سے لڑائی ہو تو انہیں لڑائی سے پہلے تین چیزوں میں سے کوئی ایک ماننے کی دعوت دینا، ان میں سے جو بات بھی وہ مان جائیں اسے قبول کر لینا، اور ان سے لڑائی نہ کرنا، انہیں اسلام کی دعوت پیش کرو اگر وہ اسے قبول کر لیں تو انہیں

بتاؤ کہ انہیں بھی وہی حقوق وفرائض ملیں گے جو باقی مسلمانوں کے ہیں پھر انہیں اپنے گھروں سے دارالمہاجرین (مدینہ) منتقل ہونیکی دعوت دیں، اگر وہ قبول کرلیں تو انہیں بتاؤ کہ انہیں بھی وہی حقوق وفرائض ملیں گے جو باقی مہاجرین کے ہیں، اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کردیں اور اپنے گھروں میں ہی رہنا پسند کریں تو انہیں بتائیں کہ ان کے حقوق اعرابی مسلمانوں جیسے ہوں گے ان پر عام مسلمانوں والا حکم نافذ ہوگا (یعنی نماز زکوۃ وغیرہ) مال غنیمت اور فے میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، اگر وہ اس بات سے انکار کردیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کے لیے کہو اگر وہ مان جائیں تو تم قبول کرلو اور ان سے لڑائی نہ کرو، لیکن اگر وہ نہ مانیں تو پھر اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جہاد کرو، جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرلو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کا عہد (ضمانت) مانگیں تو انہیں اللہ اور رسول کا عہد نہ دینا، بلکہ اپنا اور اپنے آبا اور اپنے ساتھیوں کا عہد دینا، کیونکہ اپنے، اپنے ساتھیوں اور آباء کے عہد کو توڑنا اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو توڑنے کی بہ نسبت تمہارے لیے آسان ہے جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا مطالبہ کریں تو تم ایسا نہ کرنا، کیا معلوم تم ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا درست فیصلہ معلوم کرپاتے ہو (یا نہیں) البتہ ان کا فیصلہ خود کرنا''

جاسوس اگر اسلام قبول کرلے تو؟

فرات بن حیان سے روایت ہے کہ وہ ابوسفیان کا جاسوس اور حلیف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دے رکھا تھا، وہ انصاریوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے:

''میں مسلمان ہو گیا ہوں''

ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

''یارسول اللہ ﷺ وہ تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں ہم ان کے ایمان کے سپرد کر دیتے ہیں، فرات بن حیان بھی انہیں میں سے ہے'' (مسند الامام احمد، سنن ابی داؤد)

احتساب

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے:

تین باتیں ہلاکت میں مبتلا کر دیتی ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔ ایسی خواہش، انسان جس کا غلام بن کر رہ جائے۔

2۔ ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر آدمی اس کی پیروی کرنے لگے۔

3۔ خود پسندی۔ اور یہ بیماری سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

احتساب ایک ایسا عمل ہے جو تمام فاسد مادوں سے انسان کو پاک کر دیتا ہے۔ قوم میں توانائی اور زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔ اچھا دوست وہ ہے جو دوستوں کے احتساب پر خوش ہو اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے لیکن ساتھ ہی یہ عمل اختیار کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر دوستوں کے دامن پر دھبے نظر آئیں تو ان کا اظہار اس طرح نہ کیا جائے کہ دوست کے دل پر میل آجائے۔ داغ دھبوں کو دھونے کی حکیمانہ تدبیریں بہترین دوستی ہے۔ جہاں آپ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں وہاں اپنے دوستوں کو یہ موقع بھی دیجئے کہ وہ آپ کے اندر اٹھتے ہوئے تعفن اور

کثافت کو آپ کے اوپر نمایاں کریں۔ اور جب وہ یہ تلخ فریضہ ادا کریں تو نہایت عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی سے ان کی تنقید کا خیر مقدم کیجئے۔ اور ان کے اخلاص و کرم کا شکریہ ادا کیجئے۔ رسول برحق ﷺ نے اس مثالی دوستی کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔ آپ کا فرمانِ عالی شان ہے:

"تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کردے۔"

روحانی قانون کے تحت ہر آدمی ایک آئینہ ہے آئینہ کی شان یہ ہے کہ جب آدمی آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو آئینہ تمام داغ دھبے اپنے اندر جذب کر کے نظر کے سامنے لے آتا ہے اور جب آدمی آئینہ کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو آئینہ اپنے اندر جذب کئے ہوئے یہ دھبے یکسر نظرانداز کر دیتا ہے۔ جس طرح آئینہ فراخ حوصلہ ہے آپ بھی اسی طرح اپنے دوست کے عیوب اس وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لئے آپ کے سامنے پیش کر دے اور فراخ دلی سے تنقید و احتساب کا موقع دے۔

نصیحت کرنے میں ہمیشہ نرمی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیجئے۔ اگر آپ یہ محسوس کرلیں کہ اس کا ذہن تنقید برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہے تو اپنی بات کو کسی اور موقع کیلئے اٹھا رکھیں۔ اس کی غیر موجودگی میں آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ نہ آئے جس سے اس کے عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لئے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دوست کی تمام زندگی میں جو عیوب آپ کے سامنے آئیں صرف ان ہی کی نشان دہی کیجئے۔ پوشیدہ عیبوں کے تجسس پر اور ٹوہ میں نہ لگئے۔ پوشیدہ عیبوں کو کریدنا بدترین، تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار منبر پر تشریف فرما ہو کر حاضرین کو

بلند آواز میں تنبیہ فرمائی:

''مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے تو پھر خدا اس کے چھپے ہوئے عیوب کو طشت از بام کر دیتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر خدا متوجہ ہو جائے تو اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی بیٹھ جائے۔''

اخوت ،محبت اور نرم مزاجی

نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا بنتی ہے اور ہر اینٹ دوسری اینٹ کو قوت پہنچاتی ہے''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست فرما کر مسلمانوں کے باہمی تعلق اور اخوت و محبت کی مثال دی۔

حق و صداقت کے پیکر پیارے نبی معلم اخلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مثبت طرزِ فکر اختیار کیجئے اور

دوستوں سے خوش دلی، نرم خوئی اور مسرت و اخلاص سے ملئے، توجہ اور کھلے دل سے ان کا استقبال کیجئے، ملاقات کے وقت اور دوستوں کے معاملات میں لاپروائی، بے نیازی اور روکھا پن اختیار نہ کیجئے۔ دوستوں سے لاپروائی، بے نیازی سپاٹ اور خشک لہجے میں گفتگو کرنا، چہرا اور پیشانی پر بظاہر نظر نہ آنے والا منافقت کا عکس ایسی بیماریاں ہیں جو دلوں میں کدورت کو جنم دیتی ہیں اور جنسے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔

دوستوں، عزیزوں رشتہ داروں اور غیروں سے ملاقات کے وقت مسرت و اطمینان اور انکساری سے بات کیجئے۔ حزن وملال اور مردہ دلی کے کلمات ہرگز زبان پر نہ لائیے۔ ایسا انداز اختیار کیجئے کہ آپ کے ناخوش اور پژمردہ دل دوست بھی اپنے اندر خوشی اور پر مسرت زندگی کی لہریں محسوس کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں اس آدمی کی پہنچان بتاتا ہوں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور وہ آگ پر حرام ہے اور یہ وہ آدمی ہے جو نرم مزاج، حلیم الطبع اور نرم خو ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام کبھی رسوانہیں ہوسکتا

حضرت عبداللہ الھوزنی روایت کرتے ہیں۔

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کو حلب کے مقام پر ملا، میں نے کہا

''اے بلال رضی اللہ عنہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گزربسر کے بارے میں بتاؤ''

انہوں نے کہا:

''جس وقت سے اللہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت سے لے کر وصال تک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی چیز سے بے خبر نہیں رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انسان مسلمان ہو کر آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے برہنہ دیکھتے اور مجھے حکم دیتے کہ جاؤ کسی سے قرض لے کر اس کے چادر خرید کر لاؤ، میں اسے کپڑا پہناتا اور کھانا کھلاتا، اچانک ایسا ہوا کہ مجھے ایک دن ایک مشرک ملا اور کہنے لگا:

اے بلال رضی اللہ عنہ میرے پاس (مال کی) وسعت ہے، اس لیے تو میرے علاوہ کسی سے قرض نہ کیا کر، میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن ایسا ہوا

کہ میں نے وضو کیا اور اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا تو وہی مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا:

''اے حبشی غلام''

میں نے کہا

''حاضر ہوں''

اس نے مجھے گھورا اور سخت کلمہ کہا اور مجھے کہنے لگا کہ:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ مہینے ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں۔''

میں نے کہا:

''ختم ہونے کے قریب ہے''

وہ کہنے لگا:

''(مجھے معلوم ہے) تیرے اور اس کے درمیان ابھی (چار دن) باقی ہیں، میں تجھے اس سے اس رقم کے عوض خرید لوں گا اور تجھے دوبارہ چرواہا بنادوں گا، جس طرح تو پہلے تھا۔

میرے نفس میں بھی ویسا ہی خوف طاری ہوگیا جیسا کہ عام طور پر اس موقع پر لوگوں کے دل میں طاری ہوتا ہے۔جب میں عشا کی نماز سے فارغ ہوا اور رسول اللہ ﷺ گھر واپس لوٹ گئے تو میں نے آپ ﷺ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی''

میں نے کہا!

''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا، اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے، آپ ﷺ کے پاس

اتنی رقم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف سے ادا کرسکیں اور نہ ہی میرے پاس ہے جبکہ وہ مشرک مجھے رسوا کر رہا ہے''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اجازت دی کہ میں دوڑ کر ان قبائل کی طرف جاؤں جو نئے مسلمان ہوئے ہیں شاید وہاں سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ عطا کر دے جس سے میرا قرض پورا ہو جائے۔ میں وہاں سے نکلا اور اپنی تلوار، تھیلی، جوتے، اور ڈھال اپنے سر کے پاس رکھ کر سو گیا۔ جب صبح صادق کی روشنی پھوٹی اور میں نے نکلنا چاہا تو ایک آدمی بلال! بلال! پکارتا ہوا دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا:

''رسول اللہ کے پاس جاؤ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو وہاں سامان سے لدی ہوئی چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ نے تیرے قرض کو پورا کرنے کا سامان بھیج دیا ہے''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ سواریاں سامان سمیت تیری ہیں، ان پر کپڑا اور کھانے کا سامان ہے، یہ میری طرف فدک کے بادشاہ نے بھیجی ہیں، انہیں لے جا، اور اپنا قرضہ ادا کر''

میں نے ایسا ہی کیا۔ (سنن أبی داؤد)

ازدواجی زندگی کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ کے فیصلے

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شادی کا فیصلہ

روایات میں آتا ہے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بات کر رہے تھے کہ ہم سمیت بے شمار شرفاء نے حضور نبی کریم ﷺ کی صاحب زادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن ہم میں سے کسی کو اس بارے میں مثبت جواب نہیں ملا ایک علی (رضی اللہ عنہ) رہ گئے ہیں مگر وہ اپنی تنگ دستی کی وجہ سے خاموش ہیں۔ ہمیں ان کا حوصلہ بڑھانا چاہئے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کریں۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ پتہ چلا کہ آپؓ اس وقت ایک دوست کے باغ کو پانی دینے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حضرات اس جگہ پہنچے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو قائل کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی صاحب زادی کا رشتہ مانگیں۔ اور وہ (دونوں حضرات رضی اللہ عنہما) جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کی شرافت، قرابت اور جانثاری کی بناء پر انہیں اپنی صاحب زادی کا رشتہ دے دیں گے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے نکاح کا پیغام سنا تو آپ ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی

جونزول وحی کے وقت ہوتی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل نے مجھے بذریعہ وحی مطلع کیا ہے میں اپنی لاڈلی بیٹی کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں''

پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تمام مہاجرین وانصار میں منادی کروا دو کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائیں چنانچہ مہاجرین وانصار کی ایک کثیر تعداد مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائی اور پھر رسول اللہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول فرما لیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔

''تم جاؤ اور اپنی زرہ فروخت کر دو اور اس سے جو رقم ملے وہ لے کر میرے پاس آ جانا''۔

حضرت علیؓ نے اپنی زرہ لی اور مدینہ منورہ کے بازار میں چلے گئے۔ آپ رضی اللہ اپنی زرہ لے کر بازار میں کھڑے تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا تو آپ (حضرت علیؓ) نے بتایا کہ میںؓ یہاں زرہ فروخت کرنے کے لئے کھڑا ہوں۔ اور وجہ بھی بتائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی اور پھر وہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ عطا فرما دی۔ حضرت علیؓ نے تمام واقعہ حضور کریم سرکار دو عالم ﷺ کے گوش گزار کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی ؓ کا ایثار دیکھ کر ان کے حق میں دعا فرمائی۔ اور زرہ کی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی کہ وہ اس سے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا کیلئے اشیائے ضروریہ خرید لائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تمام اشیائے ضروریہ لے آئے تو آپ ﷺ نے خود آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا۔ (زرقانی علی المواہب جلد دوم)

رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے بعد حضرت علیؓ سے فرمایا کوئی گھر کرائے پر لیں تاکہ رخصتی عمل میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان کا گھر کرایہ پر لے لیا اور یوں دختر رسول اللہ ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر حضرت علیؓ کے گھر آئیں۔

آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تمام مہاجرین و انصار کو اپنے ولیمہ میں شرکت کی دعوت دو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت ولیمہ میں چھوہارے اور گوشت سے کھانا تیار کروایا گیا۔ اس دعوت ولیمہ سے بہترین دعوت ولیمہ کوئی نہ تھی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ہشتم)

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کرنے کا فیصلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آنسو بہاتے دیکھا تو ان سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ!

”میں اس لئے رورہا ہوں میرا خاندانِ رسالت ﷺ کے ساتھ جو تعلق تھا وہ

منقطع ہو گیا"

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد اللہ عزوجل کا پیغام پہنچایا کہ آپ ﷺ اپنی دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیں چنانچہ حضور نبی کریم نے فرمانِ الٰہی کے مطابق حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور مہر حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کے برابر ہی مقرر فرمایا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اول)

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین یعنی دو نوروں والے کے لقب سے مشہور ہوئے۔

عبداللہ بن عمر بن ابان فرماتے ہیں ایک دن میرے ماموں حسین جعفی نے مجھ سے کہا تم جانتے ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

"انہیں ذوالنورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی بھی نبی کی دو بیٹیاں کسی ایک شخص کے نکاح میں نہیں آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ سے کیا اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔" (تاریخ الخلفاء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا فیصلہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے قبل رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ انہیں ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی شے پیش کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے جب ریشم کے کپڑے کو کھول کر دیکھا تو اس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ موجود تھیں۔ چنانچہ اس خواب کے بعد آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ سے نکاح کا پیغام بھیجا۔

روایات میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی جانب نکاح کا پیغام حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم لے کر آئیں انہوں نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا۔

''ابھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) گھر میں موجود نہیں وہ آتے ہیں تو میں ان سے بات کرتی ہوں۔''

کچھ دیر بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پیغام سے متعلق علم ہوا تو انہوں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

'' آپ ﷺ نے مجھے اپنا منہ بولا بھائی بنایا ہے کیا منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح ہوسکتا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منہ بولے بھائی کی بیٹی حرام نہیں ہے''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی آپ ﷺ سے کرنے کی حامی بھرلی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک بوقت نکاح چھ برس تھی ۔آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح ماہِ شوال میں ہوا۔آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے والی واحد کنواری خاتون تھیں۔

روایات کے مطابق جس دن آپ کا نکاح تھا اس دن آپ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں ۔نکاح کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی لگادی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔آپ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں۔

''میرا نکاح ہوگیا اور مجھے اس کی خبر بھی نہ تھی۔میری والدہ نے مجھے سمجھایا اب میرا نکاح ہوگیا ہے اس لئے میں گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دوں''

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں قیام اپنی والدہ اور بہن کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں ہوا جہاں آپ رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مقیم تھے ۔مدینہ منورہ آمد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحت بگڑ گئی اور وہ شدید بیمار ہو گئے ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان بیماروں مین شامل تھے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دن رات خدمت کی ۔جب آپ کی طبیعت بہتر ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیمار ہوگئیں ۔یہاں تک کے آپ رضی اللہ عنہا کے سر کے بال جھڑ گئے ۔جب آپ کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اب اپنی امانت کو لے جائیں ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''میں مہر ادا نہیں کر سکتا''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو قرض دیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا کیا اور یوں آپ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر رسول اللہ ﷺ کے گھر آ گئیں۔

روایات میں آتا ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک رخصتی کے وقت نو سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی رخصتی کے وقت باقاعدہ کوئی رسم ادا نہ کی گئی اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی دونوں ماہ شوال میں ہوئیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کرنے کا فیصلہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی شادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی خالہ سعدی بنت کریز کے گھر گیا۔ خالہ کے گھر حضور نبی کریم ﷺ کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ میری خالہ سعدی بنت کریز نے حضور نبی کریم ﷺ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف فرمائی اور کہا:

''وہ صادق اور امین ہیں اور وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میری خالہ سعدی بنت کریز نے کاہنوں کے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''عثمان (رضی اللہ عنہ)! تمہاری دو بیویاں ہوں گی جو انتہائی حسین اور نیک

سیرت ہوں گی اور تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی حسین عورتیں نہ دیکھی ہوں گی اور نہ ہی انہوں نے جیسا خاوند دیکھا ہوگا۔ یہ عورتیں نبی کی صاحب زادیاں ہوں گی۔ پھر انہوں نے کہا وہ نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کر لیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی شرافت اور دین اسلام کے ساتھ خلوص کے وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاجنرادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے وقت حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک صرف بارہ برس تھی۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحب زادی تھیں۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عقبہ سے ہوا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت ؐ کے بعد طلاق پر ختم ہوگیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے سال ہوئی۔ یہ ایک کامیاب شادی شدہ جوڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کا نکاح ان کے ساتھ کیا۔ آپ چونکہ صاحب حیثیت تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے آرام و آسائش کا ہر ممکن خیال رکھا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضرت عبدالرحمن بن عثمان قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہا اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھو رہی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے میری بیٹی! عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خدمت اچھے طریقے سے کیا کرو کیونکہ یہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے اخلاق میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد)

مکاتیب رسالت روسائے عرب کے نام اور آپ کے فیصلے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ سے اپنی وفات تک کے عرصہ میں قبائل کے شیوخ، علاقائی افسروں ہمسایہ حکمرانوں اور مذہبی پیشواؤں کے نام جو خطوط روانہ فرمائے تھے ان کی تعداد دو ڈھائی سو کے قریب ہوگی۔ ان خطوط میں نجاشی شاہ حبش، ہرقل شہنشاہ روم، خسرو پرویز شہنشاہ فارس، مقوقس والی مصر کے خطوط کا تذکرہ اسلامی تاریخوں میں عام طور سے ہوتا رہا ہے مگر جن خطوط کا ذکر تاریخ و آثار میں محفوظ ہے ان میں سے بہت کم ہیں، جن کے مضمون نقل کیے گئے ہیں۔ اور چند ہی ایسے خط ہیں جن کے اصل نسخے دست یاب ہوسکے ہیں۔ جن خطوط کے مضامین کو مورخین نے نقل کیا ہے ان میں بھی بہت زیادہ تو نہیں تھوڑا بہت فرق ضرور موجود ہے۔ اور جو اصل نسخے دست یاب ہوئے ہیں ان کے تراجم میں بھی فرق ہوگیا ہے۔ اور بعض خطوط کے مضمون بھی خلط ملط ہو گئے ہیں۔ مکاتیب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط میں چار اہم خطوط کے مضمون ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

نجاشی حبش اصحم کے نام

حبشہ کے شاہ نجاشی کے نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط 7 ہجری میں حضرت عمرو بن اُمیہ لے کر گئے تھے جب وہ یہ نامہ مبارک لے کر نجاشی کے دربار میں پہنچے تو خط پیش کرنے سے پہلے بادشاہ سے اس طرح خطاب کیا۔

''اے بادشاہ!

''میرے ذمہ حق کی تبلیغ ہے اور آپ کے ذمہ حق کی سماعت۔ کوئی شبہ نہیں کہ گزشتہ دنوں سے ہم پر آپ کی شفقت و محبت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم ایک ہی ہیں۔ اور ہم کو بھی آپ پر اس قدر اعتبار ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح اپنی

جماعت سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔ ہم نے آپ سے جس بھلائی کی اُمید کی وہ حاصل ہوئی اور جس خطرے کا اندیشہ کیا اس سے محفوظ و بے خوف رہے۔ ہماری طرف سے آپ پر ایک قطعی حجت ہے اور آدم علیہ السلام کی ولادت ہے جس قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدمؑ کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا کر دیا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے بطن مادر سے پیدا کیا، "اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے آدم کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر حکم دیا تو وہ عالم وجود میں آ گئے۔"

ہمارے آپ کے درمیان انجیل وہ شاہد ہے جس کی شہادت کبھی مردود نہیں ہو سکتی اور وہ حکم ہے جس سے ظلم کا امکان نہیں۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں خیر و برکت کا نزول اور فضیلت و بزرگی کا حصول ہے۔

"اے بادشاہ! اگر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نہ کیا تو اس نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار آپ کے لیے اسی طرح باعث وبال ہوگا جس طرح یہود کے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ثابت ہوا۔"

"میری طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے لیے قاصد بن کر گئے ہیں۔ مگر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اُمید آپ کی ذات سے وابستہ ہے دوسروں سے ایسی امید نہیں ہے، اور جس بات کا ان سے اندیشہ ہے آپ سے نہیں، آپ کے بارے میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان گزشتہ طاعات اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے۔"

اصحم نے اس تقریر کو نہایت غور سے سنا پھر جواب میں یہ کلمات ادا کیے:

"اے عمرو! بہ خدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہی

برگزیدہ پیغمبر ہیں، جن کی آمد کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں۔ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ''راکبِ حمار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، دنیا ٹھیک اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''راکب جمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کی بشارت دی ہے۔ دونوں میں سرمو فرق نہیں۔ اس لیے تم مجھکو اتنی مہلت دو کہ میں اپنی قوم میں اپنے کافی مددگار اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا کرلوں''

اس کے بعد اصحمہ نے عمروؓ بن اُمیہ کے ہاتھ سے وہ خط لیا تعظیماً کھڑا ہوگیا اور نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور ترجمان سے خط کا مضمون پڑھوا کر سنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام

''تم سلامت رہو، خدا کی حمد و تعریف تمہیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بادشاہ مقدس، سلامتی والا، امان دہندہ، اور سلامت رکھنے والا ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ روح اللہ اور کلمتہ اللہ ہیں جن کو پاک مریم بتول کی طرف ڈالا گیا جو برائی سے محفوظ تھیں۔ اللہ نے (عیسیٰ) کو اپنی روح اور پھونک سے اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔

''میں تم کو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تم میری اتباع کرو، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں میں تم کو اور تمہارے لشکروں کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔''

''میں نے اللہ کا پیغام خلوص کے ساتھ پہنچا دینے میں تمہاری خیر خواہی کی ہے،

میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا تمہارا کام ہے۔ میں تمہاری رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں۔اس پر سلامتی جو راہِ راست پر چلے"

حبش کا مذکور نجاشی جس کا نام اصحم بن ابجر تھا، عیسائیوں کے اس فرقے کے خیالات کا حامی تھا، جو یونانی کلیسا کے برخلاف تثلیث کا قائل نہیں تھا، اور "طبع واحدہ" کا عقیدہ رکھتا تھا۔اس کی رعایا اور اس کے درباریوں میں بھی ایک گروہ اس عقیدے کا قائل تھا۔دوسرا گروہ تثلیث کا قائل تھا جسے رومی کلیسا اور رومی شہنشاہ کی حمایت حاصل تھی۔ اس کے دربار میں چند بت پرست بھی تھے "طبع واحدہ" کے قائل اور تثلیث کا عقیدہ رکھنے والے فرقوں کے درمیان اس مسئلے پر شاہی دربار میں اور عام مجلسوں میں مناظرے ہوتے رہتے تھے۔اس طرح کی بحثیں اور فرقہ وارانہ نزاعات اس وقت تمام مسیحی ملکوں میں عام تھے۔چوں کہ نجاشی تثلیث کے برخلاف طبع واحدہ کا قائل تھا اس لیے اسے اسلام کی دعوتِ توحید نے متاثر کیا۔پھر وہ گزشتہ نو دس سال سے حبشہ کے مسلمان مہاجروں کی سیرت و کردار کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کس درجہ خدا ترس نیک کردار لوگ ہیں۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو ہیں وہ بلاشبہ سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ خط بادشاہ کے دربار میں نہیں پیش کیا گیا بلکہ نجاشی کی کسی خاص محفل میں ہوا ہے۔کیونکہ نجاشی نے اپنے اسلام قبول کرنے کو اہل دربار اور عوام سے پوشیدہ رکھا تھا۔سہیلی نے "روض الانف" میں بیان کیا ہے کہ نجاشی کے اسلام قبول کرنے کی افواہیں ملک میں پھیل گئیں، تو اہل حبش بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور نجاشی کے خلاف مظاہرے کرنے لگے۔نجاشی نے جب یہ دیکھا تو اس نے حضرت جعفرؓ کو بلا کر کہا "میں نے تمہارے لیے کشتیوں کا ایک بیڑہ تیار کرا رکھا ہے اگر حالات بگڑ گئے تو کشتیوں میں مہاجرین کو سوار کرا دینا۔اگر میں نے حالات پر قابو پا لیا تو حبشہ میں امن و امان سے قیام کرنا ورنہ یہاں سے فرار ہو جانا۔اس انتظام کے بعد اس نے ایک پرچہ پر لکھا:۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بندے اور رسول ہیں۔ نیز گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کے بندے ہیں اور اس کی روح وکلمہ ہیں، کہ جس کو خدا نے مریم علیہ السلام پر القاء کیا''

یہ پرچہ اس نے اپنے پوستین کے نیچے سینہ کے پاس چھپا لیا۔ پھر اس نے دربارِ عام میں اہل حبش کے تمام قبائل کے نمائندوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا ''تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے ؟ کیا میں تمہاری حکومت کے لائق نہیں ہوں ؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو حکومت کے لیے بہترین شخص سمجھتے ہیں۔ مگر سنا ہے کہ آپ نے دین عیسوی ترک کر دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ مسیح کو خدا کا بندہ مان لیا ہے''

اصحمہ نے پوچھا:

''تم حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ جواب ملا'' وہ خدا کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ)

اصحمہ نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھ کر کہا ''یعنی اس سے جو کچھ پرچہ میں لکھا ہے...... زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی تعلیم نہیں دی'' اہل حبش اس بات پر مطمئن ہو گئے اور بغاوت کا خطرہ ٹل گیا۔ اور مہاجرین کشتیوں سے اُتر کر اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے۔

اصحمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک ہاتھی دانت کے ڈبے میں بند کر کے محفوظ کر دیا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ جب تک یہ مبارک تحفہ مملکت حبش میں محفوظ ہے ''دشمن کا ہاتھ اس ملک تک نہیں پہنچ سکے گا۔

بعض تاریخوں میں مذکورہ بالا خط کے آخر میں حسب ذیل فقرے میں زائد ہیں'' میں اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں جب یہ لوگ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آؤ''

مہاجرین حبشہ نے مکہ سے 7 ہجری اور دس گیارہ سال بعد سنہ ہجری میں رسول اللہ نے حضرت عمر بن امیہ ضمری کے ہاتھ یہ خط بھیجا ہے۔ ظاہر ہے اس خط میں حضرت جعفرؓ کے لیے سفارش کرنے کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔ وہ تو دس سال سے وہیں حبشہ میں مقیم تھے۔

غرض جب نامہ مبارک پڑھا جا چکا اور اس کے بعد وہ واقعات پیش آئے جن کا ذکر ہم نے کیا ہے اور اہلِ حبشہ کی شورش رفع دفع ہو گئی تو نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا جس کا مضمون یہ ہے۔

نجاشی حبش کے خط کی نقل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''محمد رسول اللہ کے نام نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔

''اے اللہ کے رسولؐ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اللہ کی برکتیں اور رحمتیں ہوں۔اس اللہ کی طرف سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔

''اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے زمین اور آسمان کے مالک کی قسم، عیسیٰ اس سے رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں وہ ویسے ہی تھے جیسا آپؐ نے فرمایا ہے ہم نے آپ کے فرستادوں سے تعارف حاصل کیا (آپؐ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اسے ہم نے پہچان لیا ہے) اور آپؐ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کی ہم نے مہمان داری (بھی) کی ہے۔

''میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسولؐ ہیں۔(یعنی پہلی کتابوں میں آپؐ کی تصدیق کی گئی ہے) میں نے آپؐ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کے واسطے آپؐ سے بیعت کر لی۔اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے سامنے سر اطاعت خم کیا ہے۔(مسلم ہو گیا ہوں)

''اب میں آپؐ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیج رہا ہوں (مگر) اپنے کسی اور پر اختیار نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے طلب

کریں تو میں بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا میں شہادت دیتا ہوں کہ جو آپ ﷺ فرماتے ہیں وہی حق ہے والسلام علیک یارسول اللہ۔" "اصحم نجاشی حبش"

اس خط میں نجاشی نے رسالت و ہدایت پر ایمان لانے کا اقرار کیا ہے مگر ساتھ ہی وضاحت کر دی ہے کہ اسلام کے معاملے میں وہ بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں رکھتا۔

نجاشی پہلے ہی دل میں اسلام کا قائل ہو چکا تھا جب کہ اس کے دربار میں مسلمانوں کے نمائیدہ حضرت جعفرؓ طیار نے قریش کے وفد کے ترجمان عمرو بن عاص (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے استغاثہ کے جواب میں ایک مؤثر تقریر کی تھی ، اور اس کے بعد رسول اللہ کا مکتوب نجاشی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اب جو یہ دوسرا خط مدینے سے آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور دین حق کو قبول کر لینے کا اقرار کر لیا۔

نجاشی کے نام دوسرا خط

حضرت عمرو بن امیہ ضمری نجاشی کے نام ایک اور خط بھی لے کر گئے تھے۔

اس دوسرے خط کے بارے میں ابن سعد نے "طبقات" میں لکھا ہے:

آپ نے نجاشی کے نام دو نامے بھیجے۔ پہلے فرمان میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور دوسرے میں امہ حبیبہؓ بنت ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) بن حرب سے نکاح کی نسبت ذکر تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ اب مسلمان مہاجرین کو مدینہ بھیج دو"

اس خط کا متن نہیں ملتا ہے البتہ تاریخوں میں اس کے حوالے ضرور ملتے ہیں۔ نجاشی نے دونوں ہدایات کی تعمیل کی۔ اُم حبیبہؓ بن سفیان (رضی اللہ عنہ) کا غائبانہ نکاح حضور ﷺ کے ساتھ پڑھا دیا۔ اور چار سو دینار مہر حضور ﷺ کی طرف سے ادا کر دیئے۔ پھر سامانِ سفر تیار کر کے تمام مہاجرین کو دو جہازوں میں سوار کرا دیا۔ مذکورہ خط کے جواب میں نجاشی نے ایک عریضہ قاصد رسول ﷺ حضرت عمرو بن اُمیہ کے ہاتھ بارگاہ رسالت میں روانہ کیا جس کا متن ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نجاشی اصحم کی جانب سے۔

''سلام علیک یا رسول اللہ من اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اما بعد

''میں نے (حسب ارشاد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کی خاتون سے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح پڑھوا دیا ہے اور وہ سیدہ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہدیہ بھیج رہا ہوں جس میں قمیض، پاجامے اور چادر اور چرمی موزوں کا ایک سادہ جوڑا شامل ہے والسلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ''

اصحم کا خط لے کر عمرو بن اُمیہ اور دوسرے مہاجرین ان جہازوں میں سوار ہو گئے جو نجاشی نے ان کے لیے تیار کرائے تھے۔ یہ قافلہ 7ھ میں واپس آیا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے قافلہ سیدھا خیبر کی طرف روانہ ہوگیا۔ البتہ راستہ سے ام المومنین ام حبیبہؓ اور مہاجر خواتین اور بچوں کو مدینہ بھیج دیا گیا۔ اہل قافلہ عین فتح خیبر کے روز حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب کی قیادت میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سینے سے لگا لیا۔ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

''میں نہیں بتا سکتا کہ مجھے کس چیز سے زیادہ مسرت ہوئی۔ فتح خیبر سے یا جعفرؓ کی آمد سے!''

نجاشی کا دوسرا خط

سواطع الانوار میں نجاشی کے دوسرے خط کا متن دیا ہے اسے محترم ڈاکٹر حمید اللہ نے ''الوثائق السیاسیہ'' میں صفحہ نمبر 80 پر درج کیا ہے۔ متن یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں نجاشی اصحم کی جانب سے۔

''سلام علیک یا رسول اللہ من اللہ و رحمتہ و برکاتہ''

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہے جس نے اسلام کی ہدایت (توفیق) عطا فرمائی۔ اما بعد:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ملک میں مکہ کے جو اصحاب مہاجرین آباد تھے میں نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھجوا دیا ہے۔ اور اب میں اپنے بیٹے اُریحا کو اہل حبشہ کے ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ آپ نے مجھ سے جو کچھ توقع کی تھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے تعمیل کر دی اور میں گواہی دیتا ہوں اس حق بات کی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔'' ''والسلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ''

''اصحمہ نجاشی والی حبش''

نجاشی کے اس دوسرے خط کے متعلق دو روائتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ عمرو بن اُمیہ ضمری، حضرت جعفر، ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور مہاجرین حبشہ کے قافلے کے ساتھ ہی نجاشی نے اپنے بیٹے اریحا بن اصحمہ کو بھی اہل حبش کے ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا تو اریحا اور اہل حبش دو علیحدہ جہازوں میں سوار تھے اور دوسرے دو جہازوں میں مہاجرین کا قافلہ تھا۔ سمندر میں طوفان آیا تو مہاجرین کے جہاز تو بچ نکلے۔ مگر اہل حبش کے جہاز ڈوب گئے اور اُن میں سے ایک بھی آدمی زندہ نہ بچا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اریحا اور اہل حبش بھی صحیح سلامت مدینہ پہنچ گئے اریحا وہاں اپنے ہمراہیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اور نجاشی کا خط حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت میں پیش کیا۔ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو حبش سے ایک وفد اریحا کو لے جانے

کے لیے مدینہ آیا مگر اریحا نے بارگاہ رسالت سے جدائی کو قبول نہیں کیا اور واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں سمیت مدینہ میں ہی مقیم رہا۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ یہ حبشی سپاہی جو مدینہ میں رہ گئے تھے بعض جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہے ہیں۔

پہلی روایت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اریحا اور اسکے تمام ساتھی طوفان میں غرق ہو گئے تھے تو خط کس طرح محفوظ رہ گیا۔ اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے پہلی روایت کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ دوسرا خط بھی عمرو بن اُمیہ ضمری کے پاس تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اریحا نے یہ خط جس کا قاصد نجاشی نے خود اسے بتایا تھا۔ حضرت عمرو بن اُمیہ کے حوالے کیوں کر دیا۔ یہ بظاہر آدابِ سفارت کے منافی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اریحا والے خط کو دیکھیے۔ نجاشی لکھتا ہے کہ:

"میں نے آپ کی ہدایات کی تعمیل کر دی ہے اور مہاجرین کو روانہ کر دیا ہے اور اب "اریحا کو بھیج رہا ہوں"

اس عبارت سے یہی قیاس ہوتا ہے کہ اریحا کو مہاجرین کے ساتھ روانہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ بعد میں کسی وقت بھیجا گیا ہے۔ اور وہ خط لے کر صحیح سلامت مدینہ پہنچ گیا۔ اس لئے دوسری روایت قابل ترجیح ہے۔ عمرو بن اُمیہ جو خط لے کر گئے۔ اس پر بھی اریحا کو بھیجنے کا ذکر ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہاجرین کے ساتھ نہ جا سکا اس کی روانگی بعد میں ہوئی۔

ہمارے مورخین نے نجاشی اصحمہ کے بعد حبشہ کے حالات سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھا۔ اس لیے یہ معلوم کرنا دشوار ہو گیا ہے کہ نجاشی مذکور کی وفات کے بعد وہاں کیا صورتِ حال رہی۔ یہاں تک کہ اصحمہ کے جانشین کا نام بھی ہماری تاریخوں میں نہیں ملتا ہے۔ بہر حال، متفرق واقعات کے جوڑنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ

یہ ہے کہ حبش میں نجاشی کے اثر اور مہاجرین سے میل جول اور دعوت تبلیغ کے نتیجے میں اہل حبش میں سے کچھ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ مگر ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی کیونکہ ملکی مصالح کے تحت غالباً اسلام کی یہ دعوت علانیہ نہیں بلکہ خفیہ خفیہ رہی۔ تاہم اہل دربار اور مسیحی پیشواؤں میں نجاشی کے مسلمان ہو جانے کی افواہیں گشت کرتی رہیں۔ اور وہ اس سے بدظن ہوتے چلے گئے۔ پہلے ہی مسیحی فقہ کے دو مکاتیب موجود تھے۔ ایک نجاشی کا حامی تھا اور دوسرا اُس کا مخالف۔ اسلام قبول کر لینے کی افواہوں کے بعد مخالف گروہ زیادہ طاقت ور ہو گیا۔ مخالفین کے اس غلبے کو دیکھ کر نجاشی اصحمہ نے یہ طے کیا کہ جو لوگ اس کے حامی تھے، اور جو درپردہ مسلمان ہو گئے تھے ان کو مدینہ بھجوا دے۔ کہ نہ معلوم حالات کیا رخ اختیار کر لیں۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے اریحا کے ہمراہ ان لوگوں کو مدینہ بھجوا دیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد نجاشی کا انتقال ہو گیا۔

نجاشی کا انتقال 8 ھجری کے اواخر یا 9 ھجری کے شروع میں ہوا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''آج خدا کے نیک بندے اصحمہ کا انتقال ہو گیا۔ تم سب کھڑے ہو اور اپنے بھائی اصحمہ پر نماز پڑھو۔'' پس ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی (صحیحین)

طبری کا خیال ہے کہ یہ واقعہ 9 ھجری میں پیش آیا اور اس کے برعکس دوسری جماعت کا گمان ہے کہ یہ فتح مکہ 8 ہجری سے پہلے کا واقعہ ہے۔

دوسرے نجاشی کے نام مکتوب رسالت ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یہ خط محمد رسول اللہ کا حبشیوں کے سردار نجاشی (اصحم) کے نام ہے''

''سلامتی اس شخص کے لیے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لائے۔ مین اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔

وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے نہ بیوی ہے نہ بچہ۔ اور یہ بھی کہ محمدؐ
اسی (اللہ) کا بندہ اور رسولؐ ہے۔

''میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں کیوں کہ میں اسی کا رسولؐ (پیغام پہنچانے
والا ہوں) اسلام قبول کرلو تو تمہارے لیے سلامتی ہے۔ اور'' اے اہل کتاب
آؤ! ایسی بات پر جمع ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی (اور
مشترک) ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ
کریں۔ اور نہ اسکے ساتھ شرک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں
ہی کو رب بنائیں۔ اگر وہ رجوع کریں تو کہہ دو گواہ رہو، ہم تو (اللہ کے) مسلم
(فرماں بردار) ہیں۔ اگر تم انکار کرتے ہو تو تمہاری قوم نصرانیوں (کی
گمراہیوں اور بداعمالیوں) کا وبال تم پر ہی آئے گا۔''

یہاں مہر نبوت لگائی گئی ہے

اس خط کے متعلق بھی تاریخوں میں تاثر ملتا ہے کہ جیسے یہ اصحمہ نجاشی کے
نام ہی لکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے سرنامہ میں بھی نجاشی کے ساتھ اصحم'' درج کیا گیا
ہے۔ اسکے مضمون کے ساتھ ایسی کوئی وضاحت نہیں ملتی کہ کب اور کس کے ذریعہ بھیجا گیا
کیونکہ اصحمہ کے نام پہلا خط وہ ہے جو حضرت جعفر طیارؓ 5 ہجری نبوت میں ہجرت سے
پہلے لے گئے تھے۔ دوسرا وہ تبلیغی خط ہے جو عمرہ بن اُمیہ ضمری صلح حدیبیہ کے بعد سات
ہجری میں لے کر گئے تھے۔ تیسرا خط بھی عمرو بن اُمیہ کے ذریعہ بھیجا گیا ہے۔ جس
میں اُم حبیبہؓ سے نکاح اور مہاجرین کی واپسی کا ذکر ہے۔ اس سارے عرصے میں
مہاجرین کی واپسی تک مندرجہ بالا خط کا حوالہ نہیں ملتا ہے۔ تاریخوں میں یہ بحث
ضرور موجود ہے کہ حضورؐ نے ایک نجاشی کے یا دو نجاشیوں کے نام خطوط بھیجے۔ مگر
دوسرے نجاشی اور قاصدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، نیز خط کی روانگی کی تاریخ کا کوئی ذکر ملتا
ہے، نہ دوسرے نجاشی کے جواب یا اس کے ردعمل کا تذکرہ، خط کا مضمون ظاہر کرتا ہے

کہ یہ خط اگر اصحمہ کے نام تھا تو اس کے بھیجنے کا صحیح وقت وہی ہو سکتا ہے جب کہ 7 ہجری میں آپؐ نے سلاطین عالم کے نام خطوط بھیجے تھے۔ مگر اس وقت جو خط نجاشی کے نام بھیجا گیا وہ متفقہ طور پر وہی ہے جس کا مضمون ہم اس سے پہلے درج کر چکے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ نے کوئی تبلیغی خط کسی نجاشی کے نام نہیں بھیجا۔ لازماً یہ بعد کا خط ہے اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ خط دوسرے نجاشی کے نام بھیجا گیا۔'' جو اصحمہ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ اور مختلف قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ 9 ہجری کے اوائل میں بھیجا گیا۔ غالباً اس کے قاصد بھی عمرو بن اُمیہ ضمری ہی ہوں گے۔

ہرقل قیصر روم کے نام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کو صلح حدیبیہ کے بعد نامہ مبارک تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط قاصدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وحیہؓ بن خلیفہ کلبی لے کر گئے تھے۔ قیصر کے دربار میں براہ راست خط پہنچانا ممکن نہیں تھا اسی لیے انہوں نے شہر بصریٰ کے حاکم سے ملاقات کی اور اسے اپنی سفارت کے مقصد سے آگاہ کیا۔ بصریٰ کا حاکم اس جلوس م شریک ہونے کے لیے حمص آیا ہوتا تھا جو صلیب مقدس کو لے کر بیت المقدس جا رہا تھا۔ صلیب مقدس یروشلم کے کلیسائے قیامتہ کی سب سے قدیم یادگار تھی۔ مشہور تھا کہ یہ یہی وہ صلیب ہے جس پر مسیح کو مصلوب کیا گیا تھا ایران کے خسرو پرویز نے 617ء میں رومیوں کو شکست فاش دی تو اس نے کلیسائے قیامتہ کو جلا دیا اور یہ صلیب لے کر فارس چلا گیا۔ پھر 627ء میں ہرقل قیصر روم نے نینوا پر ایرانیوں شکست فاش دے کر خسرو پرویز کے لشکر کو دجلہ کے دوسرے کنارے دھکیل دیا۔ آخر کار خسرو نے ہرقل کو خراج دینا منظور کر لیا اور صلیب مقدس بھی واپس کر دی۔ اس شاندار فتح کی خوشی میں عیسائیوں نے بیت المقدس میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا۔ کلیسائے قیامتہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ ہرقل خود صلیب مقدس پہنچانے کے لیے انطاکیہ سے بڑے شان و شکوہ کے ساتھ چلا۔ صلیب مقدس کے اس جلوس اور فتح کے

جشن میں شریک ہونے کے لیے افریقہ، مصر، عراق اور عرب کے رومی مقبوضات اور ماتحت ریاستوں کی مختلف سفارتیں قیصر کے حضور میں تہنیت و مبارک بادی کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ اور اس کے قافلے اس جلوس میں شامل ہوتے جارہے تھے۔

ہرقل قیصر روم جب لاکھوں شیدائیوں کے جلو میں صلیب مقدس لئے ہوئے حمص پہنچا تو یہاں شہر بصریٰ کے حاکم کے توسط سے حضرت وحیہؓ کلبی قیصر کے دربار میں پہنچے اور نامہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کیا۔ اس خط کا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''محمد کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسولؐ ہے ہرقل سردار روم کے نام۔

''سلامتی ہے اس کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی، بعد ازاں میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلو۔ تمام آفات سے تم محفوظ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر واضح رہنا چاہئے کہ تمہاری رعیت کی گمراہی کا وبال بھی تمہارے ہی اوپر رہے گا اور اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر جمع ہو جاؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں طور پر تسلیم شدہ ہے اور وہ (بات) یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا ایک دوسرے کو اپنا رب قرار دیں۔ اور وہ رجوع کریں تو کہہ دو! تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔''

یہاں مہر نبوت درج ہے۔

ایران اور روم کی چار سالہ جنگ کے دوران قریش ایرانیوں کی حمایت کرتے رہتے تھے۔ ان کے برعکس مسلمانوں کی خواہش یہ تھی کہ رومی جو اہل کتاب ہیں اور ایک نبی کی امت ہیں کامیاب ہوں۔ جب رومیوں کو شکست ہوئی تو قریش کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ دیکھ لو، یہ تمہارے اہل کتاب

ہار گئے۔ اور اب تمہارا بھی اسی طرح برا حشر ہونے والا ہے ان کے جواب میں اللہ نے سورہ روم کی آیات نازل فرمائیں۔

الف۔ل۔م۔رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔اور وہ دن وہ ہو گا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔

دس سال بعد یہ پیش گوئی پوری ہو گئی تھی۔اور ہرقل قیصر روم جشن فتح منانے کو بیت المقدس جا رہا تھا۔بصریٰ کے حاکم کا زیادہ تر واسطہ عرب قبیلوں سے پڑتا رہتا تھا۔ اور وہ چوں کہ ان تمام باتوں سے خوب واقف تھا، اس نے حمص میں قاصدِ رسول ﷺ کو پیش کرتے ہوئے ان تمام واقعات کی تفصیلی رپورٹ قیصر کو دی تھی۔

قیصر خط پڑھ کر خاموش رہا۔پھر اس نے حکم دیا کہ اسے بیت المقدس کے دربار میں پیش کیا جائے۔اس موقع پر جب قیصر کی خدمت میں ہر جانب سے مدحت نامے پیش ہو رہے تھے یہ خط اپنے مضمون کے لحاظ سے انوکھا تھا۔اور اس کا انداز مخاطب بھی رسمی اور مؤدبانہ نہیں تھا اس پر ہرقل کو برافروختہ ہو جانا چاہیئے تھا۔مگر اس کے برعکس اس کا یہ تحمل اور سکوت معنی خیز تھا۔

اصل میں بات یہ تھی کہ دوبارہ سال پہلے جب ایرانیوں نے ہرقل کو شکست دی تھی تو اس وقت رومیوں کے خلاف یہودیوں اور عرب کے قبیلوں نے خسرو پرویز کا ساتھ دیا تھا۔ایرانی چونکہ مشرک تھے۔اس لیے عرب کے مشرک قبائل کی ہمدردیاں عام طور سے روم کے مقابلہ میں ایران کے ساتھ ہوتی تھیں۔رومی دربار کے لئے یہ بات بڑی اہم تھی کہ عرب قبائل میں جو ہمیشہ ایرانیوں کے وفادار رہتے تھے ایک طاقت ور گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو مشرک ایرانیوں کے مقابلے میں اہل کتاب عیسائیوں کا حامی ہے۔اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول بھی مانتا ہے۔تدبر و سیاست کا یہی تقاضا تھا کہ ایران کے حامی قبائل عرب اور خاص طور سے قریش کے

مقابلے میں اس نئے دین کے ماننے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

بس یہی وجہ تھی کہ ہرقل قیصر روم نے اس تلخی کو جو نامہ مبارک کو سن کر محسوس ہوئی تھی برداشت کرلیا۔ اور حکم دیا کہ بیت المقدس پہنچ کر عرب کے اس نبی اور اس کے دعوئے نبوت کے متعلق اچھی طرح تحقیق کرلی جائے۔

بیت المقدس میں جشن فتح کے بعد قیصر کے دربار میں جب نامہ مبارک سنایا گیا تو وہاں قریش کا سردار ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) بھی موجود تھا۔ وہ ایک تجارتی قافلہ لے کر ان دنوں بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ شاہی پیادے اسے دربار میں لے آئے کہ شہنشاہ تم سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ خط کے پڑھنے کے بعد قیصر نے ابوسفیان سے حضور اکرم ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ اور ابوسفیان کو حضور ﷺ کی صدق بیانی اور دیانت داری کا اقرار کرنا پڑا۔ اس پر قیصر نے کہا:

''مدعی نبوت کے متعلق تم نے جو باتوں کی تصدیق کی ہے، بلاشبہ وہ ایک رسول کی صفات ہیں''

قیصر کے دربار کے اس مشہور مکالمے کی تفصیل مسلمان ہونے کے بعد خود حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے اور تمام تاریخوں میں اس کا ذکر ہے۔

اس زمانہ میں دنیا کی بیشتر قوموں اور اہل مذاہب میں یہ چرچا تھا کہ ایک آخری رسول اللہ کی طرف سے مبعوث ہونے والا ہے۔ ہر ایک کو توقع تھی کہ وہ نجات دہندہ رسول یا اوتار ان کی قوم میں مبعوث ہوگا۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ آرزومند یہود تھے کہ رسول موعود ان کے درمیان مبعوث ہو۔ اور انہیں دوسری قوموں کے ظلم وستم سے نجات دلائے۔ ان کی طرح عیسائی بھی متوقع تھے کہ وہ رسول انہی کے درمیان پیدا ہوگا۔ اور ان کے فرقہ وارانہ اختلاف کو دور کرکے ان کو متحدہ و متفق کردے گا۔ اور پھر ساری دنیا میں صرف ایک ہی مذہب کو ماننے والے ہو جائیں گے اور وہ ہوں گے پروان مسیح۔

کہتے ہیں جب حمص میں قیصر کو نامہ مبارک ملا تو اس نے شہر روم میں ایک مسیحی عالم و پیشوا کے پاس اپنے ایک قاصد کو بھیج کر اس کی رائے طلب کی تھی۔ جب وہ بیت المقدس میں تھا تو اسے شہر روم کے اس عالم کا جواب مل گیا تھا۔ جس میں اس نے مبعوث ہونے والے رسول موعود کی نشانیاں لکھی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں وہ رسول مبعوث ہوگا۔ اس خط کی روشنی میں قیصر نے ابوسفیان سے وہ سوالات کیے تھے جنکا ذکر ہو چکا ہے۔

اس مکالمے کے بعد ہرقل بڑے تذبذب میں مبتلا ہوگیا۔ کیوں کہ تمام آثار و قرائن سے غالب گمان یہی ہوتا تھا کہ محمد ﷺ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور یہی وہ رسول ہیں جن کی بشارت آسمانی صحیفوں اور مذہبی روایتوں میں دی گئی تھی۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ قیصر نے بیت المقدس میں اسی جشن کے موقع پر اعلیٰ سطح کی ایک مذہبی مشاورت بھی منعقد کی تھی۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے دروازے بند کرا دیئے اور ان کے سامنے نامہ مبارک پڑھ کر سنایا۔ روم کے اس عالم کا خط بھی ان کے سامنے رکھدیا۔ پھر اس نے ان سے کہا کہ اگر یہ نشانیاں مدعی نبوت پر صادق آتی ہیں تو کیا ہمیں ان کی رسالت کی تصدیق نہیں کرنی چاہیئے؟

علمائے کلیسا کے درمیان اس مکالمہ کی وجہ سے، جو دربارِ خاص میں ابو سفیان سے ہوا تھا پہلے ہی بڑی چہ مے گوئیاں ہو رہی تھیں۔ اب جو ہرقل نے اس طرح کی بات کہی تو وہ سب برافروختہ ہو گئے۔ اور بڑبڑاتے ہوئے مجلس سے اُٹھ گئے۔ مگر چونکہ دروازے بند تھے اس لئے باہر نہ جاسکے۔ ہرقل نے جو یہ حال دیکھا تو اپنے سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق اس نے فوراً دوسرا رخ اختیار کیا اور کہنے لگا۔

"میں نے تو یہ بات محض آپ لوگوں کی آزمائش کے لیے کہی تھی۔ اور اب مجھے یقین ہوگیا کہ آپ حضرات دینِ مسیح کے لیے کس درجہ حمیت وغیرت رکھتے ہیں"

پھر اس نے عیسائیت کو پیش آنے والے خطرات سے مقابلے کے لیے اپنے عزائم کا اظہار کیا اور جوشیلی تقریر سے سب کو اپنے بارے میں پوری طرح مطمئن کر دیا۔ پھر ان کو اور ان کی عبادت گاہوں کو پیش قیمت نذرانے اور تحفے دیکر رخصت کیا۔

یہ وہ واقعات تھے جن کا تعلق رسول اللہ کے خطوط سے ہے۔ جس زمانے میں پہلا خط لکھا گیا تھا مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ قریش کی سیادت اسی طرح برقرار تھی۔ اس لیے رومی دربار اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا صحیح اندازہ نہ کر سکا۔ اور اسے بھی اندرون عرب کے قبائلی نزاعات کا شاخسانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا گیا مگر جب تین سال کے اندر اندر مکہ فتح ہو گیا اور حجاز کے تقریبا تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا اور مدینے کی سیادت کو تسلیم کر لیا تو عراق شام کے عرب قبائل میں جو رومی سلطنت کے باج گزار تھے ہلچل سی مچ گئی۔ اس کے اثرات رومی دربار میں محسوس کیے گئے۔ پہلی بار قیصر اور اکابر روم نے اسلام کی روز افزوں طاقت کو مسیحی دنیا کے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کیا۔ ہرقل نے شام کے عرب قبائل کو اشارہ کیا کہ وہ مسلمانوں کی گوشمالی کے لیے مکہ اور مدینہ پر حملہ کی تیاری کریں۔ روم کے ماتحت سرداران قبائل نے مدینے کی تجارت کا راستہ روک دیا اور حضور ﷺ کے قاصدوں میں سے چند کو شہید کر دیا۔ ہرقل ٹھیک اندازہ لگا لیا تھا کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا آج ہی قلع قمع نہ کر دیا گیا تو کل رومی شہنشاہیت کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ چنانچہ اس نے حجاز پر حملہ کرنے کے لئے ایک لاکھ فوج کی تنظیم شروع کر دی اور اپنی فوجی چھاونیوں کے دورے پر نکل کھڑا ہوا۔

رومی سرحدوں پر جنگی تیاریوں کی سرگرمیاں نگاہِ رسالت ﷺ سے اوجھل نہیں تھیں۔ حضور ﷺ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آج نہیں تو کل رومی لشکر اسلامی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔ اب دو ہی صورتیں تھیں یا مدینے میں بیٹھ کر دشمن کا انتظار کیا جائے یا خود پیش قدمی کر کے دشمن پر اچانک ضرب لگائی جائے۔ یہ تدبر رسالت ﷺ کی

جنگی بصیرت تھی کہ آپ ﷺ دشمن کے مقابلے میں پیش قدمی کا فیصلہ کیا، اور تیس ہزار جان باز مجاہدوں کا لشکر لے کر نہایت تیزی سے کوچ کرتے ہوئے تبوک کے میدان جنگ میں پہنچ کر لشکر گاہ قائم کر دی۔ وہاں علیحدہ علیحدہ دستوں کو بھیجا کہ وہ رومیوں کی ماتحت عرب ریاستوں کو ایک دوسرے سے منقطع کر دینے کے لے فوجی کاروائی کریں۔ یہ فوجیں نہایت سرعت سے مختلف سمتوں سے بڑھیں اور اس سے پہلے کہ وہ قیصر سے کمک طلب کرتیں ان کا محاصرہ کر لیا۔

حضور ﷺ کی یہ سریع پیش قدمی ہرقل کے لیے غیر متوقع تھی وہ سخت متحیرہ مرعوب ہو گیا۔ اس کے دل میں یہی کھٹکا بھی لگا ہوا تھا کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں تو ان کے مقابلے میں دُنیا بھر کی طاقت لے کر بھی سرخ رو ہونا ممکن نہیں۔ دوسری طرف قسطنطنیہ میں مسیحی فرقوں کے تنازعات نے خانہ جنگی کی حالت پیدا کر دی تھی اور رومی دربار کی سازشوں نے رومی فوجوں کے اندر بھی تفرقہ پیدا کر دیا تھا۔ ان تمام باتوں نے مل کر قیصر کو ایسا پریشان خاطر کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کی اچانک فوج کشی کی اطلاع نے اسے سخت بدحواس کر دیا اور وہ مسلمانوں کے مقابلے میں نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکا۔

ماتحت عرب ریاستوں نے دیکھا کہ رومی شہنشاہ بھی مسلمانوں سے خوف زدہ ہے، تیس ہزار کا جرار لشکر ان کے سروں پر کھڑا ہے اور ان کے رسل و رسائل اور کمک کے راستے منقطع ہو چکے ہیں تو وہ اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض نے جزیہ پر آمان حاصل کر لی۔

تبوک کے میدان جنگ سے آپ نے قیصر کے نام آخری اور تہدیدی خط لکھا تھا جو پہلے سفیر وحیہؓ بن خلیفہ کلبی ہی قیصر کے پاس لے کر گئے تھے۔ اس خط کا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے والی روم کے نام

''میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام قبول کرلو تو تمہارے حقوق بھی مسلمانوں کے سے ہوں گے اور فرائض بھی اور اگر اسلام میں داخل ہونا نہ چاہو تو پھر تم جزیہ ادا کرو۔ (ہمیں) اللہ کا حکم ہے کہ:

''جو لوگ اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان نہ لائیں، اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے اسے حرام نہ ٹھہرائیں، اور خاص طور سے اہل کتاب، جو دینِ حق کا حق ادا نہ کریں۔ تو اُن سے لڑو یہاں تک کہ وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور چھوٹے بن کر رہیں''

''اگر تم کو یہ منظور نہیں ہے تو کم از کم تم ماتحت (عرب قبائل) رعیت اور اسلام کے درمیان اس امر میں حائل نہ ہو کہ وہ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ ادا کریں''

یہاں مہر نبوت ہے

اس عہد کی دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیت کو جس نے ابھی ایران کی عظیم سلطنت کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا اور جو کسی بھی غنیم کے مقابلے میں آسانی سے لاکھ دو لاکھ تربیت یافتہ اعلیٰ درجے کی فوجیں لا کر کھڑی کر سکتی تھی، صرف تیس ہزار کے لشکر کے بل پر اس جرأت سے للکارنا نہایت ہی حیرت انگیز معاملہ ہے بلاشبہ یہ نبی کریم ﷺ کے رسولِ برحق ہونے کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو رومی شہنشاہیت سے زیادہ عظیم طاقت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اور وہ اللہ جل شانہ کی طاقت تھی۔ آپ ﷺ کو بھروسا اس تیس ہزار کے لشکر پر نہیں، بلکہ اس غیبی تائید و نصرت پر اعتماد تھا جس کا وعدہ اللہ نے کیا تھا۔

اس خط میں اصل مطالبہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا اور قانونِ الٰہی کو تسلیم کرنے کا ہے۔ دوسری متبادل صورت یہ بتائی گئی ہے کہ رومی شہنشاہ شام کی ماتحت عرب ریاستوں سے دست بردار ہو جائے اور ان کے اور مسلمانوں کے معاملات میں کوئی مداخلت نہ کرے۔ ہرقل تبوک کی طرف بڑھنے کی بجائے حمص کی چھاونی میں خاموش بیٹھا رہا، اور اس نے شام کی عرب ریاستوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

اس طرح عملاً اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ تدبر رسالت کے مقابلہ میں رومی سیاست کی یہ شکست آخر کار رومی شہنشاہیت کے زوال کا پیش خیمہ بن گئی۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل کے نام دوسرا خط تبوک کے میدانِ جنگ سے رجب 9 ہجری میں بھیجا تھا اور یہ جو علمائے کلیسا کو جمع کر کے نامہ مبارک پر گفتگو کرنے کا واقعہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق بیت المقدس میں نہیں بلکہ حمص کے کلیسا میں پیش آیا۔ اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس کی تصدیق ''تاریخ دمشق'' سے بھی ہوتی ہے جس میں ابن عساکر نے سعید بن ابی راشد کی روایت کو نقل کیا ہے۔ یہ ایک دلچسپ قصہ ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ قیصر روم کا وہ خط پہلے پڑھ لیں جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے نامہ مبارک کے جواب میں بھیجا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا جواب

احمد رسول اللہ کی طرف جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دی ہے۔ بادشاہ قیصر روم کی جانب سے۔

''میرے پاس آپ کا قاصد آپ کا خط لے کر آیا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کا ذکر ہم نے انجیل میں پایا ہے۔ اور عیسیٰ ابن مریمؑ نے آپ کی بشارت دی ہے میں نے اہل روم کو دعوت دی کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اگر وہ میری بات مان لیتے تو بلاشبہ اس میں ان کے لیے خیر ہی خیر تھی۔ اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تو حاضر ہوتا اور آپ کے پاؤں دھوتا''

ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام خط اور اس کا پس منظر

ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز بن ہرمز کو رومیوں نے 627ء میں نینوا پر شکست فاش دی اور اسے دجلہ کے دوسرے کنارے پر دھکیل دیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب رسول اللہ کے مدینہ ہجرت کر جانے پر پانچ سال گزر گئے تھے۔ ہجرت کے چھٹے سال قریش سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کے نام تبلیغی خطوط روانہ فرمائے۔ انہی میں ایک خط خسرو پرویز شہنشاہ ایران کے نام بھی تھا۔ اور اس خط کو لے جانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی تھے۔ وہ اس نامہ مبارک کو لیے ساسانی شہنشاہ کسریٰ کے ایوان سپید کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔

خسرو پرویز ان دنوں سخت پریشان تھا۔ رومیوں کے ہاتھوں شکست کا صدمہ اتنا شدید تھا کہ وہ نہایت بدحواس اور تنک مزاج ہوگیا تھا۔ اس کے غم و غصے کا نشانہ امرائے دربار اور سرداران فوج بنے ہوئے تھے کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ انہی امیروں اور سرداروں کی غفلت، بزدلی بلکہ غداری کی بدولت اسے ہرقل کے مقابلے میں شکست ہوئی تھی۔ اب وہ ان کو قرار واقعی سزا دینا چاہتا تھا۔ اس وقت پورے فارس میں خوف و دہشت کی فضا طاری تھی۔ آئے دن کسی نہ کسی امیر کے قید ہونے، کسی وزیر کے پھانسی چڑھنے، کسی سالار لشکر کے فرار ہونے کی خبریں پھیلتی رہتی تھیں۔ شہنشاہ زخمی سانپ کی طرح پھنکاریں مار رہا تھا۔ اور شکست خوردہ قوم خوف و مایوسی کے عالم میں دم بخود لرزاں و ترساں تھی۔

اس پس منظر میں قصر سپید کے پھاٹک پر ایک اجنبی شخص عجیب ہیبت و لباس میں کھڑا ہوا جندرمہ کے افسروں سے اندر داخل ہونے کے لئے اصرار کر رہا تھا اس کے جسم پر کملی کا ایک ٹکڑا تھا جسے اس نے کفن کی طرح گلے میں ڈال رکھا تھا جو دونوں

طرف بغل کے نیچے سے دامن تک ببول کے کانٹوں سے ملی ہوئی تھی۔ کمر میں ایک رسی باندھ رکھی تھی ایک ٹوٹی نیام میں تلوار لٹک رہی تھی سر پر رومال بندھا ہوا تھا۔ مگر پاؤں میں جوتے نہیں تھے۔

قصر کے نگہبانوں نے اسے اندر داخل ہونے نہیں دیا۔ مگر ایک دن جب کہ خسرو اپنے مشیروں سے عرب قبائل کے رویے کے متعلق گفتگو کر رہا تھا ایک امیر نے موقع پا کر اسے اطلاع دی کہ ایک شخص بارگاہ سلطانی پر کئی دن سے حاضری دے رہا ہے اور خود کو مدینے کا سفیر بتاتا ہے۔ خسرو نے سفیر کو اسی وقت باریاب کرنے کا حکم دیا، اور قاصد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن حذافہ اپنی اسی درویشانہ ہیئت میں اندر داخل ہوئے۔

اہل دربار نے جب اس کملی پوش کو اس بے خوفی اور شان استغنا سے آتے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کیسا نڈر آدمی ہے۔ جس بارگاہ میں بڑے بڑے بادشاہ بھی سربسجود ہوتے ہوئے لرزاٹھتے ہیں وہ یوں چلا آرہا ہے جیسے یہ دربار بادشاہی نہیں بلکہ کارواں سرائے ہے۔

چوب داروں نے اسے سجدہ کرنے کے لیے ٹوکا مگر اس نے انکار کر دیا کہ ''ہم اللہ کے سوا کسی مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے'' یہ سن کر تندخو خسرو بھڑک اٹھا۔ اس وحشی کی یہ مجال کہ شہنشاہ فارس کی خود اس کے منہ پر اس طرح توہین کرے۔ سارا دربار خسرو کے جلال کو دیکھ کر کانپ اٹھا۔ مگر نو وارد پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اسنے اپنی آستین میں سے خط نکال کر اسی بے خوفی کے ساتھ خسرو کے آگے بڑھا دیا۔ حاجب دربار خط لے کر بادشاہ کے سامنے مودب کھڑا ہو گیا اور پھر خسرو کے اشارے پر اس نے خط کا مضمون پڑھ کر باآواز بلند سنایا۔ مضمون یہ تھا:

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام

''جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر

سلام ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حق دار عبادت نہیں۔ وہ یکتا ہے لاشریک ہے، اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اللہ نے مجھے تمام دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ ہر زندہ انسان کو آگاہ کر دوں اور خدا کا خوف دلاؤں۔ تم بھی اسلام قبول کر لو اور سلامتی کو پالو۔ مگر تم نے انکار کیا تو تمام مجوسی قوم (کی گمراہی) کا وبال بھی تمہارے سر پر ہو گا"

یہاں پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہر نبوت کا نشان ثبت ہے

کسریٰ کے نام جس خط کا مضمون لکھا گیا ہے اس کے متن کے بارے میں تاریخوں میں اختلاف ہے۔ مندرجہ بالا متن طبری کی روایت کے مطابق ہے جب کہ حمد اللہ المستوفی کے ہاں خط کا آغاز کچھ اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے پرویز بن ہرمزد کے نام۔

"میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور وہ الحی القیوم ہے جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس قوم کی طرف جو نادان بنی ہوئی ہے اور اس کی عقل سلب ہو گئی ہے۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ بے شک اللہ اپنے بندوں پر خوب نگران ہے اس کے بعد میں تمہارے سامنے اسلام پیش کرتا ہوں۔ اسلام کو قبول کر لو ورنہ اللہ کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور تم ہر دو کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

اسی طرح "الارب فی اخبار الفرس والعرب" میں یہ فقرے اضافہ ہیں۔

"وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی ہے جس نے میری سرپرستی کی جب کہ میں یتیم تھا، مجھے غنی کر دیا جب میں محتاج تھا مجھے ہدایت دی جب کہ

میں راہ پر نہیں تھا اور میری رسالت کا وہی انکار کرے گا، جس کی عقل سلب
ہو گئی ہے اور اس پر مصیبت غالب آ گئی ہو۔"

خسرو پرویز نے نامہ مبارک کا جب مضمون سنا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اول تو وہ اس بے باک قاصد کی گستاخی پر پیچ و تاب کھا رہا تھا اس نے حسب دستور کسریٰ کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ اب خط کے مضمون نے اسے اور بھی مشتعل کر دیا۔ القاب وخطاب اس طرح کے تھے جیسے کوئی مقتدر حاکم اپنے ماتحت سے مخاطب ہو۔ عربوں کے بارے میں تو اس کا یہی تصور تھا کہ ایک طفیلی قوم ہے جو معرکہ آرائیوں میں فاتحین کی رکاب میں لوٹ مار کے لیے دوڑتی ہے اور انعام واکرام لے کر صحرا میں لوٹ جاتی ہے۔ اس قوم کے شیوخ شاہان ایران کے وظیفہ خوار اور ریزہ چیں رہے ہیں۔ مگر آج اُن کا ایک گمنام شیخ اسے یوں مخاطب کر رہا ہے جیسے وہ شہنشاہ نہیں بلکہ اس کا ساربان ہو۔

شہنشاہ نے انتہائی اشتعال کے عالم میں تقریباً چیختے ہوئے کہا:

"اس کی یہ مجال کہ اس نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا"

پھر وہ اس سفیر کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت برہمی سے پوچھا:

"تم نے ہماری بارگاہ میں سجدہ کیوں نہیں کیا"

عبداللہ بن حذافہ نے بڑے تحمل و وقار کے ساتھ اللہ کی توحید پر ایک مختصر سی تقریر کی اور بتایا:

"ہم مسلمان اللہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتے۔ ہمارے صاحب نے ہم کو
یہی تعلیم دی ہے۔"

خسرو نے بگڑ کر کہا:

"اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہارے قتل کا حکم دیتا"

یہ کہتے ہوئے اس نے حضور اکرم کے نامہ مبارک کو اٹھا کر چاک کر دیا اور حکم

دیا کہ اس قاصد کو دریا پار دھکیل دو۔ یہ دوبارہ ہماری سرحد میں داخل نہ ہونے پائے۔

جب عبداللہ بن حذافہ نے مدینہ پہنچ کر ساری روداد سنائی اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ کسریٰ نے نامہ مبارک کو پرزے پرزے کر کے پھینک دیا تو آپ ﷺ نے بے اختیار فرمایا:

''اللہ اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دے گا''

پھر ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ یمن کے ایرانی گورنر کے بھیجے ہوئے افسروں کو جو کسریٰ کے حکم پر رسول اکرم ﷺ کی گرفتاری کے لئے مدینے آئے تھے، حضور اکرم ﷺ نے انہیں بتایا:

''کل رات میرے رب نے تمہارے رب کو ہلاک کر دیا''

چند ہی دنوں بعد عرب یمن، شام، ہر جگہ لوگوں نے یہ خبر سنی کہ فارس میں بغاوت ہوگئی۔ باغیوں نے خسرو پرویز کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ خسرو نے نامہ مبارک کو کیا چاک کیا تھا، اپنی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ زوال پذیر شہنشاہی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی اور خسرو کے بعد 628ء سے 632ء تک صرف چار سال کے قلیل عرصے میں بارہ حکمران تخت نشین ہوئے آخر کار فاروق اعظم کے عہد خلافت میں سوا چار سو سال پرانی یہ عظیم الشان ساسانی سلطنت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

...ن کے نام

ہجرت کے ساتویں سال موسم گرما کا آغاز تھا جب کہ مدینہ کے قاصد حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ قدیم مصر کے قلعہ بابلیون میں داخل ہوئے اور انہوں نے حضور کا نامہ مبارک عظیم القبط مقوقس کے سامنے پیش کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے اور رسول محمد کی طرف سے عظیم القبط مقوقس مصر کے نام۔

''سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو تم بھی سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ اس کا دوگنا اجر ارزانی فرمائے گا۔ اور اگر انکار کیا تو سارے اہل قبط کے گناہ (کا وبال) تمہارے سر ہوگا۔

اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم دونوں کے لیے یکساں تسلیم شدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی انسان دوسرے انسان سے ایسا برتاؤ کرے گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا رب بنالیا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ہم تو بہر حال خدا کے ماننے والے ہیں (اور اس کی یکتائی کا عقیدہ رکھنے والے ہیں)''

یہاں مہر نبوت ہے

فتوح مصر میں واقدی کی روایت کے مطابق اس خط کا متن کچھ اس طرح تھا۔

'' محمد رسول اللہ کی طرف سے مصر و اسکندریہ کے حاکم کی طرف اما بعد، اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر قرآن نازل کیا ہے اور مجھے خبر دار کرنے، ڈرانے اور کافروں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میرے دین میں داخل ہو جائیں۔ اور لوگ میری بات میں شامل ہو جائیں۔ میں تم کو واحدانیت الٰہی کے اقرار کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے اقرار کر لیا تو تم خوش نصیب ہو گے اور اگر تم نے انکار کیا تو بد بخت ہوئے۔''

بوڑھے اُسقف بن یامن نے جب یہ خط سنا تو وہ بہت دیر تک خاموش رہا پھر اس نے قاصد سے کہا جواب کے لیے انتظار کرے اور بابلیون میں اس کا مہمان بن کر رہے۔ خط کے مضمون نے بن یامن کے دل میں بڑی ہل چل مچادی۔ یہ بہت ہی پاکیزہ اور سیدھی بات تھی۔ توحید کی یہ دعوت یعقوبی اور ملکائی عیسائی فرقوں کی فقہی پیچیدگیوں سے زیادہ بلند اور فکر انگیز تھی اس خط میں وہ گم شدہ صداقت بول رہی تھی جو مسیحی علوم کے گراں بار مذہبی صحیفوں میں دب کر رہ گئی تھی۔ اس کا دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا یہی وہ حق ہے جس کی بشارت خداوند کے ربتوں اور سچے مخبروں نے دی تھی یہ ایک نبی اور رسول ہی کی پکار ہے۔ تو کیا میرے پاس ابن ابی بلتعہ کو بھیجنے والا اللہ کا سچا رسول ہے؟ مگر وہ یروشلم کے بجائے مکہ میں کیسے پیدا ہوگیا؟ یہ عظیم القبط مقوقس گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

رات ہوئی تو اس نے مدینے کے قاصد کو رازدارنہ طور پر اپنے پاس بلایا اور تخلیہ میں اس سے کہا:

> ”مجھے اس شخص کے متعلق بتاؤ جس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔ وہ کیسے ہیں صورت شکل میں، حسب نسب میں، رفتار و گفتار میں؟ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا؟ اور اس نے ان کو کیا جواب دیا؟ پھر ان کے اور اُن کی قوم کے درمیان کیا معاملہ پیش آیا؟

خوش گفتار قاصد نے، جو مصر کی زبان بڑی روانی سے بول لیتا تھا، وہ سب کچھ بتادیا جو مکہ اور مدینہ میں پیش آیا تھا۔ حرا کی خلوت، نزولِ وحی، صفا کا وعظ، قریش کی مخالفت، مکہ سے جلاوطنی اور ہجرت، پھر بدر و احد اور خندق کے معرکے، اور پھر توحید، آخرت، اخوت و مساوات کی وہ انقلاب انگیز دعوت، جس نے فکر و نظر کے زاویے

بدل دیے اور دلوں کی دُنیا بدل دی۔

یہ سب کچھ سن کر عظیم القبط اُسقف مصر کی شخصیت میں پوشیدہ ''بن یامن'' جاگ اُٹھا اور بے اختیار بول اُٹھا۔

''میں جانتا تھا کہ خداوند خدا کے آخری پیغمبر کو ابھی آنا ہے، مگر میرا خیال تھا کہ وہ شام میں ظہور کرے گا۔ کیوں کہ اس سے پہلے تمام پیغمبر وہیں مبعوث ہوئے مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ جہد و مصیبت کی سرزمین عرب میں ظاہر ہوا ہے''

وہ کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا پھر کہنے لگا:

''مگر میرے نو وارد مہمان! سنو! میری قوم کے لوگ اہل قبط اس کی حلقہ بگوشی میں میرا ساتھ نہیں دیں گے۔ اے ابن ابی بلتعہ! میں اپنی آنکھوں سے کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پیغمبر گا اس ملک پر غلبہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھی ہمارے ان میدانوں میں جو نیل سے گھرے ہوئے ہیں اُتریں گے اور ان پر چھا جائیں گے''

اس گفتگو کے بعد جب حاطبؓ رخصت ہونے لگے، اور قصر بابلیون کے زینے سے اُترنے لگے تو بن یامن نے اپنا ہاتھ حاطبؓ کے کاندھے پر رکھا اور دھیمے لہجہ میں کچھ کہا:

''میں قبطیوں سے اس معاملے میں ایک حرف بھی نہیں کہوں گا، میں نہیں چاہتا میری اور تمہاری گفتگو کا انہیں علم ہو۔ ہاں، جب تم اپنے صاحب کے پاس جاؤ تو انہیں یہ سب کچھ بتا دینا جو میں نے تم سے کہا ہے''

دوسرے دن بابلیون کے دربار میں رات والا بن یامن نہیں، دن والا عظیم القبط مقوقس مصر مدینے سے آئے ہوئے خط کا جواب اپنے عربی ترجمان کو لکھوا رہا تھا۔

”عبد اللہ کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام عظیم القبط مقوقس کا سلام

”میں نے آپ کا خط پڑھا اور جو کچھ آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے، اور جس بات کی طرف دعوت دی ہے اسے سمجھا میں جانتا تھا کہ ایک پیغمبر کو ابھی آنا ہے مگر میرا خیال تھا وہ شام میں ظہور کرے گا۔ میں نے آپ کے قاصد کا احترام کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں دو لڑکیاں جو قبطیوں میں بڑے درجے اور حیثیت کی مالک ہیں بھیج رہا ہوں اور سواری کے لئے ایک خچر ہدیہ میں پیش کر رہا ہوں۔“ ”آپ پر سلام ہو“

جہاں تک بن یامن کے خط کا معاملہ ہے وہ بلاشبہ ایک محتاط مدبر کا جواب ہے کیوں کہ اس میں نہ تو رسالت کا اقرار ہے نہ انکار، تاہم قاصد کے احترام اور ہدیے پیش کرنے کا ذکر اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت ضرور تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بن یامن کو لکھا تھا کہ اگر تم نے اسلام کی دعوت قبول کر لی تو تم سلامت رہو گے۔ بن یامن نے چوں کہ رسالت کا اقرار نہیں کیا تھا اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس نامہ مبارک پر پانچ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ رومیوں نے فوج کشی کر کے بابلیون پر قبضہ کر لیا اور بن یامن وہاں سے فرار ہو کر نیل کے بالائی حصے کی طرف صحرا میں گم ہو گیا۔

مقوقس کے جواب کی ایک روایت واقدی سے فتوح مصر میں اس طرح نقل ہے:

اللہ کے نام سے

مقوقس کی جانب سے محمدؐ کی طرف

''اما بعد مجھے آپ کا خط ملا میں نے اسے پڑھا، اور اس کے مضمون کو سمجھا۔ آپ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا، اور آپ کو فضیلت عطا کی ہے اور آپ قرآن مبین نازل کیا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں بتادوں کہ آپ کے متعلق ہمارے علوم میں خبر دی گئی ہے۔ ہم نے آپ کو داعی اللہ پایا ہے اور میں صدق و خلوص سے آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اگر مجھ پر اس ملک عظیم (مصر) کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو میں پہلا شخص ہوتا جو آپ کی طرف چل پڑتا۔ میرے علم کی حد تک بے شک آپ خاتم الانبیاء اور سید المرسلین اور امام المتقین ہیں۔'' آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو یوم آخرت تک''

اس خط سے تو مقوقس کے ایمان و تصدیق کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر تاریخوں میں بالا تفاق متوقس کے اسلام نہ قبول کرنے کی روایت ہے اس لیے اس خط اور اسے پہلے حضور کے خط کے متون کے متعلق واقدی کی روایت قرین قیاس نہیں ہے۔ ویسے بھی واقدی ہر طرح کی روایات و حکایات کو بغیر تنقیح کے جمع کر دینے میں حریص واقع ہوئے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے

اسوۂ محمد ﷺ

مرتب و تدوین
ایم اسماعیل

شاکر پبلی کیشنز لاہور